مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ.

جس کا آخری کلام (لا إله إلا الله) ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

مجموع الرسائل

تالیف:

شیخ احمد بن یحی النجمی

تعلیق:

ابو ہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

تمهيد

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره, ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له, و من يضلل فلا هادي له, وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له, وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين, أما بعد:

قارئین کرام! یہ مجموعہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے. بہت ہی قیمتی مجموعہ ہے جسکے اندر دس اہم رسالے شامل ہیں، جنہیں ایک بہت ہی جلیل القدر اور معروف عالم دین نے تالیف کیا ہے، صرف تالیف ہی نہیں بلکہ انکی اشاعت بھی کی ہے اور انکی طرف دعوت بھی دی ہے، اور وہ جلیل القدر عالم دین ہمارے شیخ علامہ احمد بن یحی بن محمد النجمی ہیں، جو مملکت سعودی عرب کے جنوبی خطے کے مفتی مانے جاتے ہیں۔

ان رسالوں کی ترتیب درج ذیل ہے:

* پہلا رسالہ: لماذا التوحید اولا؟:

آپ نے اس رسالے کے اندر توحید جیسے عظیم اصول پر کلام کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی عقیدے کی یہی اصل اور بنیاد ہے، اور اسے کتاب وسنت کی روشنی میں دلیلوں سے ثابت کیا ہے، جس طرح کی آپ کی عادت ہے۔

* دوسرا رسالہ: معالم التوحید فی الحج:

دراصل یہ شیخ کا ایک لیکچر ہے جسے آپ نے حج کمیٹی کی طرف سے منظم کئے گئے ایک دینی بیداری پروگرام میں پیش کیا تھا۔

اس لیکچر کے اندر آپ نے یہ واضح کیا کہ توحید ہی دین کی اساس اور بنیاد ہے، اور یہ کہ حج کی بنیاد بھی اسی توحید پر قائم ہے، اور یہ کہ حج پورا کا پورا ذکر واذکار پر مشتمل ہے، رمی جمار توحید کی نشانی ہے، بلکہ پورا حج ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں کا احیاء ہے، اسی طرح تلبیہ بھی توحید کی نشانی ہے۔

* تیسرا رسالہ: دور المسجد فی الاسلام:

اس رسالے کے اندر آپ نے مسجد کی اہمیت اور اسلام کے اندر اسکے کردار پر گفتگو کی ہے، اور یہ کہ یہ عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ تعلیم گاہ بھی ہے، جہاں علماء اور طلبہ کی تعلیم وتعلم کی خاطر ملاقات ہوئی ہے، اسکے علاوہ یہ داعیان اسلام کا مرکز بھی ہے۔

* چوتھا رسالہ: التکفیر ، وبیان خطرہ وأدلۃ ذلک:

اس رسالے اندر آپ نے تکفیر کی حقیقت زمانہ سلف میں اس کی نشو ونما اور پھر دور حاضر میں اسکے دوبارہ پروان چڑھنے پر گفتگو کی ہے، اسی طرح آپ نے اس رسالے کے اندر تکفیر کے حکم کو بھی واضح کیا ہے، اور آپ نے ہر مسئلے کیلئے الگ الگ فصل قائم کیا ہے۔

* پانچواں رسالہ: غلو اور اسکے اسباب وعلاج:

اس رسالے کے اندر آپ نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ نے اس دین کو دو مذموم اطراف کے

درمیان وسط میں اور دو باطل کے درمیان حق پر رکھا ہے:

پہلا کنارہ: غلو۔

دوسرا کنارہ: کوتاہی۔

پہلے غلو کی تعریف کی ہے پھر اس پر دلائل ذکر کئے ہیں، پھر اسکی قسموں کو بیان کیا ہے جیسے اشخاص میں غلو، فکر میں غلو، اور یہ کہ یہ پہلے کے مقابلے زیادہ بھیانک ہے، اور پھر یہاں پر خوارج کی فکر کو واضح کیا ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ انکی فکر غلو پر مبنی ہے، اور پھر خوارج سے قتال کرنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم بھی بیان کیا ہے، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ خوارج کھتیئں کس طرح حکام کو سخت ہونا چاہیے، اور پھر یہ بھی واضح کیا کہ دور حاضر میں خارجی فکر کا احیاء کس نے کیا ہے، پھر اسکے بھیانک نتائج کو بھی واضح کیا ہے۔

* چھٹا رسالہ: سلفی دہشت گردانہ کارروائیوں سے بری ہیں:

اس رسالے کے اندر آپ نے یہ واضح کیا ہے کہ سلفی دہشت گردانہ کارروائیوں سے بری ہیں اور دور حاضر میں خودکش دھماکے جیسے دہشت گردانہ حملے تکفیری خوارج کرتے ہیں جیسے کہ تنظیم القاعدہ۔

* ساتواں رسالہ: احکام المعاہدین والمستامنین:

اس رسالے کے اندر آپ نے معاہد کفار اور امان والے کفار کے احکام ومسائل بتلائے ہیں۔

* آٹھواں رسالہ: حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین الغلو والتفریط:

اس رسالے کے اندر آپ نے ان غالی اور گمراہ شعراء پر رد کیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام الوہیت تک پہونچا دیتے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ عمل اس غلو میں شمار ہوگا جس سے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اور یہ واضح کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق یہ ہیکہ آپ کے فرامین پر عمل کیا جائے، آپ کے فیصلوں سے راضی ہوا جائے، آپ کے کسی فیصلے کے بعد پھر کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہ جاتا، اور یہ کہ آپ کے حکم پر کسی کے حکم کو مقدم نہ کیا جائے۔

اسکے بعد آپ نے بوصیری اور اسکے اس باطل شعر کو ذکر کیا ہے جسکے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوا ہے، اور یہ واضح کیا کہ سخت ترین حالات میں بھی غیر اللہ کو پکارا گیا ہے، اس سے فریاد کیا گیا ہے اور اسی سے امید لگائی گئی ہے، اور آخر میں یہ بھی بتلایا کہ یک چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہے اور اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ جنگ ہے، پھر اس کے بعد عبد الرحیم برعی کے شعر اور اس کی گمراہی کو واضح کیا ہے اور یہ بتلایا کہ اس گمراہ شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ ایک بشر تھے آپ کو اللہ کے حقوق سے دیئے ہیں۔

*نواں رسالہ: ڈنمارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کا سنگین واقعہ:

یہ رسالہ دراصل ایک نصیحت پر مشتمل ہے جسے ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے مسلمانوں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا، جس کے اندر آپ نے یہ واضح کیا ہے کہ ایسے موقعوں پر مسلمانوں کا بالخصوص دیار کفر میں رہنے والے مسلمانوں کا کیا شرعی موقف اور رد عمل ہونا چاہئے، اسے آپ نے کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

اسکے بعد آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کو بیان کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اگر

کوئی یہ گمان رکھتا ہے کہ دہشت گردی کا مصدر اور مرجع رسالت محمدیہ ہے تو ایسا شخص ظالم، ستم گر اور جاہل وہٹ دھرم ہے، اور آپ نے آخر میں مسلمانوں کو وصیت کی ہے کہ اس وقت ہمیں چاہئے کہ اسلامی شناخت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں تاکہ اعدائے اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ نہ آئے۔

* دسواں رسالہ: اعدائے اسلام کے سامان تجارت کے بائیکاٹ کرنے کا حکم:

یہ دراصل یہ سوال کا جواب ہے جو صامطہ کے ایک نسواں کالج سے عبداللہ بن جبرین کے اس فتوی کے تعلق سے کیا گیا تھا جس میں بائکاٹ کا حکم ہے، چنانچہ آپ نے اس رسالے کے اندر یہ واضح کیا ہے کہ ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان تعلیمات کی پابندی کرے جو اسلامی شریعت میں موجود ہیں اور جذباتی امور کے پیچھے نہ بھاگیں۔

اسکے بعد آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہودیوں کے ساتھ معاملات اور کاروبار کو بھی واضح کیا اور یہ کہ صحابہ بھی کیسے غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کرتے تھے، پھر یہ واضح کیا کہ بائیکاٹ کرنا یہ حکومت کے اختیار میں ہے، اور پھر اسکے بعد عبداللہ بن جبرین کے فتوی کو شریعت مخالف بتلایا ہے اور یہ بھی واضح کیا کہ یہ حکومت پر دست درازی ہے، پھر آخر میں یہ بھی بتلایا کہ اسرائیل کے ساتھ بائیکاٹ کرنا ایک معقول امر ہے۔

* گیارہواں رسالہ: معصیت کے مرتکب کی پردہ پوشی کب مشروع ہے؟

یہ دراصل ایک سوال کا جواب ہے جو کسی ہسپتال کی طرف سے ناجائز حمل کے تعلق سے کیا گیا ہے، چنانچہ آپ نے اس رسالے میں یہ واضح کیا ہے کہ کب کسی معصیت کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور

کب نہیں کی جاتی ہے، اور یہ کہ ناجائز عمل پر پردہ پوشی دراصل اللہ کے حدود کو ضائع کرنا ہے، اور یہ کہ اس پر پردہ پوشی کرنے سے سماج کے اندر مزید برائیوں پر ابھارنا لازم آتا ہے۔

اور آپ نے یہ بھی واضح کیا کہ دراصل اعدائے اسلام چاہتے ہیں کہ اسلامی معاشرے کو بھی اپنی طرح اباحت پسند بنا دیں، اور اسکے لئے وہ یورپی کلچر پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں جسے ہم کھانے پینے اور پہناوے میں اور دیگر بہت سارے امور میں دیکھ بھی رہے ہیں۔

* بارہواں رسالہ: ابرو کی کاٹ چھانٹ کرنا شرعی مخالفت ہے:

یہ دراصل ایک مقالہ نگار پر رد ہے جس نے جریدہ الوطن کے اندر ایک مقالہ لکھا تھا اور اس کے اندر اس لعنت کا مذاق اڑایا تھا جو ایک حدیث کے اندر چہرے کا بال اکھاڑنے والی عورتوں پر بھیجا گیا ہے، اور اس شخص نے انتہائی جہالت کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ شیخ نے اس کے باطل کلام کو دلائل سے واضح کیا ہے اور اسلامی غیرت کے ساتھ اس پر رد کیا ہے تا کہ پھر کبھی کوئی فاسق انسان اسلامی احکامات پر زبان کھولنے کی جراءت نہ کرے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

یہ مختصر تعارف تھا اس کتاب کی، رونہ کتاب کے اندر تفصیلی طور پر علمی خزانہ موجود ہے۔



*اس کتاب میں میرا عمل:

جب میں ان رسائل اور بحوث سے واقف ہوا تو انکی اہمیت کو دیکھتے ہوئے انہیں جمع کرنا شروع کر دیا پھر انہیں جمع کر کے ضرورت کی جگہوں پر تعلیق چڑھایا اور انکی حدیثوں کی تخریج کی، اللہ کی توفیق سے یہ کام پورا ہوا فالحمدللہ علی توفیقہ۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی اس عمل کو خالص اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور ہمارے شیخ کی حفاظت فرمائے، دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے، اور ہم سب کو حق پر قائم رکھے، ان ربی لسمیع الدعاء۔

کتبہ

ابو ہمام

محمد بن علی صومعی بیضانی



* شیخ احمد بن یحیٰ النجمی کی مختصر سوانح:

* نام نسب:

العلامہ المحدث احمد بن یحیی بن محمد بن شبیر النجمی آل شبیر۔ بنی حُمَّد خاندان سے آپ کا تعلق ہے جو کہ جازان صوبے میں ایک مشہور قبیلہ ہے۔

* ولادت:

شیخ کی ولادت نجامیہ نامی ایک بستی میں بتاریخ ۲۲/ شوال ۱۳۴۶ھ میں ہوئی ہے، آپ کی پرورش والدین کے ہاتھوں ہوئی آپ اپنے والدین کے اکلوتے اولاد تھے، آپ کے والدین نے نذر مانی تھی کہ اپنے اس اکلوتے بیٹے کو دنیاوی کاموں میں نہیں لگائیں گے، چنانچہ اللہ نے انکے ارادے کو پورا کیا یہاں تک کہ شیخ کو دیگر بچوں کے ساتھ کھیلنے کیلئے بھی نہیں جانے دیا جاتا تھا۔

جب آپ سن شعور کو پہونچ گئے تو بستی ہی کے مکتب میں ڈال دیا گیا جہاں آپ نے لکھنا پڑھنا اور قرآن پڑھنا سیکھا، آپ نے قرآن کو تین بار پڑھا؛ پہلی بار شیخ عبدہ بن محمد عقیل نجمی کے ہاتھ پر ۱۳۵۵ھ میں، پھر دوسری بار شیخ یحیی فقیہ عیسی کے ہاتھ پر ۱۳۵۸ھ میں، شیخ یمن کے تھے جو نجامیہ بستی میں پڑھانے آئے تھے انہیں کے ہاتھ پر آپ نے مکتب کی پڑھائی بھی کی ہے، اسی سال شیخ عبد اللہ قرعاوی تشریف لائے تھے اور دونوں کے درمیان استواء کے موضوع پر مناظرہ ہوا تھا جس میں شیخ یحیی فقیہ عیسی کو شکست ہوئی تھی، آپ اشعری عقیدے کے حامل تھے، اس شکست کے بعد آپ اس بستی کو چھوڑ کر بھاگ گئے، ارشاد باری تعالی ہے: (فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۴۵)۔

٭حصول تعلیم:

جب آپ کے اشعری استاذ بستی چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ اپنے دونوں چچا شیخ حسن بن محمد نجمی اور شیخ حسین بن محمد نجمی کے ساتھ کچھ دنوں تک شیخ قرعاوی کے شہر صامطہ جاتے رہے، لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکا، اور یہ واقعہ ۱۳۵۹ھ کا ہے۔

۱۳۶۰ھ کے ماہ صفر میں شیخ قرعاوی کی اجازت سے آپ نے مدرسہ سلفیہ میں داخلہ لے لیا، اور شیخ قرعاوی ہی کے حکم سے آپ نے تیسری بار شیخ عثمان بن عثمان حملی کے ہاتھ پر تجوید کے ساتھ قرآن پڑھا، ساتھ ہی تحفۃ الاطفال، ھدایۃ المستفید، الاصول الثلاثۃ، اربعین نوویہ پڑھا اور ساتھ ہی حساب اور خط نویسی بھی سیکھا۔

اسکے لئے آپ پہلے حلقے میں چھوٹے بچوں کے ساتھ بیٹھتے تھے جو ظہر تک ختم ہو جاتا، پھر ظہر کے بعد بڑا حلقہ شروع ہوتا جس میں شیخ قرعاوی خود پڑھاتے تھے، جو عشاء تک چلتا تھا، پھر اسکے بعد آپ اپنے دونوں چچاؤں کے ساتھ واپس اپنی بستی نجامیہ چلے جاتے۔

چار ماہ کے بعد شیخ قرعاوی کے مستقل طور پر بڑے حلقے سے جڑ جانے کی اجازت دے دی، چنانچہ آپ نے اس حلقے میں فرائض میں الرحبیہ، نحو میں الاجرومیہ، کتاب التوحید، بلوغ المرام، البیقونیہ، نخبۃ الفکر، اور اسکی شرح نزھۃ النظر، مختصرات فی السیرہ، تصریف العزی، شرح مائۃ عامل، اصول فقہ میں الورقات، العقیدہ الطحاویہ، الفیہ ابن مالک، فقہ میں الدرر البھیہ اور اسکی شرح الدراری المضیئۃ، یہ دونوں کتابیں علامہ شوکانی کی ہیں، ان کے علاوہ بھی کئی کتابیں آپ نے پڑھ ہیں خواہ وہ نصابی کتابیں ہوں یا چھوٹی بڑی غیر نصابی کتابیں ہوں، یا یہ کہ مراجعہ کیلئے مطالعہ میں آنے والی کتابیں ہوں جیسے نیل الاوطار، زاد المعاد، نور الیقین، الموطا اور الامھات۔

۱۳۶۲ھ میں شیخ قرعاوی نے حدیث کی بڑی کتابوں کو مختلف اوقات میں بانٹ رکھا تھا جیسے کہ صحیحین، سنن ابی داود، سنن نسائی، موطا مالک وغیرہ، مگر اس سال قحط کی وجہ سے پوری پڑھائی نہیں ہوسکی۔

۱۳۶۴ھ میں واپس آکر ان کتابوں کو شیخ قرعاوی سے مکمل کی اور پھر آپ نے سند اجازہ عطا کیا۔

۱۳۶۹ھ میں آپ نے شیخ ابراہیم بن محمد عمودی، اس وقت کے صامطہ کے قاضی تھے، سے اصلاح المجتمع اور فقہ میں شیخ عبدالرحمن بن سعدی کی کتاب الارشاد الی معرفۃ الاحکام پڑھی۔

اسی طرح شیخ قرعاوی کی اجازت سے شیخ علی بن عثمان صومالی سے شرح مائۃ عامل اور نحو و صرف کی دوسری کتابیں پڑھ لی۔

۱۳۸۴ھ میں مملکہ کے مفتی عام شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ کے درس میں حاضر ہوئے جہاں تقریبا دو ماہ تک تفسیر طبری کی تفسیر پڑھی۔اسی طرح اسی سال علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے جہاں تقریبا ڈیڑھ ماہ تک مغرب اور عشاء کے درمیان صحیح بخاری پڑھی۔

* اساتذہ کرام:

اوپر بہت سارے اساتذہ کا نام آچکا ہے اسی روشنی میں ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے:

۱- شیخ ابراہیم بن محمد عمودی، جو اس وقت شہر صامطہ کھ قاضی تھے۔

۲- شیخ حافظ بن احمد حکمی۔

۳- شیخ عبداللہ قرعاوی جو جنوب مملکہ کے بہت بڑے داعیہ اور علامہ مانے جاتے ہیں، سب سے زیادہ آپ نے انہیں سے علمی استفادہ کیا ہے۔

۴- شیخ عبدہ بن محمد بن عقیل نجمی۔
۵- شیخ عثمان بن عثمان حملی۔
۶- شیخ علی بن عثمان زیاد صومالی۔
۷- شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ۔
۸- شیخ یحی فقیہ عیسی یمنی۔

*تلامذہ:

آپ نے چونکہ درس وتدریس میں ایک لمبی مدت بتائی ہے جس کی وجہ سے آپ کے بہت سارے تلامذہ ہوئے ہیں، اور یہ مدت تقریبا نصف صدی بتائی جاتی ہے، اگر آپ کے تلامذہ کا نام شمار کرنے لگ جائیں تو کئی دفتر بھر جائیں گے، یہاں پر صرف چند معروف تلامذہ کا نام دے رہے ہیں:

۱- شیخ علامہ محدث ناصر السنہ ربیع بن ھادی المدخلی۔
۲- شیخ زید بن محمد مدخلی۔
۳- شیخ علی بن ناصر الفقیہی۔
انہیں تینوں پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ علمی حلقوں میں یہی تینوں زیادہ معروف ہیں۔

* آپ کی ذہانت:

شیخ بلند پائے کے ذہین تھے، آپ کا حافظہ بہت تیز تھا، اسکے لئے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو آپ کے بچپنے کا ہے، شیخ عمر بن احمد جردی مدخلی کہتے ہیں کہ شیخ احمد نجمی جب اپنے دونوں چچاؤں کے ساتھ صامطہ میں مدرسہ سلفیہ پڑھنے جاتے تھے اور جس وقت آپ کی عمر صرف ۱۳ / سال کی تھی،

آپ شیخ قرعاوی کا درس بیٹھ کر سنتے جسے شیخ بڑے بچوں پر پیش کرتے تھے،لیکن اس درس کو آپ سن کر یاد کرلیا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اسی لئے شیخ قرعاوی آپ کو بڑے بچوں کے حلقے میں بٹھایا کرتے تھے کیونکہ آپ کی دلچسپی اور تیز حافظے کو جانتے تھے۔

*علمی خدمات:

آغاز میں آپ شیخ قرعاوی کے مدرسے میں بلا معاوضہ پڑھاتے تھے،لیکن جب حکومت کی طرف سے وظائف ملنے لگے تو آپ کو نجامیہ بستی میں بطور استاذ کے مقرر کر دیا گیا، اور یہ تقرری ۱۳۶۷ھ میں ہوئی ہے۔

۱۳۷۲ھ میں آپ کو ابوسبیلہ نامی بستی میں بطور امام اور مدرس کے منتقل کر دیا گیا۔

۱۳۷۴ھ میں جب صامطہ کے اندر المعھد العلمی کھولا گیا تو وہاں پر آپ کو بطور استاذ کے مقرر کر دیا گیا لیکن ۱۳۷۴ھ میں آپ وہاں سے مستعفی ہو گئے تا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ میں بطور مدرس کے تقرری ہو جائے،لیکن کچھ ظروف ایسے پیش آئے کہ آپ وہاں نہیں پہونچ سکے۔

چنانچہ آپ کو بطور واعظ اور مرشد وزارت عدل کی طرف سے جازان میں مقرر کر دیا گیا اور وہاں آپ نے اچھی ذمیداری نبھائی۔

۱۳۸۷ھ میں دوبارہ آپ المعھد العلمی میں واپس آگئے جہاں بطور استاذ پڑھانے لگے۔

۱۳۸۹ھ میں صامطہ کے مدرسے میں مدرس کے طور پر مقرر کر دیئے گئے اور ۱۴۱۰ھ میں ریٹائرمنٹ تک یہیں پر رہے۔

۱۴۱۰ھ سے لیکر آج تک اپنے گھر ہی میں درس وتدریس میں مشغول ہیں۔

گھر کے علاوہ پڑوس کی مسجد میں اور علاقے کی دیگر مساجد میں دروس دیتے ہیں۔اسی طرح فتوی بھی دیتے ہیں، اور یہ سب آپ اپنے شیخ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے کرتے ہیں۔

* علمی آثار:

آپ نے بہت سارے علمی آثار چھوڑے ہیں جن میں کچھ مطبوع ہو چکے ہیں اور کچھ ابھی تک مطبوع نہیں ہو سکے ہیں، امید ہیکہ اللہ کی توفیق سے وہ بھی جلد ہی مطبوع ہو جائیں گے۔انہیں علمی آثار میں سے چند درج ذیل ہیں:

١-أوضح الإشارة في الرد على من اباح الممنوع من الزيارة.

٢-تأسيس الأحكام شرح عمدة الأحكام.

٣-تنزيه الشريعة عن إباحة الأغاني الخليعة.

٤-رسالة الإرشاد إلى بيان الحق في حكم الجهاد.

٥-رسالة في حكم الجهر بالبسملة.

٦-فتح الرب الودود في الفتاوى والردود.

٧-المورد العذب الزلال فيما انتقد على بعض المناهج الدعوية من العقائد والأعمال.

ان کے علاوہ بھی دیگر کئی کتابیں ہیں جن سے مسلمان مستفید ہو رہے ہیں۔وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔



(۱)

لماذا التوحید اولاً؟

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

پہلا رسالہ: لماذا التوحید اولا ؟

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين، وبعد:

مجھ سے بذریعہ ٹیلی فون (**لماذا التوحید اولا ؟**) کے عنوان سے خطاب کرنے کا مطالبہ کیا گیا، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فون کرنے والے کو یہ پتہ ہیکہ اسلامی عقیدے کی اصل اور بنیاد توحید ہی ہے، بلکہ عقیدے کی صحت اور اسکی قبولیت کیلئے یہ شرط ہے۔ اور یہ مشورہ اس لئے پیش کیا گیا تا کہ جسے دین اسلام کے اندر توحید کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو وہ بھی اسکی اہمیت سمجھ لے۔

حاشیہ:

توحید کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: توحید ربوبیت:

بندہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالی ہی رب ہے، وہی تنہا سارے جہان کا خالق و مالک اور رازق ومدبر کائنات ہے۔

دوسری قسم: توحید اسماء وصفات:

اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی تمام اسماء حسنی اور صفات کمال میں منفرد ہے، اسی طرح جیسا اس کی ذات کمال کے لائق اور زیبا ہے بلا کسی تحریف و تعطیل اور بلا نفی و تمثیل کے۔

تیسری قسم: توحید الوہیت:

اسی کو توحید عبادت بھی کہتے ہیں، اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی ہی ہر عبادت کا مستحق ہے، اور یہ کہ دین کو

اسی لئے خالص کرنا چاہئے۔

اگر بندہ پہلی قسم کا اعتراف کرلے اور اس قسم کا اعتراف نہ کرے تو اسے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ مشرکین مکہ اللہ کو خالق ومالک اور رازق ومدبر کائنات سب مانتے تھے اور یہ کہ اسکی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں ہے، پھر بھی اللہ نے انہیں کافر کہا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ) ترجمہ: آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ (یونس: ۳۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۱/ ۱۴۵) میں کہا کہ توحید کی دین اسلام کی بنیاد ہے، جس دین کے سوا اللہ کسی کو قبول نہیں کرے گا، اسی کی خاطر اللہ نے رسولوں کو مبعوث کیا ہے اور آسمانی کتابیں اتاری ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ) ترجمہ: اور ان سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنائے ہیں، جن کی عبادت کی جائے؟ (الزخرف: ۴۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔ (الانبیاء: ۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے

جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(النحل:۳۶)۔

اسی طرح اللہ نے ذکر کیا ہے کہ رسولوں میں سے ہر ایک نے اپنی دعوت کا آغاز اس قول سے کیا ہے: (يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ) ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔(الاعراف:۵۹)۔

میں کہتا ہوں کہ اسی سے ایک بندہ مسلم کو توحید کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا کہ اسے پورا کئے بغیر اسے دنیا وآخرت نہیں بھی نجات اور چین وسکون نہیں مل سکتا، اللہ تعالی ہم سب کو اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور مشرکین خو ذلیل ورسوا کرے، انہ سمیع مجیب۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مدارج السالکین (۳/ ۴۴۳) کے اندر نقل کیا ہے کہ توحید ہی وہ پہلا کلمہ ہے جس کے ذریعے ایک شخص اسلام کے اندر داخل ہوتا ہے، اور یہی وہ آخری کلمہ ہے جس کے ذریعے وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ".

ترجمہ: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کا آخری کلام (لا إله إلا الله) ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔(سنن ابی داود:۳۱۱۶)۔

اس طرح یہ پہلا اور آخری واجب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس نے اپنی زندگی میں توحید کے تقاضے کو پورا کیا وک اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی اسکو پورا کرتے ہوئے جائے گا، کیونکہ جو شخص جس پر جیتا ہے اسی پر مرتا ہے۔ اسلئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ توحید کے تقاضوں کو پورا کرے کیونکہ توحید ہی سب سے پہلی بنیاد ہے۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

توحید الوہیت ہی وہ توحید ہے جسکا حکم ہر رسول کو دیا گیا ہے، پہلے رسول نوح علیہ السلام سے لیکر آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:٣٦)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔(الانبیاء: ٢٥)۔

اور رسولوں میں سے ہر ایک نے اپنی قوم کے اندر اپنی دعوت کا آغاز اس قول سے کیا ہے:(يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ) ترجمہ: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔(الاعراف:٥٩)۔

حاشیہ:

ابن کثیر نے کہا کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو اسی وقت سے بھیجنا شروع کیا ہے جب سے قوم نوح کے اندر شرک پیدا ہوا ہے، چنانچہ نوح علیہ السلام کو اس سر زمین پر پہلا رسول بنا کر بھیجا اور آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری دنیا کیلئے بھیجا جو انس وجن سب کیلئے عام ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔(الانبیاء:

(۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ) ترجمہ: اوران سے پوچھ جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا،کیاہم نے رحمان کے سواکوئی معبود بنائے ہیں،جن کی عبادت کی جائے؟(الزخرف:۴۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ:اور بلاشبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرواور طاغوت سے بچو۔ (النحل:۳۶)۔

پھرایک مشرک کیسے یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر ہمارارب چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے جبکہ اللہ تعالی اپنے بندوں کیلئے کفرکو پسند نہیں کرتا ہے اسی لئے انکی طرف رسولوں کو بھیجااورکتابیں اتاریں؟! (تفسیرابن کثیر:۷/۳۱۰)

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے موقعوں پرقرآن کااسلوب یہ ہیکہ نفی کو اثبات سے جوڑکرپیش کرتا ہے،چنانچہ یہاں پر پہلے تمام غیراللہ کی عبادت کی نفی کردی گئی ہے، پھر اللہ کی عبادت کو ثابت کیا گیا ہے،اور یہی توحید کی حقیقت ہے،چنانچہ صرف نفی محض کوتوحید نہیں کہیں گے اوراسی طرح نفی کے بغیر صرف اثبات کو بھی توحید نہیں کہیں گے،ضروری ہے کہ اثبات اورنفی دونوں ایک ساتھ ہوں یہی کلمہ لاالہ الااللہ کی حقیقت ہے۔

توحید میں طاغوت کا کفراوراس سے بغض وکراہیت بھی شامل ہےاور یہ کہ اسکی پرستش سے کسی طور بھی راضی نہ ہوا جائے۔

آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تمام رسولوں کی بعثت کی حکمت صرف اللہ کی عبادت کرنا اور دوسروں کی پرستش سے روکنا ہے،اور یہ کہ تمام انبیاء کے دین کی اصل ایک ہی ہے،اوروہ اللہ کیلئے عبادت کو خالص کرنا ہے، گرچہ انکی شریعتیں مختلف ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا) ترجمہ:تم میں سے ہرایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اورایک طریقہ مقررکیا ہے۔(المائدہ:۴۸)۔

اوراس سے یہ بھی پتہ چلاکہ ایمان میں عمل داخل ہے برخلاف مرجئہ کے۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اور جب اللہ تعالی نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپ دس سالوں تک صرف توحید کی طرف دعوت دیتے رہے، پھر دس سال کے بعد نماز فرض کی گئی، اس کے بعد بھی آپ تین سال تک مکہ رہ کر توحید کی دعوت دیتے رہے، پھر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

حاشیہ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دعوت توحید کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا، اور نہ ہی کبھی سستی دکھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کفار کو توحید کی دعوت دیتے رہے، آپ بازاروں میں بھی جاتے تھے یہاں تک کہ لوگ آپ پر پتھر برساتے تھے، لیکن آپ دعوت توحید سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

مصنف بن ابی شیبہ (۱۴/ ۳۰۰) اور صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۸۲) میں یہ روایت وارد ہوئی ہے:

عن طارق المحاربي قال: رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - مر في سوق ذي المجاز وعليه حلة حمراء، وهو يقول: يا أيها الناس، قولوا: لا إله إلا الله تفلحوا، ورجل يتبعه يرميه بالحجارة قد أدمى كعبيه وعرقوبيه، وهو يقول: يا أيها الناس لا تطيعوه فإنه كذاب، فقلت: من هذا؟ قالوا: غلام بني عبد المطلب. فقلت: من هذا الذي يتبعه يرميه بالحجارة؟ قالوا: هذا عبد العزى أبو لهب.

ترجمہ: طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بازار "ذی المجاز" میں دیکھا؛ جب کہ میں خرید و فروخت میں مشغول تھا۔ آپ ﷺ سرخ جبہ زیب تن کیے ہوئے تھے اور بلند آواز سے یہ فرماتے جاتے تھے: "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، فلاح پاؤ گے"۔ ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا، جس سے آپ کی پنڈلی اور ایڑی خون آلود ہو گئے۔ وہ شخص ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا جاتا تھا: "اے لوگو! اس کی بات نہ سننا یہ جھوٹا ہے"۔ محاربی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ شخص (آپ ﷺ) کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لڑکا بنی عبد المطلب

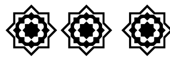
سے ہے۔(پھر) میں پوچھا: وہ شخص کون ہے جو اس کا پیچھا کر رہا ہے اور پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ آپؐ کا چچا عبدالعزی یعنی ابولہب ہے۔

اس حدیث کو شیخ وادعی نے الجامع الصحیح (۶/ ۲۵۸) کے اندر صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے اپنی کتاب الصحیح کے اندر یہ روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "بُعِثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعِينَ سَنَةً، فَمَكُثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِينَ، وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ".

ترجمہ: ہم سے مطر بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم سے روح نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں رسول بنایا گیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک وحی آتی رہی اس کے بعد آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ نے ہجرت کی حالت میں دس سال گزارے۔ (مدینہ میں) جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ (صحیح بخاری: ۳۹۰۲)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

پھر ہجرت کے دوسرے سال زکاۃ اور روزہ فرض کیا گیا، اسی لئے توحید ہی دین کا اصل اور اسکی بنیاد ہے جس پر یہ دین قائم ہے، اسی لئے جس نے توحید میں فساد برپا کیا بایں طور کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کی پرستش بھی کرے تو گویا اس نے پورے دین کو برباد کر دیا اور دین اسلام کے دائرے سے خارج ہو گیا، اسے مرتد کہا جاتا ہے اب اسکا سارا عمل برباد ہو جائے گا، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور بلا شبہ یقینا تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلا شبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقینا تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔(الزمر:٦٥)۔

اور عیسی علیہ السلام نے کہا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ) ترجمہ: بلا شبہ یقینا ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقینا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔(المائدہ:٧٢)۔

حاشیہ:

ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الفوائد (ص ۲۰۴) کے اندر کہا کہ اگر کوئی اپنے گھر کو مضبوط اور بلند رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے اسکی بنیاد مضبوط کرے، اس لئے کہ گھر کی مضبوطی اور بلندی اسکی بنیاد کی مضبوطی پر منحصر ہے، سو اعمال اور درجات گھر ہیں اور انکی بنیاد ایمان ہے، ایک مومن بندہ جو کہ عقل منداور عارف ہوتا ہے وہ اسی لئے پہلے اپنے ایمان کو مضبوط کرتا ہے، جب کہ ایم جاہل شخص بنیاد دیکھے بغیر دیوار کو بلند کرتے رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اسی کے اوپر گر جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے، یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(التوبہ:۱۰۹)۔

شرک سے اللہ تعالی نے ہمیں سختی کے ساتھ روکا ہے اور اس سے آگاہ کیا ہے، اور یہ واضح کر دیا ہے کہ شرک کا ارتکاب کرنے والا دوزخ میں جائے گا اور جب تک وہ شرک سے توبہ نہ کر لے اسے معاف نہ کیا جائے گا کیونکہ شرک کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے، والعیاذ باللہ، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقینا ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔(الانعام: ۸۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جب کہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقینا بہت بڑا ظلم ہے۔(لقمان:۱۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ) ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔(الحج:۳۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔ (النساء: ۴۸)۔

اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں شرک سے سختی کے ساتھ روکا ہے، جیسے کہ یہ حدیث:

عَنْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ لَقِيَ اللَّهَ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ، دَخَلَ النَّارَ ".

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "جو شخص اللہ سے ملے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس ملے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔" (صحیح مسلم: ۹۳)۔

اسی طرح اسی سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے:

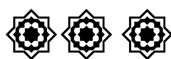
عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْمُوجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: " مَنْ مَاتَ، لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ، يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، دَخَلَ النَّارَ ".

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ دو باتیں کون سی ہیں جو واجب کرتی ہیں جنت کو اور جہنم کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مر جائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو شخص مر جائے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔" (صحیح مسلم: ۹۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ , قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ " لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا , وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ , وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا , فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ , وَلَا تَشْرَبْ الْخَمْرَ , فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ ".

ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو وصیت کی ہے کہ "تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا اگرچہ تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاؤ، اور جلا دیئے جاؤ، اور فرض نماز کو جان بوجھ کر مت چھوڑنا، کیونکہ جس نے جان بوجھ کر اسے چھوڑا تو اس پر سے اللہ کی پناہ اٹھ گئی، اور تم شراب مت پینا، کیونکہ شراب تمام برائیوں کی کنجی ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۴، امام البانی نے اسے صحیح کہا ہے: صحیح الجامع: ۷۳۳۹)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اس عظیم اصول اور بنیاد کے اندر اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس طرح یہ دو اجزاء پر مشتمل ہے: پہلا جزء (لاالہ) ہے، جس کے اندر اللہ کہ عبادت کے سوا ہر قسم کی بندگی کی نفی کی گئی ہے، اور دوسرا جزء (الااللہ) ہے جس کے اندر ہر طرح کی بندگی صرف اللہ کیلئے ثابت کی گئی ہے۔ کیونکہ اسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی، سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے۔ (فصلت: ۹)۔ اسکے بعد کی آیتیں بھی اسی حقیقت کو ثابت کرتی ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ [64] هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ [65] قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِيَ الْبَيِّنَاتُ مِن رَّبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ [64] وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب

ہے۔[65] کہہ دیں بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیلیں آئیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو جاؤں۔(غافر:٦٦)۔

توحید الوہیت پر استدلال کیلئے اس طرح کی آیتیں بہت ہیں۔

حاشیہ:

مسلمانوں میں بہت سارے لوگ جو اس عظیم کلمے کو صبح وشام دہراتے ہیں مگر اسکا مفہوم نہیں جانتے، مگر انہیں آپ دیکھیں گے کہ وہ کسی کی قبر پر جا کر اس سے فریاد کر رہے ہیں، شفایابی طلب کر رہے ہیں، ایسے لوگ صرف اس کلمہ کو یاد رکھتے ہیں مگر اسکا معنی ومطلب اور اس کا اصل مقصد نہیں جانتے، اسکے تقاضوں کو یہ ضائع کر دیتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جان لیں کہ کلمہ لا الہ الا اللہ عالی شرف والا قیمتی کلمہ ہے، جو اسے مضبوطی کے ساتھ تھام کر رکھتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا اور غیر اللہ کی پرستش سے انکار کر دیا اسکا جان ومال محفوظ ہو گیا اور اب اسکا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

حدیث سے واضح ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا لفظ اور معنی ہے، لیکن لوگ اس بارے میں تین فرقوں میں بٹ گئے ہیں:

پہلا فرقہ: کچھ لوگ اسے زبان سے اقرار کرتے ہیں اور اسکے تقاضوں کو پورا بھی کرتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اسکا معنی ہے جس پر وہ عمل بھی کرتے ہیں، اور یہ کہ اسکے کچھ نواقض ہیں جن سے وہ اجتناب کرتے ہیں۔

دوسرا فرقہ: کچھ لوگ زبان سے بظاہر ادا کرتے ہیں لیکن دل میں کفر اور شرک کو چھپا کر رکھتے ہیں۔

تیسرا فرقہ: کچھ لوگ اسے زبان سے ادا کرتے ہیں لیکن اسکے معنی پر عمل نہیں کرتے بلکہ اسکے نواقض کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا) ترجمہ: وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع

ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔(الکہف: ۱۰۴)۔

ان میں جو پہلا فرقہ ہے وہ کامیاب ہے، اور یہی حقیقی مومن ہیں۔

دوسرا فرقہ منافقین کا ہے۔

تیسرا فرقہ مشرکین کا ہے۔

اس طرح لاالہ الااللہ ایک قلعہ ہے، مغز ہے، اور جسم کے مقابلے روح ہے، چنانچہ جس طرح بغیر روح کے جسم کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح بغیر توحید کے دین کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے زبانی اقرار کے ساتھ اسکے تقاضوں پر عمل کرنے اور اسکے نواقض سے اجتناب کرنے کی ضرورت ہے۔(الدرر السنیہ: ۲/ ۱۱۲)



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

چنانچہ جس نے اس بات کی شہادت دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تو اس نے کامیابی حاصل کرلی اور خسارے سے نجات پا گیا، ارشاد باری تعالی ہے: (وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ترجمہ: زمانے کی قسم! [1] کہ بے شک ہر انسان یقینا گھاٹے میں ہے۔ [2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ (العصر)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ) ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ (الانعام: ۸۲)۔

چنانچہ جس نے اس کلمہ کی گواہی دی اسکے معنی کا اعتقاد رکھتے ہوئے اور اسکے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تو گویا اس نے سعادت دارین حاصل کرلیا، یہی وہ کلمہ ہے جس کی وجہ سے اللہ نے رسول کو مبعوث کیا ہے، اپنی کتابوں کو اتارا ہے، اور اسی کلمے کی خاطر دنیا و آخرت نیز جنت و دوزخ کی تخلیق کی ہے، اور اسی پر سعادت اور شقاوت کی بنیاد ہے، اسکے قائلین کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اور اسکے میزان کو بھاری کیا جائے گا، وہ پل صراط پر آسانی سے گزر جائے گا، اور دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہو جائے گا، اور آخرت میں اسی کلمہ ہے بارے میں سوال ہوگا، ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ) ترجمہ: تو یقینا ہم

ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقینا ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔(الاعراف:٦)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ[65] فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ[66] فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَى أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ) ترجمہ:اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟[65] تو اس دن ان پر تمام خبریں تاریک ہو جائیں گی،سو وہ ایک دوسرے سے (بھی) نہیں پوچھیں گے۔[66] پس رہا وہ جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا،سو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔(القصص:٦٧)۔

حاشیہ:

لا الہ الا اللہ کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔علامہ حافظ حکمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب معارج القبول (٢/ ٥١٦) کے اندر کہا کہ لا کی خبر محذوف ہے جسکی تقدیری عبارت (لامعبود بحق) ہے،اور کتاب وسنت کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا ہے،لیکن جو لوگ اس کی خبر (موجود) مانتے ہیں اس سے وحدت الوجود کا مفہوم پیدا ہوتا ہے،کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود موجود نہیں ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر وہ معبود جسکی پرستش کی جائے خواہ برحق پرستش ہو یا باطل وہ اللہ ہے،اس طرح مشرکین جن چیزوں کی پرستش کرتے تھے جیسے سورج چاند،شجر وحجر اور ملائکہ،انبیاء اور اولیاء وصلحاء وغیرہ سب اللہ ہیں،اور اس طرح یہی انکے نزدیک توحید ہوگا جبکہ یہ سب سے بڑا قبیح کفر ہے۔

اس کے اندر تمام رسولوں کی رسالتوں کا انکار ہے،تمام آسمانی کتابوں کا انکار ہے،تمام شریعتوں کا انکار ہے،

ساتھ ہی تمام کفار کا اس میں تزکیہ ہے کہ کوئی کسی کی بھی پرستش کرے وہ توحید پر قائم ہے، اس طرح اس کے نزدیک کوئی بھی مشرک نہیں ٹھہرے گا بلکہ ہر کوئی موحد ہوگا۔

اس طرح خبر موجود کو ماننا کسی طور بھی جائز نہیں ہے۔

مزید یہ جاننا بھی ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے سات شرائط ہیں جن کا پورا کرنا واجب ہے:

۱-علم جو جہالت کے منافی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے: (فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ترجمہ: سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(محمد:۱۹)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُثْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مرجائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔" (صحیح مسلم: ۲۶)۔

۲-یقین جو شک کے منافی ہے:

بایں طور کہ اس کلمے کا اقرار کرنے والا اسکے معنی کا یقین بھی کرے کیونکہ بغیر یقین کے اسے زبانی طور پر صرف کہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اسکے لئے علم یقین ضروری ہے، ظنی علم کافی نہیں ہے، پھر اسکا کیا حال ہوگا جو اس تعلق سے شک میں مبتلا ہو، ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ) ترجمہ: مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔(الحجرات:۱۵)۔

شک کرنے والا منافقین میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ) ترجمہ: یہ اجازت تو

تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔(التوبہ:۴۵)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا، إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے (وہی سچا اللہ ہے باقی سب جھوٹے معبود ہیں) اور میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جو بندہ اللہ سے ملے اور ان دونوں باتوں میں اس کو شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (صحیح مسلم:۲۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: مَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کر دے کہ اس کے لیے جنت ہے۔(صحیح مسلم:۳۱)۔

۳- قبول اور تسلیم جو انکار کے منافی ہے: ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ[35] وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ) ترجمہ: بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔[35] اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟ (الصافات:۳۶)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللَّهُ بِهِ عَزَّ

وَجَلَّ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوا مِنْهَا، وَسَقَوْا، وَرَعَوْا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللَّهُ بِهِ، فَعَلِمَ، وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مثال اس کی جو اللہ نے مجھ کو دیا ہدایت اور علم، ایسی ہے جیسے مینہ برسا زمین پر، اس میں کچھ حصہ ایسا تھا جس نے پانی کو چوس لیا، اور چارا اور بہت سا سبزہ جمایا، اور کچھ حصہ اس کا کڑا سخت تھا، اس نے اس پانی کو سمیٹ رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اس سے، لوگوں نے اس سے پیا اور پلایا اور چرایا (بخاری کی روایت میں » زَرَعُوا « ہے یعنی کھیتی کی اس سے) اور کچھ حصہ اس کا چٹیل میدان ہے نہ تو پانی کو روکے، نہ گھاس اگائے، (جیسے چکنی چٹان کہ پانی لگا اور چل دیا) تو یہ مثال ہے اس کی جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اللہ نے اس کو فائدہ دیا اس چیز سے جو مجھ کو عطا فرمائی، اس نے آپ بھی جانا اور اوروں کو بھی سکھایا۔ اور جس نے اس طرف سر نہ اٹھایا (یعنی توجہ نہ کی) اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا جس کو میں دے کر بھیجا گیا۔" (صحیح مسلم: ۲۲۸۲)۔

۴- انقیاد و فرمانبرادی جو ترک و نافرمانی کے منافی ہے:

ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا) ترجمہ: اور دین کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دیا، جب کہ وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنالیا۔ (النساء: ۱۲۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ) ترجمہ: اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (الزمر: ۵۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنۡ يُسۡلِمۡ وَجۡهَهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَهُوَ مُحۡسِنٞ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰۗ وَإِلَى ٱللَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلۡأُمُورِ) ترجمہ: اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح پکڑ لیا اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔(لقمان: ۲۲)۔

۵-سچائی جو جھوٹ کے منافی ہے: یعنی اسے سچے دل سے اقرار کرے زبان اور دل دونوں موافق ہوں، ارشاد باری تعالی ہے:(الٓمٓ [1] أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتۡرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُونَ [2] وَلَقَدۡ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۖ فَلَيَعۡلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعۡلَمَنَّ ٱلۡكَٰذِبِينَ) ترجمہ: الم۔ [1] کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ [2] حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔(العنکبوت: ۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَمَا هُم بِمُؤۡمِنِينَ [8] يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَمَا يَخۡدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُونَ [9] فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٞ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضٗاۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمُۢ بِمَا كَانُواْ يَكۡذِبُونَ) ترجمہ: اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔ [8] اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ [9] ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔(البقرہ: ۱۰)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنۡ معاذ بن جبل، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنۡ أَحَدٍ يَشۡهَدُ أَنۡ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدۡقًا مِنۡ قَلۡبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ.

ترجمہ: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ تعالی

اس کو (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے۔(صحیح بخاری:۱۲۸)۔

۶-اخلاص جوشرک کے منافی ہے:

یعنی کوئی عمل کریں اس میں اخلاص کی نیت ہو جوشرک کے تمام شائبوں سے پاک ہو، ارشاد باری تعالی ہے :(إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ[2] أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ) ترجمہ: بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔[2] خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔(الزمر:۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) ترجمہ: اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔(البینہ:۵)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کسے ملے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے حدیث کے متعلق تمہاری حرص دیکھ لی تھی۔ سنو! قیامت میں سب سے زیادہ فیض یاب میری شفاعت سے وہ شخص ہوگا، جو سچے دل سے یا سچے جی سے (لا إله إلا الله) کہے گا۔(صحیح بخاری:۹۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عتبان بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ.

ترجمہ: سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے آگ پر اس کو جو لا الہ الا اللہ کہے اور اس کہنے سے اللہ کی رضا چاہتا ہو۔" (صحیح مسلم: ۳۳)۔

۷۔محبت جو بغض کے منافی ہے۔یعنی اس کلمے سے محبت، اسکے تقاضوں سے محبت اور اسکے قائلین سے محبت ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ) ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنالیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں اور کاش! وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا اس وقت کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو جان لیں) کہ قوت سب کی سب اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔(البقرہ: ۱۶۵)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(المائدہ: ۵۴)۔

اور اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الإِيمَانِ، مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا

لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” تین باتیں ہیں، جس میں ہوں گی، وہ ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس اور حلاوت پائے گا۔ ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبت رکھے، دوسرے یہ کہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے واسطے دوستی رکھے (یعنی دنیا کی کوئی غرض نہ ہو نہ اس سے ڈر ہو)، تیسرے یہ کہ کفر کو پھر اختیار کرنا بعد اس کے اللہ نے اس کو نجات دی اس کو اتنا برا جانے جیسے آگ میں پڑنا۔“ (صحیح مسلم: ۴۳)۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے کہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے ان تمام امور میں جن کا آپ نے حکم دیا ہے، آپ کی تصدیق کی جائے ان تمام امور میں جنکی آپ خبر دی ہے، اور اجتناب کیا جائے ان تمام امور سے جن سے آپ نے منع کیا ہے اور یہ کہ اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کی جائے جو طریقہ آپ نے مشروع کیا ہے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اقرار اور دل میں یہ ایمان لایا جائے کہ محمد بن عبد اللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے تمام انس وجن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور اس گواہی کا تقاضہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے ان تمام امور میں جن کا آپ نے حکم دیا ہے، آپ کی تصدیق کی جائے ان تمام امور میں جنکی آپ خبر دی ہے، اور اجتناب کیا جائے ان تمام امور سے جن سے آپ نے منع کیا ہے اور یہ کہ اللہ کی عبادت اسی طریقے سے کی جائے جو طریقہ آپ نے مشروع کیا ہے۔

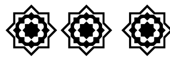
اور اس گواہی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ یہ اعتقاد بالکل نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی ربوبیت میں، تدبیر کائنات میں یا عبادت میں کوئی حق ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے ہیں نہ کہ معبود، اللہ کے سچے رسول ہیں، نہ کہ جھوٹے دعویدار، آپ کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ

ہوں۔میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتا ہے۔سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ (الانعام:۵۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا [21] قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں [21] کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا۔ (الجن:۲۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) ترجمہ: کہہ دیں میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔(الاعراف:۱۸۸)۔

اس سے پتہ چلا کہ عبادت کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ کوئی اور۔ (شرح اصول الثلاثۃ،ص ۷۵)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

ہمارے شیخ حافظ بن احمد حکمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب معارج القبول (۲/ ۵۱۰) کے اندر کہتے ہیں: توحید سب سے بڑی نعمت ہے جو اللہ کی طرف سے اسکے بندوں کو عنایت ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے سورہ نحل جو کہ نعمتوں والی سورت ہے اس کے آغاز میں سب سے پہلے اسی عظیم نعمت کا ذکر کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ) ترجمہ: وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ خبردار کر دو کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ سے ڈرو۔ (النحل: ۲)۔

یہی کلمہ شہادت ہے، یہی دار سعادت کی چابی ہے، یہی دین کی اصل اور بنیاد ہے، بلکہ تمام ارکان دین اور فرائض میں یہ شرط اولین ہے، جسکی پابندی از حد ضروری ہے اور جسکے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے اسی لئے اسے مضبوط کڑا کہا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقینا اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۵۶)۔

یہی وہ عہد و پیمان ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (ا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا) ترجمہ: وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر جس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے لیا۔ (مریم: ۸۷)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ کی گواہی اور غیر

اللہ کی عبادت سے براءت کا اظہار ہے۔

اور اسی سے مراد وہ سب سے اچھی بات ہے جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے: (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى [5] وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى [6] فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى) ترجمہ: پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ [5] اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ [6] تو یقینا ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ (اللیل: ۷)۔

اور یہی کلمہ حق ہے جس کا ذکر اللہ نے این مقام پر کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) ترجمہ: اور وہ لوگ جنھیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔ (الزخرف: ۸۶)۔

اور یہی کلمہ تقوی ہے جس کا ذکر اللہ نے این مقام پر کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا) ترجمہ: اور انھیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے لائق تھے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (الفتح: ۲۶)۔

حاشیہ:

شیخ علامہ حافظ بن احمد بن علی الحکمی مملکت سعودی عرب کے ایک بڑے نامور سلفی عالم گزرے ہیں، مملکہ کے جنوبی علاقے تہامہ سے آپ کا تعلق ہے، حافظہ میں آپ ایک نشانی تھے نوجوانی ہی کی عمر میں ۱۳۷۷ھ کے اندر آپ کی وفات ہوگئی۔

حکمی دراصل قبیلہ مذحج کی ایک شاخ الحکم بن سعد العشیرہ کی طرف ہے۔

سلم الوصول، اسکی شرح معارج القبول اور الاعلام المنشورہ آپ کی معروف اور مقبول کتابیں ہیں۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ توحید کا بیان ہے جس میں لا الہ الا اللہ کی گواہی ہے جو بندوں پر اللہ کا حق ہے، اور یہ نماز، زکاۃ اور روزے سے بڑا فرض ہے، اللہ اس بندے پر رحم کرے جو اپنے اعمال میں مخلص ہو، اسے یہ معلوم ہو کہ جنت اور دوزخ بھی ہے اور اللہ نے ہر ایک کیلئے اعمال پیدا کرر کھے ہیں، اور جنت کیلئے سب سے بنیادی عمل توحید باری تعالی ہے، جو قیامت کے روز اس عمل کے ساتھ حاضر ہوگا وہی یقینی طور پر جنتی ہوگا گرچہ اسکے پاس پہاڑوں جیسے گناہ ہوں گے۔

اور دوزخی اعمال میں سب سے بڑا عمل شرک ہے، جو اس کے ساتھ مرے گا وہ قیامت کے روز کتنی ہی عبادت اور نیکیوں کے ساتھ حاضر ہو وہ قطعی طور پر دوزخی ہی ہوگا۔ انہیں لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا) ترجمہ: اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔ (الفرقان: ۲۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ) ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے جو انھوں نے کمایا، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔ (ابراہیم: ۱۸)۔

اللہ اس بندے پر رحم فرمائے جو اس اہم معاملے سے پہلے ہی متنبہ ہو جائے تاکہ بروز قیامت ہاتھوں کو چبانا نہ پڑے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا) ترجمہ: اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ (الفرقان: ۲۷)۔ (الدرر السنیہ: ۲/ ۱۰۰)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

یہیں سے ہمیں پتہ چلا کہ توحید کی پابندی سب سے پہلے ضروری کیوں ہے، اور دعوت دین میں سب سے پہلے اسی سے آغاز کیوں کیا جاتا ہے، اور یہ کہ یہی دین کی اصل اور بنیاد کیوں ہے کہ دین اسلام بغیر توحید کے اس عمارت جیسی ہے جسکی کوئی بنیاد ہی نہ ہو۔

یہیں سے ہمیں ان لوگوں کی گمراہی کا بھی علم ہوا جو اسکے خلاف دعوت دیتے ہیں، اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کھوئی ہوئی خلافت کو واپس لا رہے ہیں، ہم ایسے لوگوں سے کہیں گے کہ اللہ نے ہمیں توحید کی دعوت کا حکم دیا ہے جس کی طرف تمام رسولوں نے دعوت دی ہے اور اللہ ہم سے اسی توحید کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ رسولوں کی دعوت پر تم نے لبیک کہا تھا؟ لہذا تباہی اور خسارہ ہے ایسے لوگوں کیلئے جو خلافت حکومت کے قیام کیلئے پوری زندگی ضائع کر رہے ہیں اور ان لوگوں کیلئے بھی خسارہ ہے جو اس باطل دعوت کی طرف بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحیی النجمی

۱۷/ ۴/ ۱۴۲۶ھ

حاشیہ:

دراصل اس فقرے سے شیخ کا اشارہ اخوان المسلمون جیسی تنظیموں کی طرف ہے جو اس قسم کے جھوٹے دعوے کرتی ہے، چنانچہ حسن بنا نے اپنی کتاب مجموع الرسائل (ص ۲۴۷) میں کہا کہ ہماری جماعت کا مقصد تمام اسلامی

خطوں کے درمیان روابط کا مضبوط کرنا ہے جوکہ کھوئی ہوئی خلافت کو واپس لانے کی ایک تمہید ثابت ہوگی۔

اسی کتاب کے ص ۱۷۸ پر کہتے ہیں کہ اسلام دین اور حکومت دونوں کا نام ہے جس میں ایک طرف مصحف ہے تو دوسری طرف تلوار ہے۔

اسی صفحے پر الاخوان المسلمون والخلافۃ کے عنوان سے مزید کہا کہ اخوان المسلمون اسی لئے خلافت کی واپسی کو اپنے منہج میں سب سے اوپر رکھتے ہیں۔

اسی کے رد میں شیخ احمد نجمی نے اپنی کتاب المورد العذب الزلال (ص ۲۱۱) کے اندر کہا کہ یک تو ہر گر چہ ایک حیثیت صحیح ہے کہ دین کے لئے حکومت کا ہونا ضروری ہے کہ جو اس کی حفاظت کرے اور حدود کو قائم کرے مگر یہ بھی صحیح ہے کہ ہمیں قیام حکومت کی دعوت کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے، بلکہ ہمیں اس دین حق کی طرف دعوت دینے کا مکلف بنایا گیا ہے جو توحید خالص پر قائم ہو جسکے لئے اللہ نے تمام رسولوں کو مبعوث کیا اور اپنی طرف سے کتابیں اتاری، اور جسکے لئے خونریز لڑائیوں ہوئیں اور جسکی خاطر جنت اور دوزخ کو پیدا کیا گیا کہ جو اس کے تقاضوں پر عمل کرے وہ جنت میں جائے گا اور جو اسکا انکار کرے وہ دوزخ میں جائے گا، اور یہی تمام رسولوں اور نبیوں کی دعوت رہی ہے۔

کسی ایک بھی نبی یا رسول کے بارے میں یہ نہیں معلوم کہ اس نے حکومت اور خلافت کے قیام کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہو، اللہ نے بہت سارے نبیوں کا قصہ بیان کیا ہے اور اسکے بعد ہمیں انہی کے نقش قدم پر چلنے کا حکم بھی دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ) ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، کہہ میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔ (الانعام: ۹۰)۔

اور اللہ تعالی ایسی کوئی دعوت قبول نہیں کرے گا جسکی بنیاد ان اصولوں پر نہ ہو جن پر رسولوں کی دعوت کی بنیاد تھی۔

دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ممالک میں جہاں پر شریعت کا نفاذ ہوتا ہے حدود و

قصاص قائم کیے جاتے ہیں پھر بھی وہ وہاں پر قائم خلافت کی دعوت دیتے ہیں، ایسی دعوت حکومت کے خلاف خروج و بغاوت کہلائے گی اور مذمت اور سزا کا مستحق ٹھہرے گی۔ و باللہ التوفیق۔



(۲)

معالم التوحید فی الحج

تالیف:

شیخ احمد بن یحی النجمی

تعلیق:

ابو ہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره, ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له, و من يضلل فلا هادي له, وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له, وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين, أما بعد:

دراصل مجھے حج کمیٹی کی طرف سے دینی بیداری پروگرام کے اندر (حج میں توحید کے معالم) کے عنوان پر خطاب کرنے کی دعوت پیش کی گئی، وہ توحید جوکہ دین کے لئے اساس اور بنیاد ہے بلکہ اسکے لئے شرط اولین ہے کہ جس کے بغیر وہ قابل قبول ہی نہیں ہے، اگر توحید نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں، ارشاد باری تعالی ہے: (وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا) ترجمہ: اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنادیں گے۔(الفرقان: ٢٣)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ) ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے سخت پیاسا آدمی پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے تو وہ اسے اس کا حساب پورا چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔(النور: ٣٩)۔

ایک مشرک کا جس طرح کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اسی طرح اسکا کوئی گناہ بھی معاف نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقینا اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔(النساء:۴۸)۔

اسی لئے اس پر جنت حرام اور دوزخ میں جانا یقینی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ) ترجمہ: بلاشبہ یقینا ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقینا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔(المائدہ:۷۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ) ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے جو انھوں نے کمایا، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔(ابراہیم:۱۸)۔

یہ ساری برائیاں توحید کی ضد شرک اکبر کی وجہ سے جنم لیتی ہیں، اس میں توحید کی اہمیت اور اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ توحید کے نہ ہونے کی وجہ سے عظیم فساد اور برائیاں جنم لیتی ہیں۔

اور جہاں تک حج کا تعلق ہے تو اسکی بنیاد ہی توحید پر ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ[26] وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ) ترجمہ: اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کردی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔ [26] اور لوگوں میں حج کا اعلان کردے، وہ تیرے پاس پیدل اور ہر لاغر سواری پر آئیں گے، جو ہر دور دراز راستے سے آئیں گی۔ (الحج: ۲۷)۔

شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اپنی تفسیر تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان : ۵/ ۲۸۸ پر مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کو مکہ میں چھوڑ دیا، اللہ نے آپ کو وہاں پر بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا کہ اسکی بنیاد تقوی پر رکھیں، اللہ کی اطاعت پر اس کی بنیاد اٹھائیں چنانچہ اسے آپ نے اپنے لڑکے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تعمیر کیا، اسکے بعد اللہ نے حکم دیا کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اپنے اعمال کو اسکے خالص کرلیں، اور اسکے گھر کو اسی کے نام پر بنائیں۔

اللہ نے فرمایا: (میرے گھر کو پاک کردیں) یعنی شرک اور معاصی سے اور دیگر تمام گندگیوں اور نجاستوں سے، یہاں پر اللہ نے اس گھر کی نسبت اپنی طرف کی ہے اسکی فضیلت اور شرف کی وجہ

سے، اور اس لئے تا کہ لوگ اس سے محبت کریں اور وہاں جا کر اسکے لئے عبادت اور طواف کریں، ذکرواذکار اور تلاوت کریں اور ساتھ علم دین بھی حاصل کریں۔

اور رکوع سجدہ کرنے والوں سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں جنکے لئے حکم دیا گیا کہ اس گھر کو نمازیوں کیلئے اور عبادت کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھو؛ شور وشغب سے بھی پاک رکھو تا کہ انہیں تشویش نہ ہو۔

یہاں پر اعتکاف اور نماز پر طواف کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ طواف صرف اسی گھر کیلئے خاص ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے یہ خصوصیت اور امتیاز اس لئے رکھا ہے کیونکہ آپ توحید کے سچے داعی تھے اس پر عمل پیرا تھے اور شرک سے حد درجہ بغض رکھتے تھے، آپ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ کس طرح آپ نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور شرک و بت پرستی سے روکا بلکہ ان کے بتوں کو توڑ دیا یہاں تک کہ انکی قوم نے آپ کو آگ میں ڈال دیا جو کہ بحکم الہی آپ کیلئے ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن گئی۔ اسی لئے اللہ نے آپ کو بیت اللہ کی جگہ پر ٹھہرایا اور اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا، تا کہ وہاں سے توحید کی دعوت عام ہو اور شرک کا خاتمہ ہو، ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ) ترجمہ: اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع ،سجود کرنے والوں کے لیے پاک کر۔ (الحج:٢٦)۔

حاشیہ:

وہ آگ ابراہیم علیہ السلام کیلئے کیسے ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن گئی اللہ نے تفصیل سے قرآن میں بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ[57] فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ[58] قَالُوا مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ[59] قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ[60] قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ[61] قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ[62] قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ) ترجمہ: اور اللہ کی قسم! میں ضرور ہی تمھارے بتوں کی خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔ [57] پس اس نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے ان کے ایک بڑے کے، تاکہ وہ اسی کی طرف رجوع کریں۔ [58] انھوں نے کہا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں سے ہے۔ [59] لوگوں نے کہا ہم نے ایک جوان کو سنا ہے، وہ ان کا ذکر کرتا ہے، اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ [60] انھوں نے کہا پھر اسے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لاؤ، تاکہ وہ گواہ ہو جائیں۔ [61] انھوں نے کہا کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے اے ابراہیم!؟ [62] اس نے کہا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ کیا ہے، سو ان سے پوچھ لو، اگر وہ بولتے ہیں۔ (الانبیاء: ۶۳)۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:(فَرَجَعُوا إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ[64] ثُمَّ نُكِسُوا عَلَى رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ[65] قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ[66] أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[67] قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ[68] قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ[69] وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ) ترجمہ: تو وہ اپنے دلوں کی طرف لوٹے اور کہنے لگے یقیناً تم خود ہی ظالم ہو۔ [64] پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ [65] کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ نفع دیتی ہے اور نہ تمھیں نقصان پہنچاتی ہے؟ [66] اف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، تو کیا تم سمجھتے نہیں۔ [67] انھوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم کرنے والے ہو۔ [68] ہم

نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔[69]اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔(الانبیاء:۷۰)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

پھر اسی سیاق میں اللہ تعالی نے اسی وصیت کو بطور تاکید دوبارہ دہراتے ہوئے فرمایا:(ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ [30] حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ) ترجمہ: یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے اور تمھارے لیے مویشی حلال کر دیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تمھیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ [30] اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔(الحج:۳۱)۔

شرک میں واقع ہونے والے کی عجیب تصویر کشی کی گئی ہے، گویا وہ کسی پہاڑی چوٹی کی بلندی سے گر رہا ہو یا کسی فلک بوس بلند عمارت سے نیچے کی طرف آرہا ہو یا کسی بلند جگہ سے زمین پر گر رہا ہو اور پھر اسے راستے ہی میں پرندے اچک لیں، یا ہوا کسی دور گہری کھائی میں اٹھا کر پھینک دے۔

اس تصویر کشی کے اندر شرک کی بھیانک خرابی اور اسکے بدترین نتائج کا اظہار ہے تاکہ لوگ اس سے نفرت کریں اور اس سے دور رہیں، اسی کو دوسری جگہ کچھ اس طرح ذکر کیا ہے تاکہ لوگ اس سے دور رہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ

الْمُخْبِتِينَ[34] الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ) ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے، تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔ سو تمھارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے فرماں بردار ہو جاؤ اور عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنا دے۔ [34] وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (الحج:۳۵)۔

*حج ایک یادگار ہے۔

حج کے اندر ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی یادگار ہے اور اسکی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہاں پر اپنی ذریت کو بسائیں، چنانچہ آپ نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو وہاں پر بسا دیا، جہاں کوئی انسان نہیں رہتا تھا جو ہر چہار جانب سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جہاں نہ کوئی پانی اور چارہ تھا۔ صحیح بخاری کے اندر کتاب الانبیاء میں اسکی پوری تفصیل وارد ہوئی ہے:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:" أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ

وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ، فَقَالَتْ لَهُ: ذَلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: إِذًا لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ حَتَّى بَلَغَ يَشْكُرُونَ سورة إبراهيم آية 37 وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى أَوْ، قَالَ: يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتْ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيدُ نَفْسَهَا، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ

فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ أَوْ، قَالَ: بِجَنَاحِهِ حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ، قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا، قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا: الْمَلَكُ لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللَّهِ يَبْنِي هَذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ لَعَهْدُنَا بِهَذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا، قَالَ: وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ، فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ، فَقَالَتْ: نَعَمْ وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ

تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ، قَالَتْ: نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ، قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ، قَالَتْ: نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكِ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ، فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا، قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ، فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ، قَالَتْ: اللَّحْمُ، قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ، قَالَتْ: الْمَاءُ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ، قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ، قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ، قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟، قَالَتْ: نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ، قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ، قَالَتْ: نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ، قَالَ: ذَاكِ

أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ، ثُمَّ قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ، قَالَ: وَتُعِينُنِي، قَالَ: وَأُعِينُكَ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا، قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ سورة البقرة آية 127، قَالَ: فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ سورة البقرة آية 127".

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ایوب سختیانی اور کثیر بن کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ نے۔ یہ دونوں کچھ زیادہ اور کمی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، وہ دونوں سعید بن جبیر سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، عورتوں میں کمر پٹہ باندھنے کا رواج اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ علیہا السلام) سے چلا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے کمر پٹہ اس لیے باندھا تھا تاکہ سارہ علیہا السلام ان کا سراغ نہ پائیں (وہ جلد بھاگ جائیں) پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل کو ابراہیم (علیہما السلام) ساتھ لے کر مکہ میں آئے، اس وقت ابھی وہ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو کعبہ

کے پاس ایک بڑے درخت کے پاس بٹھا دیا جو اس جگہ تھا جہاں اب زمزم ہے۔ مسجد کی بلند جانب میں۔ ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا۔ اس لیے وہاں پانی نہیں تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لیے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام (اپنے گھر کے لیے) روانہ ہوئے۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم! اس خشک جنگل میں جہاں کوئی بھی آدمی اور کوئی بھی چیز موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے۔ آخر ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر ہاجرہ علیہا السلام بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے گا، وہ ہم کو ہلاک نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے۔ جب وہ ثنیہ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے تو ادھر رخ کیا، جہاں اب کعبہ ہے (جہاں پر ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو چھوڑ کر آئے تھے) پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو اس بے آب و دانہ میدان میں تیری حرمت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے (سورۃ ابراہیم) (یش ※ رون ※) تک۔ ادھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں۔ آخر جب مشک کا سارا پانی ختم ہو گیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں اور ان کے لخت جگر بھی پیاسے رہنے لگے۔ وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا بیٹا (پیاس کی شدت سے) پیچ و تاب کھا رہا ہے یا (کہا کہ) زمین پر لوٹ رہا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہوتا تھا۔ صفا پہاڑی وہاں سے نزدیک تر تھی۔ وہ (پانی کی تلاش میں) اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر

آئے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آیا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا لیا (تاکہ دوڑتے وقت نہ الجھیں) اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے سات چکر لگائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صفا اور مروہ کے درمیان) لوگوں کے لیے دوڑنا اسی وجہ سے مشروع ہوا۔ (ساتویں مرتبہ) جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے کہا، خاموش! یہ خود اپنے ہی سے وہ کہہ رہی تھیں اور پھر آواز کی طرف انہوں نے کان لگا دیئے۔ آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی۔ اگر تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں اب زمزم (کا کنواں) ہے، وہیں ایک فرشتہ موجود ہے۔ فرشتے نے اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کر دیا، یا یہ کہا کہ اپنے بازو سے، جس سے وہاں پانی ابل آیا۔ ہاجرہ نے اسے حوض کی شکل میں بنا دیا اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کر دیا (تاکہ پانی بہنے نہ پائے) اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ پھر ابل پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! ام اسماعیل پر رحم کرے، اگر زمزم کو انہوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت میں ہوتا۔ بیان کیا کہ پھر ہاجرہ علیہ السلام نے خود بھی وہ پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے برباد ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہیں اللہ کا گھر ہوگا، جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا، اب جہاں بیت اللہ ہے، اس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر

لے جاتا۔اس طرح وہاں کے دن و رات گزرتے رہے اور آخر ایک دن قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) قبیلہ جرہم کے چند گھرانے مقام کداء (مکہ کا بالائی حصہ) کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں انہوں نے پڑاؤ کیا (قریب ہی) انہوں نے منڈلاتے ہوئے کچھ پرندے دیکھے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔حالانکہ اس سے پہلے جب بھی ہم اس میدان سے گزرے ہیں یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔آخر انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے۔وہاں انہوں نے واقعی پانی پایا چنانچہ انہوں نے واپس آ کر پانی کی اطلاع دی۔اب یہ سب لوگ یہاں آئے۔راوی نے بیان کیا کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس وقت پانی پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں اپنے پڑوس میں پڑاؤ ڈالنے کی اجازت دیں گی۔ہاجرہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے۔انسانوں کی موجودگی ان کے لیے دلجمعی کا باعث ہوئی۔ان لوگوں نے خود بھی یہاں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوا لیا اور وہ سب لوگ بھی یہیں آ کر ٹھہر گئے۔اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آ کر آباد ہو گئے اور بچہ (اسماعیل علیہ السلام جرہم کے بچوں میں) جوان ہوا اور ان سے عربی سیکھ لی۔جوانی میں اسماعیل علیہ السلام ایسے خوبصورت تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں اور سب سے زیادہ آپ بھلے لگتے تھے۔چنانچہ جرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کر دی۔پھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ علیہا السلام) کا انتقال ہوگیا)۔اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد ابراہیم علیہ السلام یہاں اپنے چھوڑے ہوئے خاندان کو دیکھنے آئے۔اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔اس لیے آپ نے

ان کی بیوی سے اسماعیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔انہوں نے بتایا کہ روزی کی تلاش میں کہیں گئے ہیں۔پھر آپ نے ان سے ان کی معاش وغیرہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہے۔اس طرح انہوں نے شکایت کی۔ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے انہوں نے کچھ انسیت سی محسوس کی اور دریافت فرمایا، کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں ایک بزرگ اس اس شکل کے یہاں آئے تھے اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، میں نے انہیں بتایا (کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر اوقات کا کیا حال ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی ہے۔اسماعیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہوں نے تمہیں کچھ نصیحت بھی کی تھی؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں مجھ سے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور وہ یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں جدا کر دوں، اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔چنانچہ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں طلاق دے دی اور بنی جرہم ہی میں ایک دوسری عورت سے شادی کر لی۔جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں نہیں آئے۔پھر جب کچھ دنوں کے بعد وہ تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر پر موجود نہیں تھے۔آپ ان کی بیوی کے یہاں گئے اور ان سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔انہوں نے بتایا کہ ہمارے لیے روزی تلاش کرنے گئے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم لوگوں کا حال کیسا ہے؟ آپ نے ان کی گزر بسر اور دوسرے حالات کے متعلق پوچھا،

انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے، انہوں نے اس کے لیے اللہ کی تعریف و ثنا کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت! آپ نے دریافت کیا فرمایا کہ پیتے کیا ہو؟ بتایا کہ پانی! ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی، اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دنوں انہیں اناج میسر نہیں تھا۔ اگر اناج بھی ان کے کھانے میں شامل ہوتا تو ضرور آپ اس میں بھی برکت کی دعا کرتے۔ صرف گوشت اور پانی کی خوراک میں ہمیشہ گزارہ کرنا مکہ کے سوا اور کسی زمین پر بھی موافق نہیں پڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (جاتے ہوئے) اس سے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آ جائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں ایک بزرگ، بڑی اچھی شکل وصورت کے آئے تھے۔ بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا (کہ کہاں ہیں؟) اور میں نے بتا دیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کا کیا حال ہے۔ تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے، چوکھٹ تم ہو اور آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔ پھر جتنے دنوں اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، کے بعد ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیل زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں (جہاں ابراہیم انہیں چھوڑ گئے تھے) اپنے تیر بنا رہے ہیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی

طرف کھڑے ہو گے اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ محبت کرتا ہے وہی طرزِ عمل ان دونوں نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اسماعیل اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا، آپ کے رب نے جو حکم آپ کو دیا ہے آپ اسے ضرور پورا کریں۔ انہوں نے فرمایا اور تم بھی میری مدد کرسکو گے؟ عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسی مقام پر اللہ کا ایک گھر بناؤں اور آپ نے ایک اور اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف! کہا کہ اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو اسماعیل یہ پتھر لائے اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسے رکھ دیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور یہ دونوں یہ دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ہمارے رب! ہماری یہ خدمت تو قبول کر بیشک تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ فرمایا کہ یہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے۔ "اے ہمارے رب! ہماری طرف سے یہ خدمت قبول فرما۔ بیشک تو بڑا سننے والا بہت جاننے والا ہے۔" (صحیح بخاری: ۳۳۶۴)۔

حاشیہ:

کہتے ہیں کہ صفا مروہ کے درمیان سعی سب سے پہلے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے کیا تھا تو کیا اب خواتین کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ سعی کے دوران رمل کریں جیسا کہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے کیا تھا؟

دراصل اس مسئلے میں امام ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے کہ خواتین کیلئے رمل نہیں ہے خواہ وہ کعبہ کے طواف میں ہو یا صفا مروہ کی سعی میں۔

لیکن امام نووی نے اپنی کتاب المجموع (۸ / ۷۵) کے اندر کہا کہ اس مسئلے میں دو قول ہے:

پہلا قول: یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح ہے کہ خواتین دوڑ نہیں لگائیں گی بلکہ درمیانی چال چلیں گی۔

دوسرا قول: اگر رات کے وقت مسعی خالی ہو تو مردوں کی طرح خواتین کیلئے بھی دوڑ لگانا جائز ہے۔

امام البانی نے کہا کہ یہ قرین قیاس لگتا ہے، کیونکہ یہ سعی جو ہم سب کرتے ہیں سیدہ ہاجرہ علیہا السلام ہی کی سنت ہے۔(مناسک الحج: ص ۷۲)۔

میں کہتا ہوں کہ یہی دلیل سے قریب بھی لگتا ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے والدین کی زبان عربی نہیں تھی، اس سے ان لوگوں کے قول کی کمزوری معلوم ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عربی اسماعیل علیہ السلام نے بولی ہے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم وغیرہ میں مروی ہے، لیکن کتاب النسب کے اندر زبیر بن بکار نے ایک حسن سند کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ فصیح زبان میں سب سے پہلے عربی اسماعیل علیہ السلام نے بولی ہے۔ اس قید سے دونوں باہم متعارض نصوص میں تطبیق ہو جاتی ہے بایں طور کہ جرہم قبیلے سے عربی سیکھنے کے بعد آپ کی زبان میں فصاحت آ گئی۔

اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے عربی میں گفتگو اسماعیل علیہ السلام نے کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ چونکہ مستدرک حاکم کی روایت ضعیف ہے اس لئے دونوں میں تطبیق دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ابن کثیر نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں پر اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کو بتوں اور شرک و بت پرستی سے پاک کرنے کا حکم دیا ہے، تو یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خانہ کعبہ تعمیر کرنے سے قبل وہاں پر یہ داری چیزیں پائی جاتی تھیں جن سے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

چنانچہ آپ نے اس کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا ہے:

پہلی وجہ: دراصل نوح علیہ السلام کی قوم کے وقت ہی سے لوگ بت پرستی میں مبتلا ہو چکے تھے اسی لئے آپ کو بت پرستی سے اس گھر کو پاک رکھنے کا حکم ہوا ہے۔

ایک اثر عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے کہ وہاں پر مشرکین بتوں کی پرستش کرتے تھے اسی لئے اس جگہ کو پاک کرنے کا حکم ہوا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام کے قبل بھی خانہ کعبہ کے پاس بتوں کی پرستش ہوتی تھی، اسکے لئے وحی سے دلیل کی ضرورت ہے۔

دوسری وجہ: ان دونوں کو حکم ہوا ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت اپنی نیت خالص کرلیں کہ اسے صرف اللہ کیلئے تعمیر کر رہے ہیں جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔اس طرح شرک اور شک سے بالکل پاک ہو کر اسکی تعمیر کریں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے، یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(التوبہ:۱۰۹)۔

مزید ابن کثیر نے اپنی کتاب قصص الانبیاء: ص ۲۱۴ کے اندر لکھا ہے کہ اسی سیاق میں ہم نے یہ نقل کیا ہے کہ اسی جگہ آدم علیہ السلام نے قبہ نصب کیا تھا، اور فرشتوں نے آپ سے کہا تھا کہ اس گھر کا طواف ہم نے آپ سے پہلے کیا ہے، اور نوح علیہ السلام کی کشتی نے چالیس دنوں تک اس گھر کا چکر لگایا ہے، اور اس طرح کی دوسری روایات ساری کی ساری اسرائیلیات سے تعلق رکھتی ہیں، جنکے تصدیق کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر قرآن و حدیث کے اندر اسکی تردید موجود ہو تو پھر ہم اسے رد کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ) ترجمہ: بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔(آل عمران:۹۶)۔اس

آیت سے معلوم ہوا کہ اس گھر کو سب سے پہلے ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ہے۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

*رمی جمار یعنی جمرات کو کنکری مارنا:

توحید کے معالم میں سے رمی جمرات بھی ہے، اور اسکا سبب خود اللہ تعالی نے قرآن کے اندر بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ[100] فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ[101] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ[102] فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ[103] وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ[104] قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ[105] إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ[106] وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ[107] وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ[108] سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ) ترجمہ: اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔ [100] تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ [101] پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ [102] تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ [103] اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! [104] یقینا تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ [105] بے شک یہی تو یقینا کھلی آزمائش ہے۔ [106] اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ [107] اور پیچھے آنے والوں میں

اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ [108] کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ (الصافات: ۱۰۹)۔

اس واقعے کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں، آپ کے پاس انکے علاوہ کوئی دوسری اولاد نہ تھی اور یہ بھی دعا مانگنے کے بعد نصیب ہوئے تھے۔

آپ کی پیدائش کے بعد بحکم الٰہی جبال فاران کی طرف لے جا کر چھوڑ دیا، اور جیسا کہ گزرا وہاں کوئی انسان نہیں رہتا تھا، پھر اسکے بعد انہیں ذبح کرنے کا حکم ہوا۔

چنانچہ آپ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئے اور اس مسئلے کو رکھا تا کہ آپ کا ردعمل بھی دیکھیں، چنانچہ آپ نے کہا: (يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى) ترجمہ: اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟

اس پر اسماعیل علیہ السلام نے خواب دیا: (قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ) ترجمہ: اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جارہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

اسکے بعد اس خواب کو عملی پیمانے پر پورا پورا کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

آپ ذرا سوچیں کہ اس وقت باپ بیٹے پر کیا گزرا ہو گا، اگر وہ دونوں رسول نہ ہوتے تو کیا اسے کر گزرتے؟! مگر ان دونوں نے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے نکل پڑے، اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے زمین پر گرا دیا، یہ دیکھ کر شیطان نے کہا کہ کیا آپ خواب پر بھروسہ کر کے اپنے

بیٹے لخت جگر کو ذبح کر دیں گے؟! آپ نے اسے ایک پتھر مارا اور وہ وہیں پر دھنس گیا، اور آپ اسماعیل کو لیکر کچھ دور منتقل ہو گئے اور خواب کو پورا کرنا چاہا، شیطان وہاں بھی آیا اور کہا کہ کیا آپ خواب پر بھروسہ کر کے اپنے بیٹے لخت جگر کو ذبح کر دیں گے؟! آپ نے اسے ایک پتھر مارا اور وہ وہیں پر دھنس گیا، اور آپ پھر اسماعیل کو لیکر کچھ دور منتقل ہو گئے اور خواب کو پورا کرنا چاہا، کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسماعیل کے حلق پر چھری چلائی تھی مگر چھری آپ کا حلق کاٹ نہ سکی، پھر اسی وقت ایک دنبہ لایا گیا اور کہا گیا کہ یہی وہ کے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے۔ (مسند احمد میں یہ واقعہ تفصیل سے موجود ہے: ۱/ ۲۹۷)۔

* ایک یہودی من گھڑت کہانی اور اسکا بطلان:

یہودیوں کا گمان ہے کہ ذبیح اسحق علیہ السلام ہیں، جبکہ یہ باطل ہے اور یہودیوں نے گڑھا ہے، اور اسکا جواب کئی امور سے دیا گیا ہے:

پہلا امر: جن کی جان فدیہ دے کر بچائی گئی تھی انکا تذکرہ اسی سیاق میں موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ [101] فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ) ترجمہ: تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ [101] پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے

والوں میں سے پائے گا۔(الصافات:۱۰۲)۔

یہاں تک کہ اگر مزید فرمایا:(وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ [107] وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ [108] سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ [109] كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ [110] إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ) ترجمہ: اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ [107] اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ [108] کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ [109] ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ [110] بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔(الصافات:۱۱۱)۔

پھر اسکے بعد فرمایا:(وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ [112] وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ) ترجمہ: اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو نبی ہوگا، صالح لوگوں سے (ہوگا)۔ [112] اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔(الصافات:۱۱۳)۔

اس طرح قرآن کے سیاق سے بالکل واضح ہوگیا کہ یہودیوں کا یہ گمان بالکل باطل ہے کہ ذبیح اسحق علیہ السلام تھے۔

دوسرا امر: اسی طرح یہودیوں پر اللہ کے اس قول سے بھی رد کیا جا سکتا ہے:(وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ) ترجمہ: اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ (ھود:۷۱)۔

آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اسحق کی خوش خبری دی جائے پھر انکے بعد انکی اولاد کی بھی خوش خبری دی جائے اور دونوں کو نبی بنایا جائے پھر اسحق ہی کو ذبح کا حکم دیا جائے، یہ تو محال امر ہے۔

تیسرا امر: ذبح کا واقعہ مکہ میں پیش آیا ہے، اور اسحق شام میں تھے، جب کہ ذبح کا حکم اس لڑکے کو ہوا ہے جو مکہ میں رہتا تھا اور وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ آپ کو اور آپ کی والدہ کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا جہاں پر زمزم کا پانی نکلا تھا۔

حاشیہ:

حافظ ابن کثیر نے قصص الانبیاء ص ۲۰۴ کے اندر کہا کہ یہودیوں کی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ اپنے اکلوتے لڑکے کو ذبح کر دیں، لیکن بعد کے معرب نسخوں میں اسحق کا لفظ بڑھا دیا گیا ہے جو کہ جھوٹ اور افترا پردازی ہے، اسلئے کہ اسحق اکلوتے نہیں تھے، اکلوتے اسماعیل تھے، دراصل یہودیوں نے ایسی حرکت عربوں سے حسد کی وجہ سے کی ہے، کیونکہ اسماعیل علیہ السلام ان عربوں کے دادا ہیں جو حجاز میں رہتے ہیں، اور انہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، جب کہ اسحق علیہ السلام یعقوب یعنی اسرائیل کے والد ہیں، جن کی طرف یہودی خود کو منسوب کرتے ہیں، اسی لئے انہوں نے یہ مذموم کوشش کی ہے تا کہ یہ شرف اور فضیلت اپنی طرف لے جائیں، اور اسکے لئے انہوں نے اللہ کے کلام میں تحریف کر دی ہے، یقینا یہ ایک جھوٹی بہتان باز قوم ہے، جب کہ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

مسلمانوں میں بھی کچھ لوگوں نے یہی بات کہی ہے لیکن انہوں نے کعب احبار اور دیگر اسرائیلی روایات کو بنیاد بنا رکھی ہے جبکہ اس تعلق سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے اسی لئے ہم اس مسئلے کو قرآن کے ظاہری سیاق و سباق پر چھوڑتے ہیں جس کے مفہوم اور منطوق بلکہ صحیح نص سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اسماعیل ہی ہیں۔

آگے ص ۲۰۵ پر لکھتے ہیں کہ یعقوب کی ولادت کی خوش خبری کے ساتھ ان کے لڑکے کی ولادت کی بھی خوش خبری دی گئی ہے، پھر آخر ابراہیم علیہ السلام کو کیسے یہ حکم دے دیا جائے گا کہ انہیں بچپن ہی میں ذبح کر دیں،

اور ابھی انکا وہ لڑکا یعقوب پیدا ہی نہ ہو جس کا وعدہ اللہ نے کیا ہے، جبکہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ ذبیح اسحق علیہ السلام نہیں بلکہ اسماعیل علیہ السلام ہیں، اور یہ بھی بہت ہی واضح اور صریح استدلال ہے۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

*پوراحج ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں کا احیاء ہے:

خلاصہ یہی ہے کہ پورا لا پورا حج ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد مومن اور آپ کے خاندان کی یادگار اور انکی سنتوں کا احیاء ہے، چنانچہ اس گھر کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ملکر تعمیر کیا، پھر اللہ نے لوگوں کو اس گھر کی زیارت اور اسکے طواف کرنے کا حکم دیا، وہاں پر اسماعیل اور انکی ماں ہاجرہ علیہا السلام کیلئے زمزم کا پانی نکالا گیا پھر اسے پینے کا حکم ہوا، وہیں پر صفا مروہ پہاڑیاں ہیں، یہاں پر ہاجرہ علیہا السلام بار بار پانی کی تلاش میں گئی تھیں، یہاں تک کہ اللہ نے پانی نکال کر ماں بیٹے کی مصیبت ختم کردی، اس طرح صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا انہیں کی سنت ہے، اور رمی جمار ابراہیم علیہ السلام کے اس موقف کی یادگار ہے جب آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم مصمم کرلیا تھا۔

اس طرح پورا حج ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے خاندان کی یادگار ہے اور انکے کارناموں کا بیان ہے، چنانچہ جو بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو وہ ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرتا ہے، جنہوں نے اپنی قوم کے بتوں کو توڑا تھا، اور جو مقام ابراہیم پر نماز پڑھتا ہے اور اس پتھر کو دیکھتا ہے جو بطور نشانی رکھا ہوا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرتا ہے اور جب صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو بطور خاص ہاجرہ علیہا السلام کو یاد کرتا ہے کہ انہیں کیسے اللہ پر کامل بھروسہ تھا، اسی طرح جب زمزم کا پانی پیتا ہے تو اسماعیل علیہ السلام کو یاد کرتا ہے جنکی خاطر زمزم کا پانی نکالا گیا۔

حاشیہ:

آب زمزم کے تعلق سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے:(زمزمُ مُبارَکۃٌ إنَّما طعامُ طُعمٍ وشفاءُ سُقمٍ) ترجمہ: زمزم کا پانی مبارک ہے، کھانے کا کھانا ہے اور بیماری میں باعث شفا ہے۔

امام نووی نے کہا ہے کہ جس طرح کھانا کھانے سے آسودگی ہوتی ہے اسی طرح زمزم پینے سے بھی آسودگی ہوتی ہے۔

اسی طرح مسند احمد میں وارد ہوا ہے کہ آب زمزم ہر اس مقصد کیلئے ہے جسکے لئے اسے پیا جائے۔(مسند احمد: ۳/۳۵۷)۔

یہی وجہ ہے کہ زمزم کے کنواں کی حفاظت اور اسکی پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کا مملکت سعودی عرب پورا پورا خیال رکھتی ہے، ملک عبدالعزیز کے عہد اور اس سے پہلے زمزم کا پانی ڈول سے نکالا جاتا تھا، پھر اسے کھلی ٹنکی میں جمع کیا جاتا تھا، جو اسے پینا چاہتا تو اس ٹنکی سے بندھے ہوئے برتن سے نکال کر پیتا تھا، مگر پانی کھ تحفظ اور گردو غبار سے بچانے کیلئے ملک عبدالعزیز ہی کے زمانے میں ٹنکی کے اوپر چھتری لگادی گئی تھی اور اسی طرح ڈول کا سسٹم ختم کر کے موٹر لگادیا گیا، اور ٹنکیوں کی تعداد بڑھادی گئی۔

ملک سعود کے زمانے میں ۱۳۸۲ھ کے اندر جب مطاف کی توسیع عمل میں آئی تو زمزم کا کنواں مطاف کے نیچے کردیا گیا اور اسکے اس پر چھت بنادیا گیا اور کنویں کے علاقے کو مطاف میں شامل کرلیا گیا، اور نیچے کنویں کے پاس مردوں اور خواتین کے لئے الگ الگ حصہ کردیا گیا جہاں جا کر پانی پی سکتے ہیں، اور کنویں کے اندر دو بھاری بھاری موٹر لگادیئے گئے، اور یہ سب ۱۳۸۳ھ میں ہوا ہے۔

ملک خالد بن عبدالعزیز کے زمانے میں کنویں کی صفائی کا حکم ہوا چنانچہ اسے ۱۳۹۹ھ میں ماہر غوطہ خوروں کی مدد سے صاف کیا گیا۔ اس صفائی کے دوران کنویں سے بہت سارے برتن، سکے اور لوہے لکڑی اور پلاسٹک وغیرہ کے بہت سارے عجیب وغریب قسم کے سامان نکالے گئے، بکریوں کے کھر، چاقو، پتھر کنکری اور دھات کی بنی بہت اشیاء برآمد کی گئیں جنہیں حجاج کرام نے اس کنویں میں مرور زمانہ کے ساتھ پھینک رکھا تھا، ان اشیاء میں جو نادر اور قابل یادگار ہیں انہیں حرمین کمیٹی کے ماتحت محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اسی طرح کنویں کی دیواروں کی بھی صفائی کی گئی، جس کیلئے لوہے کے برش استعمال کئے گئے اور کنویں کی تہ میں دیواروں سے گر کر جو ٹل چھٹ جمع

ہو گیا تھا ان سب کو نکالا گیا۔

زمزم کنویں کی صفائی کا یہ کام تاریخی اور بہت بڑا کارنامہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی پہلے کے مقابلے کہیں زیادہ نکلنے لگا۔

اسکی پوری تفصیل کیلئے دیکھیں شیخ محمد بن عبداللہ السبیل کی کتاب رعایۃ الحرمین الشریفین، ص ۷۱

اور صفا مروہ دونوں پہاڑیوں کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ) ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا حج کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدردان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸)۔

اور ان دونوں پہاڑیوں پر سعی کرنے کے تعلق سے صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ:" أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سورة البقرة آية 158، فَمَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ:" كَلَّا، لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ، كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سورة البقرة آية 158.

ترجمہ: ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا (ان دنوں میں نوعمر تھا) کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں

آپ کا کیا خیال ہے (إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما) ”صفا اور مروہ بیشک اللہ کی یادگار چیزوں میں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان آمدورفت (یعنی سعی) کرے۔“ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ان کی سعی نہ کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہونا چاہیے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہرگز نہیں جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔ اگر مسئلہ یہی ہوتا تو پھر واقعی ان کے سعی نہ کرنے میں کوئی گناہ نہ تھا۔ لیکن یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی (اسلام سے پہلے) انصار منات بت کے نام سے احرام باندھتے تھے، یہ بت مقام قدید میں رکھا ہوا تھا اور انصار صفا اور مروہ کی سعی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے سعی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما) ”صفا اور مروہ بیشک اللہ کی یادگار چیزوں میں سے ہیں، سو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان (سعی) کرے۔“ (صحیح بخاری: ۴۴۹۵)۔

اور جہاں تک مقام ابراہیمی کا تعلق ہے تو اس بارے میں ابن کثیر کہتے ہیں: ابن جریج سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طواف میں تین مرتبہ رمل کیا یعنی دوڑ کی چال چلے اور چار پھیرے چل کر کئے پھر مقام ابراہیم کے پیچھے آ کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ آیت تلاوت فرمائی آیت (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى)[البقرہ: ۱۲۵]، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مقام ابراہیم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا تھا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ بنا رہے تھے اسماعیل علیہ السلام آپ کو پتھر دیتے جاتے تھے اور آپ علیہ السلام کعبہ کی بنا کرتے جاتے تھے اور اس پتھر کو سرکاتے جاتے تھی جہاں دیوار اونچی کرنی ہوتی تھی وہاں لیجاتے تھے اسی طرح کعبہ کی دیواریں پوری کیں اس کا پورا بیان ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس پتھر پر آپ علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان ظاہر تھے عرب کی جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں نے بھی دیکھے تھے۔

ابو طالب نے اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے:

وموطئ ابراهيم في الصخر رطبته

على قدميه حافيا غير ناعل

یعنی اس پتھر میں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں پیروں کے نشان تازہ بتازہ ہیں جن میں جوتی نہیں۔

بلکہ مسلمانوں نے بھی اسے دیکھا تھا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیم میں خلیل اللہ کے پیروں کی انگلیوں اور آپ علیہ السلام کے تلوے کا نشان دیکھا تھا پھر لوگوں کے چھونے سے وہ نشان مٹ گئے حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حکم اس کی جانب نماز ادا کرنے کا ہے تبرک کے طور پر چھونے اور ہاتھ لگانے کا نہیں اس امت نے بھی اگلی امتوں کی طرح بلا حکم الہ العالمین بعض کام اپنے ذمہ لازم کر لیے جو نقصان رساں ہیں وہ نشان لوگوں کے ہاتھ لگانے سے مٹ گئے۔ یہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ کے متصل تھا کعبہ کے دروازے کی طرف حجر اسود کی جانب دروازے سے جانے والے کے دائیں جانب مستقل جگہ پر تھا جو آج بھی لوگوں کو معلوم ہے خلیل اللہ نے یا تو اسے یہاں رکھوا دیا تھا یا بیت اللہ بناتے ہوئے آخری حصہ یہی بنایا ہوگا اور یہیں وہ پتھر رکھا ہے۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسے پیچھے ہٹا دیا اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں ہیں پھر ایک مرتبہ پانی کے سیلاب میں یہ پتھر یہاں سے بھی ہٹ گیا تھا خلیفہ ثانی نے اسے پھر اپنی جگہ رکھوا دیا حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہوا کہ یہ اصلی جگہ سے ہٹایا گیا اس سے پہلے دیوار کعبہ سے کتنی دور تھا ایک روایت میں ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر وہاں رکھا تھا جہاں اب ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے ٹھیک بات یہی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پیچھے رکھا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

*تلبیہ توحید کی نشانیوں میں سے ہے:

حج کے اندر توحید کی نشانیوں میں سے تلبیہ بھی ہے جسے حاجی اور عمرہ کرنے والے احرام باندھنے کے بعد پکارتے ہیں، اور یہی ذکر حج عمرے میں غالب رہتا ہے جسے تقرب الہی سمجھ کر حاجی زور زور سے پکارتے ہیں: لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك۔

اس تلبیہ کے اندر انابت الی اللہ اور توبہ پایا جاتا ہے، اور یہ کہ اللہ کے حکم کی بجا آوری میں ایک مومن جلدی کرتا ہے، اور حرام کاموں سے دور رہتا ہے، اور شریعت کی ساری خبروں کی تصدیق کرتا ہے۔

لبیک کا مفہوم ہی یہی ہے کہ میں تیری دعوت پر بار بار لبیک کہتا ہوں، اگر کسی حکم کی بجا آواری سے تعلق ہے تو اسے بجا لاتا ہوں اور اگر کسی امر سے اجتناب کرنا ہے تو اس سے دور رہتا ہوں اور تیرے ہر فیصلے پر راضی ہوں، تمدن تعریف صرف تیرے ہی لئے ہے، تو ہی سارے کمالات کا مستحق ہے، ساری نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، اور ہر قسم کا عذاب اور مصیبت اور بلا تو ہی ٹال سکتا ہے، اسلئے میں تیری دعوت پر بار بار لبیک کہتا ہوں تجھے اکیلا مان کر، اور طاغوتوں اور تمام شرکاء کا انکار کرتے ہوئے چنانچہ جس طرح ٹی وی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں اسی طرح تیری عبادت میں بھی کوئی شریک نہیں۔

چونکہ تلبیہ توحید کا لب لباب اور خلاصہ ہے اسی لئے شیطان نے عمرو بن لحی جو کہ مکہ کا سردار تھا اسکے دل میں وسوسہ پیدا کیا یہاں تک کہ جب وہ ملک شام گیا اور وہاں پر لوگوں کو بت کی پرستش کرتے دیکھا تو اسے بہت اچھا لگا، چنانچہ مکہ واپسی پر کچھ بتوں کو ساتھ میں لیتے آیا اور جب کے

قریب پہونچا اور عمرہ کیلئے احرام باندھا تو یہ تلبیہ پکارا: (لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك)۔

اس وقت شیطان اسکے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہا: اس کے اندر اضافہ ہے۔کہا: وہ اضافہ کیا ہے؟ کہا: (الا شريكا هو لك)۔ یہ سن کر اسے ناگوار گزرا تو شیطان نے کچھ الفاظ مزید بڑھاتے ہوئے کہا: (تملكه وما ملك)۔اس طرح اس نے تلبیہ میں پہلی بار اس شرکیہ جملے کو ملا دیا۔

شیطان اسی طرح بنی آدم کو تھوڑا حق لیکر راہ حق سے بھٹکاتا ہے، اور حق کے ساتھ باطل ملا دیتا ہے، چنانچہ (تملكه وما ملك) کا جملہ گرچہ حق ہے بایں طور کہ اللہ بندوں کو مالک بناتا ہے اور انہیں اختیار دیتا ہے مگر اس بڑھا جملے کے ساتھ شرکیہ جملہ بھی ملا دیا ہے، پھر اسی شرک کو لیکر عمرو بن لحی مکہ میں داخل ہوا اور پہلی بار دین ابراہیمی کے اندر تبدیلی پیدا کی۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے سامنے دوزخ کو پیش کیا گیا تو اس کے اندر میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا جو اپنی آنت کو کھینچ رہا تھا۔والعیاذ باللہ۔

اسلئے ایک مسلمان کو تلبیہ پکارتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا چاہئے کہ کہیں وہ شرک تو نہیں کر رہا ہے، اس طرح وہ شعوری یا لاشعوری طور پر اس شرک کے ذریعے توحید کی بنیاد ہی منہدم کر دے، وباللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحی النجمی

۱۴۲۶/۱۱/۲۲ھ

حاشیہ:

عمرو بن لحی کے واقعے کو صحیحین میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

عَنْ عُرْوَةَ , قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ:" خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَأَ سُورَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُورَةٍ أُخْرَى، ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى قَضَاهَا وَسَجَدَ، ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ فِي الثَّانِيَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَصَلُّوا حَتَّى يُفْرَجَ عَنْكُمْ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ، حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ، وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ".

ترجمہ: عروہ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ جب سورج گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لیے) کھڑے ہوئے اور ایک لمبی سورت پڑھی۔ پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا اس کے بعد دوسری سورت شروع کر دی، پھر رکوع کیا اور رکوع پورا کر کے اس رکعت کو ختم کیا اور سجدے میں گئے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ اس لیے جب تم ان میں گرہن دیکھو تو نماز شروع کر دو جب تک کہ یہ صاف ہو جائے اور دیکھو میں نے اپنی اسی جگہ سے ان تمام چیزوں کو دیکھ لیا ہے جن کا مجھ سے وعدہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ لینا چاہتا ہوں۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا اور میں نے دوزخ بھی دیکھی (اس حالت میں کہ) بعض آگ کو کھائے جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ جہنم کے اس ہولناک منظر کو دیکھ کر میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے جہنم کے اندر عمرو بن لحيي کو دیکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سانڈ کی رسم عرب میں جاری کی تھی۔ (نوٹ: سانڈ کی رسم سے مراد کہ اونٹنی کو غیر

اللہ کے نام پر چھوڑ دینا حتیٰ کہ سواری اور دودھ بھی نہ دھونا۔)۔(صحیح بخاری: ۱۲۱۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ ، يَقُولُ: إِنَّ الْبَحِيرَةَ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ، فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ، وَأَمَّا السَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ ، فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ، وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ، وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السُّيُوبَ ".

ترجمہ: سعید بن مسیّب کہتے تھے: بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ دوہنا موقوف کیا جاتا ہے بتوں کے لیے، تو کوئی آدمی اس جانور کا دودھ نہ دوھ سکتا اور سائبہ وہ ہے جس کو اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اس پر کوئی بوجھ نہ لادتے تھے اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ اپنی آنتیں جہنم میں کھینچ رہا تھا اور سب سے پہلے سائبہ اسی نے نکالا" (صحیح مسلم: ۲۸۵۶)۔

سائبہ جانور کسے کہتے ہیں اسکی تفسیر صحیح بخاری کے اندر وارد ہوئی ہے:

عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ الْبَحِيرَةُ: الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ وَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ، وَالسَّائِبَةُ: الَّتِي كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ، قَالَ: وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ ".

ترجمہ: زہری نے بیان کیا، انہوں نے سعید بن مسیب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ (بحیر ※) وہ اونٹنی جس کے دودھ کی ممانعت ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ بتوں کے لیے وقف ہوتی تھی۔ اس لیے کوئی بھی شخص اس کا دودھ نہیں دوھتا تھا اور (سائب ※) اسے کہتے جس کو وہ اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اور ان پر کوئی بوجھ نہ لادتا اور نہ کوئی سواری کرتا۔ انہوں نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے عمرو بن عامر بن لحیی خزاعی کو دیکھا کہ جہنم میں وہ اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا اور یہی عمرو وہ پہلا شخص ہے جس

نے (سائبہ) کی رسم نکالی ۔" (صحیح بخاری: ۳۵۲۱) ۔

ابن اثیر نے کہا کہ سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے کفار عرب اپنے معبودان باطلہ کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس پر نہ سواری کی جاتی اور نہ ہی اسکا دودھ نکالا جاتا اور اسے چارہ پانی اے کوئی روکتا بھی نہیں تھا ۔



(۳)

اسلام کے اندر مسجد کا کردار

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين، وبعد:

شرعی علوم بالخصوص حدیث، تفسیر اور سیر سے جو بھی واقف ہے اس سے یہ مخفی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں مسجد ہی ہر خیر کے کام کا ذریعہ ہوتی تھی، جہاں عبادت کے ساتھ وعظ و نصیحت، تعلیم دین اور دیگر بہت سارے امور طے پاتے تھے۔

جیسا کہ بریرہ کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، " وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) ترجمہ: کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ جو کوئی شرط ایسی لگائی جائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہوگی۔ خواہ ایسی سو شرطیں کوئی کیوں نہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب پر مقدم ہے اور اللہ کی شرط ہی بہت مضبوط ہے اور ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ (صحیح بخاری: ۲۱۶۸)۔

حاشیہ:

مسجد کی اہمیت کا اندازہ لگائیں کہ بغیر عذر کے کوئی جماعت نہیں چھوڑ سکتا، حتی کہ اندھے آدمی کو بھی جسکا کوئی قائد نہ ہو لیکن وہ اذان سنتا ہو اسے بھی ترک جماعت کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: " أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلٌ أَعْمَى، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ، فَرَخَّصَ لَهُ، فَلَمَّا وَلَّى، دَعَاهُ، فَقَالَ: " هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟

قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَجِبْ ".

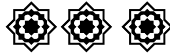
ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی کھینچ کر مسجد تک لانے والا نہیں اور اس نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو گھر میں نماز پڑھ لیا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی۔ پھر جب لوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اذان سنتے ہو؟" اس نے عرض کی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم مسجد آیا کرو۔" (صحیح مسلم: ۶۵۳)۔

اور جہاں تک مسجد کے اندر دینی تعلیمات کی بات ہے تو وہ تعلیمات خواہ قولی ہوں یا فعلی دونوں انجام پاتے تھے، قولی تعلیمات کی مثال بریرہ کے واقعے کے ذریعے شیخ نے پیش کر دی ہے اور جہاں تک فعلی اور عملی تعلیمات کی مثال کی بات ہے تو آپ اسے اس واقعے میں دیکھ سکتے ہیں:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، أَنَّ نَفَرًا، جَاءُوا إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَدْ تَمَارَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِنْ أَيِّ عُودٍ هُوَ، فَقَالَ: أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْرِفُ مِنْ أَيِّ عُودٍ هُوَ وَمَنْ عَمِلَهُ، وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ، فَحَدِّثْنَا، قَالَ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى امْرَأَةٍ، قَالَ أَبُو حَازِمٍ: إِنَّهُ لَيُسَمِّهَا يَوْمَئِذٍ، انْظُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلْ لِي أَعْوَادًا، أُكَلِّمُ النَّاسَ عَلَيْهَا، فَعَمِلَ هَذِهِ الثَّلَاثَ دَرَجَاتٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوُضِعَتْ هَذَا الْمَوْضِعَ، فَهِيَ مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، " وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَامَ عَلَيْهِ، فَكَبَّرَ، وَ كَبَّرَ النَّاسُ وَرَاءَهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ رَفَعَ، فَنَزَلَ الْقَهْقَرَى، حَتَّى سَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ عَادَ، حَتَّى فَرَغَ مِنْ آخِرِ صَلَاتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ "، فَقَالَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي،

ترجمہ: ابو حازم سے روایت ہے کہ کچھ لوگ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور منبر کے بارے میں جھگڑنے لگے کہ وہ کس لکڑی کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں وہ جس لکڑی کا تھا اس جس نے اسے بنایا اور

میں نے دیکھا جب پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے۔ میں نے کہا: اے ابوعباس! ہم سے یہ سب حال پھر بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کہلا بھیجا۔ ابو حازم نے کہا: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس دن اس عورت کا نام لے رہے تھے اپنے غلام کو جو بڑھئی ہے اتنی فرصت دے کہ میرے لئیے چند لکڑیاں بنا دے میں لکڑیوں پر لوگوں سے بات کروں گا (یعنی وعظ و نصیحت کروں گا) پھر اس غلام نے تین سیڑھیوں کا منبر بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تو وہ مسجد میں اس مقام پر رکھا گیا۔ اس کی لکڑی غابہ کے جھاؤ کی تھی (غابہ مدینہ کی بلندی میں ایک مقام ہے) اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی۔ لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تکبیر کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا اور الٹے پاؤں اترے یہاں تک کہ سجدہ کیا منبر کی جڑ میں پھر لوٹے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اے لوگو! میں نے یہ اس لئے کیا کہ تم میری پیروی کرو اور میری طرح نماز پڑھنا سیکھو۔" (صحیح مسلم: ۵۴۴)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اور مسجد ہی میں بیٹھ کر معلمین لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیتے تھے، مسجد ہی میں علماء اور طلبہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے، اسی لئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بازار والوں سے کہا تھا کہ تم یہاں پر ہو اور مسجد کے اندر میراث رسول کی تقسیم ہو رہی ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه اَنَّهُ مَرَّ بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ فَوَقَفَ عَلَيْهَا فَقَالَ: يَا اَهْلَ السُّوْقِ مَا اَعْجَزَكُمْ ! قَالُوْا وَمَا ذَاكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ؟ قَالَ ذَاكَ مِيْرَاثُ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُقْسَمُ وَاَنْتُمْ هَاهُنَا اَلاَ تَذْهَبُوْنَ فَتَاْخُذُوْنَ نَصِيْبَكُمْ مِنْهُ قَالُوْا : وَاَيْنَ هُوَ قَالَ : فِيْ الْمَسْجِدِ فَخَرَجُوْا سِرَاعًا وَوَقَفَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رضی الله عنه لَهُمْ ، حَتّٰى رَجَعُوْا فَقَالَ لَهُمْ : مَا لَكُمْ ؟ فَقَالُوْا : يَا اَبَا هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَدْ اَتَيْنَا الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فِيْهِ فَلَمْ نَرَ فِيْهِ شَيْئًا يُقْسَمُ ! فَقَالَ لَهُمْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه : وَمَا رَاَيْتُمْ فِيْ الْمَسْجِدِ اَحَدًا ؟ قَالُوْا : بَلٰى رَاَيْنَا قَوْمًا يُصَلُّوْنَ وَقَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ وَقَوْمًا يَتَذَاكَرُوْنَ الْحَلاَلَ وَالْحَرَامَ فَقَالَ لَهُمْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه وَيْحَكُمْ فَذَاكَ مِيْرَاثُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم ۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ کے بازار سے گزرے تو ٹھہر گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ”اے بازار والو! تمہیں کس چیز نے روک رکھا ہے؟“ لوگوں نے عرض کیا ”کیا بات ہے اے ابو ہریرہ؟“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو وہاں کیوں نہیں جاتے اور اپنا حصہ وصول کیوں نہیں کرتے؟" لوگوں نے پوچھا "میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مسجد میں۔" لوگ جلدی سے دوڑ کر مسجد کی طرف گئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے حتیٰ کہ لوگ مسجد سے پلٹ کر واپس آگئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "کیا ہوا تم واپس کیوں اگئے؟" لوگوں نے جواب دیا "ہم مسجد میں گئے اور وہاں کوئی چیز تقسیم ہوتی نہیں دیکھی (لہٰذا ہم واپس آگئے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا "مسجد میں تم نے کسی کو نہیں دیکھا؟" لوگوں نے عرض کیا "کیوں نہیں! ہم نے بعض لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا ہے کچھ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور بعض لوگ حلال، حرام کے مسئلے بیان کر رہے تھے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا "افسوس! تمہارے حال پر، یہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔"

حاشیہ:

اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے: ۲/۱۱۴۔ امام البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

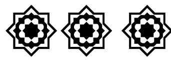
اسی طرح صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، قَالَ: فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا. فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ، أَمَّا أَحَدُهُمْ

فَأَوَى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ".

ترجمہ: سیدنا ابو واقد اللیثی سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی وہاں آئے (ان میں سے) دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچ گئے اور ایک واپس چلا گیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے (جب) مجلس میں (ایک جگہ کچھ) گنجائش دیکھی، تو وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا اہل مجلس کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ لوٹ گیا۔ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی گفتگو سے) فارغ ہوئے (تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تو (سنو) ان میں سے ایک نے اللہ سے پناہ چاہی اللہ نے اسے پناہ دی اور دوسرے کو شرم آئی تو اللہ بھی اس سے شرمایا (کہ اسے بھی بخش دیا) اور تیسرے شخص نے منہ موڑا، تو اللہ نے (بھی) اس سے منہ موڑ لیا۔ (صحیح بخاری: ٦٦)۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (١ / ٢٠٨) میں کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں علم و ذکر کے حلقوں کی فضیلت ہے اور یہ کہ مسجد کے اندر عالم اور واعظ کو تعلیم اور وعظ و نصیحت کی خاطر بیٹھنا چاہیئے۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

اسی طرح مسجد ہی سے داعیان دین اور امراء کو بھیجا جاتا تھا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجتے وقت کہا تھا: (يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا) ترجمہ: آسانی پیدا کرنا، انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا، اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا۔ (صحیح بخاری: ۳۰۳۸)۔

مسجد ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سریہ اور لشکر روانہ کرتے تھے، غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو زرہ پہن کر نکلے تھے۔

مسجد ہی کے اندر لشکر اور فوجی دستوں کیلئے جھنڈے اور علم باندھے جاتے تھے، اور فوج کی کامیابی کی خوش خبری مسجد ہی میں آ کر دی جاتی تھی۔

حاشیہ:

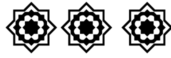
ابن اثیر نے اپنی کتاب النھایۃ (۱/ ۳۷۷) کے اندر نقل کیا ہے کہ سریہ فوج کی اس ٹکڑی کو کہتے ہیں جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چارسو ہوتی ہے۔ جسے دشمن کی طرف بھیجا جاتا ہے، اسکی جمع سرایا ہے، اور اسے سریہ اسلئے کہتے ہیں کیونکہ یہ فوج کا اہم اور بہتر دستہ ہوتا ہے اور سری کہتے ہیں عمدہ چیز کو، اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ فوج کے اس دستے کو خفیہ طور پر بھیجا جاتا ہے اسی لئے اسے سریہ کہتے ہیں کیونکہ یہ سر سے ماخوذ ہے جسکے معنی خفیہ کے ہوتے ہیں۔

حاکم وقت یا فوج کا امیر ایسے فوجی دستے کو دشمن کے علاقے میں بھیجتا ہے اور جب انہیں مال غنیمت حاصل ہوتی ہے تو اس میں اس دستے کے ساتھ باقی فوج بھی شریک ہوتی ہے، کیونکہ باقی فوج اسکے لئے متوقع رسد کا کسم

کرتی ہے۔

ہاں اگر باقی فوج سرحد پر نہ ہو کر بیرک میں آرام کر رہی ہو تو ایسی صورت میں اسے مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا۔

اور سیرت کی کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ سریہ کہتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک نہ ہوں۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اسی طرح مسجد ہی کے اندر لوگوں کے مقدمات نپٹائے جاتے تھے جیسے کہ ماعز اسلمی کا مقدمہ، لعان کرنے والوں کا مقدمہ اور دونوں یہود کا مقدمہ جنہوں نے زنا کیا تھا، اور اسکے علاوہ دوسرے مقدمات اور آپسی معاملات۔

حاشیہ:

ماعز اسلمی کا واقعہ صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " لَمَّا أَتَى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: " لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ، أَوْ غَمَزْتَ، أَوْ نَظَرْتَ، قَالَ: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: أَنِكْتَهَا " لَا يَكْنِي، قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ.

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ماعز بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ غالباً تو نے بوسہ دیا ہو گا یا اشارہ کیا ہو گا یا دیکھا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کیا پھر تو نے ہمبستری ہی کر لی ہے؟ اس مرتبہ آپ نے کنایہ سے کام نہیں لیا۔ بیان کیا کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری: ۶۸۲۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: " أَتَى رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحَّى تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَتَّى ثَنَى ذَلِكَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبِكَ

جُنُونٌ؟، قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ أَحْصَنْتَ؟، قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ "، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: فَكُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ، فَرَجَمْنَاهُ

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص مسلمانوں میں سے آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں اور پکارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہنے لگا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، وہ دوسری طرف سے آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ چار بار اس نے اقرار کیا جب چار بار اقرار کر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور پوچھا "تو دیوانہ تو نہیں ہے؟" وہ بولا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو محصن ہے۔" یعنی »ثیب« ہے (اس کے معنٰی اوپر گزرے) وہ بولا: ہاں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اس کو لے جاؤ اور سنگسار کرو۔" (اس سے معلوم ہوا کہ امام کا خود شریک ہونا ضروری نہیں) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کو رجم کیا عید گاہ میں (یا جنازگاہ میں) (نووی رحمہ اللہ نے کہا: اس سے یہ نکلا کہ عید اور جنازہ کی نماز کے لیے جو میدان ہو اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے) جب پتھروں کی تیزی اس کو معلوم ہوئی تو بھاگا، پھر ہم نے اس کو حرہ میں پایا وہاں پتھروں سے مار ڈالا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۱)۔

اسی طرح لعان کرنے والوں کا واقعہ بھی صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِأُمِّهِ، قَالَ: نَعَمْ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے لعان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدائی کر دی دونوں میں اور بچے کا نسب ماں سے لگا دیا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۹۴)۔

اسی طرح دونوں یہودیوں کا قصہ بھی صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ، " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ زَنَيَا، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَاءَ يَهُودَ، فَقَالَ: مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى؟، قَالُوا: نُسَوِّدُ وُجُوهَهُمَا وَنُحَمِّلُهُمَا وَنُخَالِفُ بَيْنَ وُجُوهِهِمَا وَيُطَافُ بِهِمَا، قَالَ: فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، فَجَاءُوا بِهَا فَقَرَءُوهَا حَتَّى إِذَا مَرُّوا بِآيَةِ الرَّجْمِ، وَضَعَ الْفَتَى الَّذِي يَقْرَأُ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، وَقَرَأَ مَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا وَرَاءَهَا، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ: فَلْيَرْفَعْ يَدَهُ فَرَفَعَهَا، فَإِذَا تَحْتَهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا "، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُمَا فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَقِيهَا مِنَ الْحِجَارَةِ بِنَفْسِهِ،

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد آیا اور ایک یہودی عورت آئی دونوں نے زنا کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے یہود کے پاس اور پوچھا: ”تورات میں زنا کی کیا سزا ہے؟“ انہوں نے کہا: ہم دونوں کا منہ کالا کرتے ہیں (اونٹ پر) ایک کا منہ ادھر اور ایک کا منہ ادھر (یعنی دونوں کی پیٹھ ملی رہتی ہے تا کہ لوگ دونوں کا منہ دیکھیں) پھر ان کو چکر لگواتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اچھا تورات لاؤ اگر تم سچ کہتے ہو۔“ وہ لے کر آئے اور پڑھنے لگے جب رجم کی آیت آئی تو جو شخص پڑھ رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس آیت پر رکھ دیا اور آگے اور پیچھے کا مضمون پڑھا، سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (یہودیوں کے عالم جو مسلمان ہو گئے تھے) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے انہوں نے کہا: آپ اس شخص سے کہیے اپنا ہاتھ اٹھائے اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت ہاتھ کے نیچے نکلی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ دونوں رجم کیے گئے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ان کو رجم کیا میں نے دیکھا مرد عورت کو بچاتا تھا پتھروں سے اپنی آڑ کر کے۔ یعنی پتھر اپنے اوپر لیتا محبت سے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۹۹)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

مسجد ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے آنے والے وفود کا استقبال کرتے تھے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو گھر تھے وہ ازواج مطہرات کے نام پر تھے اور بہت چھوٹے چھوٹے اور تنگ تھے، اور ہر ایک کیلئے صرف ایک ایک ہی کمرے تھے، انہیں وفود میں بنو تمیم کا وہ معروف وفد بھی ہے جنہوں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر پکارا تھا: اے محمد! میری تعریف میری عزت ہے اور میری مذمت ذلت ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صفت اللہ کی ہے، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [1] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ [1] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ (الحجرات: ۲)۔

حاشیہ:

کہتے ہیں کہ پکارنے والے کا نام اقرع بن حابس ہے، اس واقعے کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ فِي قَوْلِهِ: " إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا

يَعْقِلُونَ سورة الحجرات آية ٤، قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ حَمْدِي زَيْنٌ وَإِنَّ ذَمِّي شَيْنٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذَاكَ اللَّهُ تَعَالَى".

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (إن الذين ينادونك من وراء الحجرات أكثرهم لا يعقلون) "اے نبی! جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دے کر پکارتے ہیں، ان کی اکثریت بے عقلوں کی ہے" (الحجرات: ۴)، کی تفسیر میں کہتے ہیں: ایک شخص نے (آپ کے دروازے پر) کھڑے ہو کر (پکار کر) کہا: اللہ کے رسول! میری تعریف میری عزت ہے اور میری مذمت ذلت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ صفت تو اللہ کی ہے (یہ اللہ ہی کی شان ہے)"۔ (سنن ترمذی: ۳۲۶۷)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

مسجد ہی سے داعیان دین کو مبعوث کیا جاتا تھا اسی لئے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوالھیاج اسدی سے کہا تھا جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: " أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ ".

ترجمہ: ابی الھیاج اسدی رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو بھیجتا ہوں اس کے لئے مجھ کو بھیجا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر مٹا دے اس کو اور نہ چھوڑ کوئی بلند قبر مگر اس کو زمین کے برابر کر دے۔ (صحیح مسلم: ۹۶۹)۔

اسی طرح مسلمانوں کے تمام متنازعہ مسائل کو مسجد ہی میں حل کیا جاتا تھا اور وہیں سے سارے فتاوے صادر ہوتے تھے، کسی پر جب کوئی مسئلہ پیچیدہ ہو جاتا تو اسے ازواج مطہرات کے پاس بھیجا جاتا جیسے جنبی کا مسئلہ کہ جو طلوع فجر ہو جائے اور غسل نہ کرے، اسی طرح روزے دار کا بوسہ دینا، اسی طرح اور دیگر زن وشوئی کے مسائل جنکے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ازواج مطہرات ہی فیصلہ کرتی تھیں۔

حاشیہ:

جنبی کا مسئلہ صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرٍ بن عبد الرحمن، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُصُّ يَقُولُ فِي

قَصَصِهِ " مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فَلَا يَصُمْ "، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ لِأَبِيهِ، فَأَنْكَرَ ذَلِكَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ ، وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَسَأَلَهُمَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ ذَلِكَ، قَالَ: فَكِلْتَاهُمَا قَالَتْ: " كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ "، قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى مَرْوَانَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ مَرْوَانُ: " عَزَمْتُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا ذَهَبْتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَرَدَدْتَ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ "، قَالَ: فَجِئْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبُو بَكْرٍ حَاضِرُ ذَلِكَ كُلِّهِ، قَالَ: فَذَكَرَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: " أَهُمَا قَالَتَاهُ لَكَ؟ " قَالَ: " نَعَمْ " قَالَ: " هُمَا أَعْلَمُ "، ثُمَّ رَدَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا كَانَ يَقُولُ فِي ذَلِكَ إِلَى الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: " سَمِعْتُ ذَلِكَ مِنَ الْفَضْلِ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "، قَالَ: فَرَجَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَمَّا كَانَ يَقُولُ فِي ذَلِكَ.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایتوں میں کہتے تھے کہ جس کو فجر ہو جائے حالت جنابت میں وہ روزہ نہ رکھے۔ سو میں نے (یہ مقولہ ہے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا) عبدالرحمٰن سے کہا: جو میرے باپ تھے انہوں نے اس کا انکار کیا اور ہم دونوں (یعنی ابوبکر اور عبدالرحمٰن) سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہن کے پاس گئے اور عبدالرحمٰن نے ان سے پوچھا: تو دونوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت جنابت میں صبح ہو جاتی تھی اور پھر روزہ رکھتے تھے اور جنابت بغیر احتلام کے ہوتی تھی (اس لیے کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا یعنی صحبت سے بیبیوں کے جنابت ہوتی ہے) کہا ابوبکر نے پھر ہم گئے مروان کے پاس اور عبدالرحمٰن نے ان سے ذکر کیا۔ سو مروان نے کہا: میں تم کو قسم کو دیتا ہوں کہ تم سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کی بات کا جواب دے دو پھر ہم سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ابوبکر ان سب باتوں میں حاضر تھا اور ذکر کیا عبدالرحمٰن نے تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان دونوں بیبیوں نے فرمایا تم سے؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک وہ اور لوگوں سے زیادہ جانتی ہیں پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قول کی نسبت فضل بن عباس کی طرف کی اور کہا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے یہ بات فضل سے سنی تھی تو اس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے نہیں سنا۔ غرض سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات سے رجوع کیا جو وہ اس مسئلہ میں کہا کرتے تھے پھر میں نے (یہ مقولہ ہے ابن جریج کا) عبدالملک سے کہا کہ کیا ان دونوں بیبیوں نے رمضان کے روزے کو کہا؟ انہوں نے کہا کہ ایسا فرمایا بیبیوں نے کہ صبح ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت جنابت میں بغیر احتلام کے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۰۹)۔

اسی طرح زن وشوئی کے تعلق سے امام مسلم نے ایک حدیث نقل کی ہے:

عَنْ الْأَسْوَدِ ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا، وَمَسْرُوقٌ إلى عائشة رضى الله عنها، فقلنا لها: " أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ؟ "، قَالَتْ: " نَعَمْ وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ، أَوْ مِنْ أَمْلَكِكُمْ لِإِرْبِهِ "، شَكَّ أَبُو عَاصِمٍ،

ترجمہ: اسود نے کہا: میں اور مسروق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں مباشرت کرتے تھے انھوں نے فرمایا کہ ہاں مگر وہ بہت اپنی حاجت کو روکنے والے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۰۶)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد جہاں ایک طرف عبادت کا گھر تھا تو دوسری طرف تعلیم گاہ بھی تھا، جہاں پر علماء اور طلبہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے، جہاں سے داعیان دین کو مبعوث کیا جاتا تھا، جہاں پر فوج کے لئے جھنڈے باندھے جاتے تھے، اور جہاں پر اسلام لشکر کی کامیابی کی خوش خبری لائی جاتی تھی۔

اسی مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے آنے والے وفود کا استقبال کرتے تھے، لوگوں کے اشکالات کو حل کرتے تھے، وہیں سے فتاوے جاری ہوتے تھے، بلکہ سب سے بڑی بات یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی کو بیت المال بنا رکھا تھا جہاں پر زکاۃ کا مال رکھا جاتا اور وہیں سے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا تھا، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ کو صدقے کے مال کا نگران بنایا گیا تھا۔

حاشیہ:

صدقہ کی نگرانی کا قصہ صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:" وَكَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، وَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ، وَعَلَيَّ عِيَالٌ، وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، قَالَ: فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ، فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ، وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ، قَالَ: دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُوَ؟ قَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ: اللَّهُ لا إِلَهَ إِلا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة البقرة آية 255، حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ، فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: مَا هِيَ؟ قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ: اللَّهُ لا إِلَهَ إِلا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سورة البقرة آية 255، وَقَالَ لِي: لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ، وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَا، قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں۔ میرے بال بچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (اس کے اظہار معذرت پر) میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

پوچھا، اے ابوہریرہ! گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا، اس لیے مجھے اس پر رحم آ گیا۔ اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا۔ اس لیے میں اس کی تاک میں لگا رہا۔ اور جب وہ دوسری رات آ کے پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کروں گا، لیکن اب بھی اس کی وہی التجا تھی کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج ہوں۔ بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے۔ اب میں کبھی نہ آؤں گا۔ مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے پھر اسی سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا۔ جس پر مجھے رحم آ گیا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ تیسری مرتبہ میں پھر اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیسری رات آ کر غلہ اٹھانا شروع کیا، تو میں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تیسرا موقع ہے۔ ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے۔ لیکن تم باز نہیں آئے۔ اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا، جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیت الکرسی » اللہ لا اِلٰہ اِلا ھو الحي القیوم « پوری پڑھ لیا کرو۔ ایک نگراں فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے پاس کبھی نہیں آ سکے گا۔ اس مرتبہ بھی پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، گذشتہ رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا۔ اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لو، شروع » اللہ لا اِلٰہ اِلا ھو الحي القیوم « سے آخر تک۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے سے) ایک نگراں فرشتہ مقرر رہے گا۔ اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہیں آ سکے گا۔ صحابہ خیر کو سب سے

آگے بڑھ کر لینے والے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا کہ اگر چہ وہ جھوٹا تھا۔لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (صحیح بخاری: ۲۳۱۱)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کے موقع پر مسجد ہی کے اندر صحابہ کرام سے ملتے تھے، جیسے کہ ان تین لوگوں کا واقعہ جو غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے جیسا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔

اسی طرح کسی المناک حادثے کے موقع پر بھی لوگوں سے مسجد ہی کے اندر ملاقات کرتے تھے جیسا کہ واقعہ افک کے موقع پر آپ نے صحابہ کو مسجد میں اکٹھا کرکے کہا تھا کہ آخر اس شخص سے مجھے کون راحت دے گا جس نے میرے گھر والوں کو لیکر مجھے تکلیف پہونچائی ہے؟!

حاشیہ:

کعب بن مالک اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے قبول توبہ کا واقعہ صحیحین میں وارد ہوا ہے:

حدیث بہت طویل ہے اس کے آخر میں یہ بھی آیا ہے:

فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِي وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ أَوْفَى عَلَى جَبَلِ سَلْعٍ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ، قَالَ: فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ أَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَآذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللَّهِ عَلَيْنَا حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْفَجْرِ، فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُونَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُونَ، وَرَكَضَ إِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعَى سَاعٍ مِنْ أَسْلَمَ فَأَوْفَى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ أَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ إِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ، وَاللَّهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، وَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّونِي

بِالتَّوْبَةِ، يَقُولُونَ: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللَّهِ عَلَيْكَ، قَالَ كَعْبٌ: حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي، وَاللَّهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرَهُ وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ، قَالَ كَعْبٌ: فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُورِ: " أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ"، قَالَ: قُلْتُ: أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ؟ قَالَ: " لَا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ"، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِ اللَّهِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ"، قُلْتُ: فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ۔

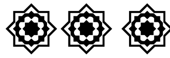
ترجمہ: پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جا رہا تھا اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جبل سلع پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب فراخی ہو جائے گی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا تھا۔ لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لیے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر بشارت دی۔ ایک صاحب (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) اپنا گھوڑا دوڑائے آ رہے تھے، ادھر قبیلہ اسلم کے ایک صحابی نے پہاڑی پر چڑھ کر (آواز دی) اور آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جن صحابی نے (سلع پہاڑی پر سے) آواز دی تھی، جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں، میں نے انہیں دے دیئے۔ اللہ کی قسم کہ اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا (دینے کے لائق) اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر میں نے (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جوق

درجوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے جاتے تھے، کہتے تھے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، آخر میں مسجد میں داخل ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! (وہاں موجود) مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا، میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: (چہرہ مبارک خوشی اور مسرت دمک اٹھا تھا) اس مبارک دن کے لیے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا تھا، ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ کی مسرت ہم تو چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں، میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔ (صحیح بخاری: ۴۴۱۸)۔

اور جہاں تک واقعہ افک کا تعلق ہے تو اسے بھی صحیحین میں روایت کیا گیا ہے، اس پروپیگنڈے کا اصل ذمیدار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جسکے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا تھا جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے: (فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن (منبر پر) کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں مدد چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک ایسے شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت اور تکلیف دہی کا سلسلہ اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ

چکا ہے۔اللہ کی قسم،اپنی بیوی کے بارے میں خیر کے سوااور کوئی چیز مجھے معلوم نہیں۔ پھر نام بھی اس معاملے میں انہوں نے ایک ایسے آدمی کا لیا ہے جس کے متعلق بھی میں خیر کے سوااور کچھ نہیں جانتا۔خود میرے گھر میں جب بھی وہ آئے ہیں تو میرے ساتھ ہی آئے۔(صحیح بخاری:۲۶۶۱)۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سات آسمان کے اوپر سے بری کر دیا تھا اور آپ کی براءت میں دس آیات نازل کر دی جنہیں قیامت تک تلاوت کیا جائے گا:(إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو یہ بہتان لائے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں،اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔(النور:۱۱)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

انہیں اسباب و جوہات کی بنیاد پر مساجد کی اسلام کے اندر بڑی اہمیت اور فضیلت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ[36] رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ[37] لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) ترجمہ: ان عظیم گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔ [36] وہ بڑی شان والے مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ [37] تاکہ اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔(النور:۳۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ) ترجمہ: اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو بری طرح ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (نصرانیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقینا اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقینا بہت قوت والا،

سب پر غالب ہے۔(الحج:۴۰)۔

چونکہ مساجد ہر نیکی اور خیر کا مرکز ہے اسلئے مساجد کے ذمیداران کو چاہئے کہ وہاں پر ایسے لوگوں کو ذمیداری دین جو اسکے اہل ہوں، بایں طور کہ وہ صحیح سے دروس اور خطبے دے سکیں، کتاب وسنت اور سلف امت کے منہج کی روشنی میں لوگوں کو دین کی تعلیم دے سکیں۔

چنانچہ ہر اس شخص کو مساجد کی ذمیداری سے دور رکھا جائے جس کے بارے میں قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ حزبی یا بدعتی ہے جو اپنی جماعت اور تنظیم کی طرف دعوت دیتا ہے، بدعات کو عام کرتا ہے، کیونکہ یہ بہت بڑی ذمیداری ہے جسکے بارے میں اللہ تعالی یقینی طور پر سوال کرے گا، ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ[6] فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ) ترجمہ: تو یقینا ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقینا ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔[6] پھر یقینا ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔(الاعراف:۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ[92] عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: سو تیرے رب کی قسم ہے! یقینا ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔[92] اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔(الحجر:۹۳)۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی مسلمانوں کے احوال درست فرمائے، انہیں اتباع حق اور اجتناب باطل کی توفیق عطا فرمائے وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحی النجمی

حاشیہ:

مساجد کی فضیلت میں کتاب وسنت سے بہت ساری دلیلیں متوفر ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر شیخ نے کردیا ہے انکے علاوہ چند کا ذکر درج ذیل ہے:

ارشاد باری تعالی ہے:(وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا) ترجمہ: اور یہ کہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔(الجن:۱۸)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ) ترجمہ: اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔(التوبہ:۱۸)۔

اور جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو سنت کے اندر مسجد کی فضیلت میں، اسے لازم پکڑنے، وہاں ذکرواذکار کرنے، اعتکاف کرنے، تعلیم حاصل کرنے اور عبادت کرنے کی رغبت دلانے میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں، انہیں میں سے عرش کے سائے والی وہ مشہور حدیث ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ وہ شخص بھی عرش الہی کے سائے تلے ہوگا جسکا دل مساجد سے لٹکا رہتا ہے۔

اسی طرح شیخ نے مساجد کی ذمیداری سے حزبیوں کو ہٹانے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی جماعت کی طرف دعوت دیتے ہیں، نوجوانوں کو علماء سے بغض رکھنے اور ان سے نفرت کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، بدعتی علماء کی شبیہ بہتر بنا کر پیش کرتے ہیں، حکام پر نقطہ چینی کرتے ہیں اور عوام کو ان کے خلاف خروج و بغاوت پر ابھارتے ہیں، چنانچہ جس کی حالت ایسی ہو وہ کبھی بھی مسجد کی ذمیداری کے اہل نہیں ہوسکتا۔



(۴)

تکفیر

اسکی سنگینی کا بیان اور اسکے دلائل

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

تکفیر: اسکی سنگینی کا بیان اور اسکے دلائل

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

پہلا مبحث: تکفیر کی حقیقت:

تکفیر کی حقیقت یہ ہیکہ ایک ایسے مسلمان کو جو کلمہ لاالہ الااللہ کا اقرار کرتا ہو نماز روزہ ادا کرتا ہو، زکاۃ دیتا ہو، اور سارے ارکان اسلام کا اقرار کرتا ہو، اس پر کافر ہونے کا حکم لگا کر اسکے جان و مال کو حلال کردیا جائے۔

ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کسی کے اندر فکری انحراف پیدا ہوتا ہے اور عقیدے میں تبدیلی ہوتی ہے، اس طرح کی تکفیر بازی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کبھی نہیں کرے گا کیونکہ شرعی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو کلمہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے، نماز، روزے، زکاۃ اور حج کی فرضیت کا اعتقاد رکھے، مسلمان کے جان و مال اور آبرو کی حرمت کا اعتقاد رکھے وہ سچا مسلمان ہے اسے مسلمانوں کا بھائی سمجھا جائے، رنگ و نسل اور حسب نسب دیکھے بغیر واجبات کی ادائیگی میں اس کا تعاون کیا جائے۔

اس بارے میں دلائل بے شمار ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) ترجمہ: اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔ (البینۃ: ۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) ترجمہ: مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(الحجرات: ۱۰)۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(لا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ) ترجمہ: مسلمان کو جو گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی سچا معبود نہیں ہے اور میں اس کا پیغمبر ہوں، مارنا درست نہیں مگر تین میں سے کسی ایک بات پر یا اس کا نکاح ہو چکا ہو اور وہ زنا کرے، یا جان کے بدلے جان (یعنی کسی کا خون کرے) یا جو اپنے دین سے پھر جائے مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔(صحیح مسلم: ۱۶۷۶)۔

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ) ترجمہ: مسلمان بھائی ہے مسلمان کا نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو تباہی میں ڈالے۔(صحیح مسلم: ۲۵۸۰)۔

چنانچہ اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کی تکفیر کرے بغیر کسی شرعی موجب کفر کے، جیسے کہ اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا ہو یا کفر صریح کا ارتکاب کیا ہو جس میں کسی تاویل میں کوئی گنجائش نہ ہو، مثلاً اس نے کسی متفق علیہ فرض کا انکار کیا ہو یا متفق علیہ حرام کو حلال سمجھا ہو یا کسی متفق علیہ حلال کو حرام سمجھا ہو یا ارکان ایمان میں سے کسی رکن کا انکار کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ مذکورہ مکفرات (اسباب کفر) میں سے کسی کا ارتکاب کئے بغیر اگر کوئی کسی مسلمان کی تکفیر کرے تو وہ تکفیری خارجی دہشت گرد ہے، اور یہ معلوم ہے

کہ ایسا اسی وقت کرتا ہے جب اسکا عقیدہ اور فکر بدل جاتا ہے اور وہ گمراہ خوارج میں سے ہو جاتا ہے۔

حاشیہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۲۰/ ۹۰) میں کہا کہ کتاب وسنت کی روشنی میں اہل سنت والجماعہ کا مذہب یہی ہے کہ یہ اہل قبلہ میں سے گناہ کی بنیاد پر کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اور نہ ہی کسی حرام کے ارتکاب پر اسے دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں جب تک کہ ترک ایمان لازم نہ آئے۔ چنانچہ اگر ارکان ایمان میں سے کسی کا منکر ہے تو اس بنا پر اسکی تکفیر کرتے ہیں، اسی طرح کسی متفقہ واجب کے انکار کرنے یا کسی متفقہ حرام کے انکار کرنے پر تکفیر کرتے ہیں۔

امام شوکانی نے اپنی کتاب السیل الجرار (۴/ ۵۷۸) میں کہا کہ جان لو کہ کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کرکے اسے کفر کی طرف لے جانے کیلئے کوئی مسلمان جراءت نہیں کرے گا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو مگر یہ کہ اس کے سامنے روز روشن کی طرح واضح دلیل اور ثبوت ہو، کیونکہ صحیح سندوں سے بہت سارے صحابہ کرام سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کو کہہ دے اے کافر تو دونوں میں سے کوئی ایک ضرور کافر ہو جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو وہ کلمہ کفر اسی کی طرف واپس آتا ہے۔

ان نصوص کے اندر بہت بڑی تنبیہ اور نصیحت ہے کہ کسی کی تکفیر کرنے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے۔

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے کہا کہ یہ خوارج کا مذہب ہے کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں حتی کہ مسلم حکمرانوں اور علماء تک کہ تکفیر کر دیتے ہیں، یہ گمراہ فرقہ ہے اس سے قتال واجب ہے، مگر قتال سے پہلے انہیں حق کی طرف رجوع کی دعوت دی جائے گی اگر اصرار کریں تو پھر قتال کیا جائے گا جیسا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور بعد کے خلفاء نے خوارج سے قتال کیا تھا۔ (التکفیر وضوابطہ ص ۱۱۰)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

* دوسرا مبحث: دورِ سلف میں تکفیر کی نشوونما:

جہاں تک سلف صالح کے دور میں تکفیر کی نشوونما کا تعلق ہے تو اسکی تفصیل صحیحین میں وارد ہوئی ہے چنانچہ مروی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي كِلَابٍ، وَزَيْدُ الْخَيْرِ الطَّائِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي نَبْهَانَ، قَالَ: فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوا: أَتُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ ". فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي "، قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ، يُرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا، قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ. يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا بھیجا مٹی میں ملا ہو (یعنی کان سے جیسا نکلا تھا ویسا ہی تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں میں بانٹا، اقرع بن حابس اور عیینہ بن بدر اور علقمہ بن علاثہ عامری اور ایک شخص بنی نبہان سے اور اس پر قریش بہت جلے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ان کو اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو۔" اتنے میں ایک شخص آیا کہ اس کی داڑھی گھنی تھی، گال پھولے ہوئے تھے آنکھیں گڑھے میں گھسی ہوئی تھیں ماتھا اونچا تھا سر منڈا ہوا تھا اور اس نے آ کر کہا: اللہ سے ڈر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں نافرمانی کروں گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی کون اطاعت کرے گا (معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر امانتدار مقرر فرمایا اور تم لوگ امانتدار نہیں جانتے۔" پھر وہ آدمی پیٹھ موڑ کر چلا گیا اور ایک شخص نے اجازت مانگی قوم میں سے اس کے قتل کی لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اس کی اصل میں سے ایک قوم ہے کہ وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسلام سے ایسا نکل جاتے ہیں جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عاد قتل ہوئے ہیں۔" (یعنی جڑ پیڑ سے اڑا دیتا جیسے عاد کو باد نے برباد کیا)۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "

يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ إِلَى فُوقِهِ قِيلَ مَا سِيمَاهُمْ؟، قَالَ: سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، أَوْ قَالَ التَّسْبِيدُ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کچھ لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح دور پھینک دیئے جائیں گے جیسے تیر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر یہ لوگ کبھی دین میں نہیں واپس آسکتے، یہاں تک کہ تیر اپنی جگہ (خود) واپس آجائے، پوچھا گیا کہ ان کی علامت کیا ہوگی؟ تو فرمایا کہ ان کی علامت سر منڈوانا ہوگی۔" (صحیح بخاری: ۷۵۶۲)۔

خوارج کے تعلق سے یہ پہلی خبر ہے۔ اور یہ پیشین گوئی امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس وقت پوری ہوئی جب خوارج کی ایک جماعت نے آپ کے خلاف خروج و بغاوت کیا اور آپ کے گھر کا محاصرہ کرکے آپ کو مظلومانہ طور پر شہید کر دیا۔

حاشیہ:

خوارج خارجی کی جمع ہے، انہیں خوارج اسلئے کہتے ہیں کیونکہ یہ دین سے خارج ہو جاتے ہیں یا یہ کہ یہ مسلمان حکام کے خلاف خروج کرتے ہیں، سب سے پہلے انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا جس وقت تحکیم کا معاملہ پیش آیا تھا، اسی کو بنیاد بنا کر یہ جماعت سے الگ ہو گئے اور کوفہ کے پاس حروراء نامی بستی میں اکٹھا ہو گئے، گفت وشنید اور مناظرے کے بعد بھی جب وہ اپنے تکفیری نظریئے سے باز نہیں آئے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے میدان نہروان میں قتال کیا، اور سب کو تہہ تیغ کر دیا سوائے چند کے جن کی تعداد دس سے بھی کم بتائی جاتی ہے جو بھاگ کر عمان کی طرف چلے گئے، اور مسلمانوں کی طرف سے

بہت کم تعداد میں شہید ہوئے جن کی تعداد بھی دس سے کم بتائی جاتی ہے، بلکہ ان بچے کھچے خوارج کے تعلق سے یہاں کہا جاتا ہے کہ ان میں سے دو عمان کی طرف، دو کرمان کی طرف، دو سجستان کی طرف، دو جزیرہ فرات کی طرف اور ایک یمن علاقے تل موروں کی طرف بھاگ گیا۔ (الفرق بین الفرق للبغدادی ص ۷۵، الملل والنحل للشہرستانی: ۱/ ۱۱۵)۔

امام آجری نے کتاب الشریعہ (۱/ ۳۲۷) کے اندر کہا کہ صحابہ کرام نے لاکھ کوشش کی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید نہ کیا جائے مگر وہ روک نہ سکے، پھر اسی کا نتیجہ تھا کہ انہیں خوارج نے بعد میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور آپ کے فیصلے سے راضی نہ ہوئے اور کہا (لاحکم الا للہ)، جس سن کر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کلمہ حق کے ذریعے انہوں نے باطل فکر کو مراد لیا ہے، چنانچہ آپ نے ان سے قتال کیا اور انہیں میدان نہروان میں قتل کر دیا اور اس طرح خوارج سے قتال کرنے کی پیشین گوئی پوری ہوئی، صحابہ کرام نے اس لڑائی میں بھرپور ساتھ دیا تھا اس طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قیامت تک کیلیے خوارج کے خلاف قتال کرنے کی ایک بہترین مثال بن گئے۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب آپ کے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان قتال جاری تھی اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے مصحف بلند کئے اور کہا: ہمارے اور آپ کے درمیان کتاب اللہ فیصلہ کرے گی، یہ دیکھ کر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتال جاری رکھنے کا حکم دیا مگر لوگوں نے قتال کرنے سے انکار کر دیا، اور جب لڑائی رک گئی تو دونوں اطراف سے کچھ لوگوں نے مصالحت کی کوشش کی اور اس بات پر متفق ہو گئے کہ دو حکم ملکر اسکا فیصلہ کریں گے۔

یہ دیکھ کر خوارج نے سیدنا علی سے کہا: تم کافر ہو گئے، کیونکہ لوگوں کو فیصل بنا دیا، جبکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ) ترجمہ: فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ (الانعام: ۵۷)۔

پھر جب وہ میدان قتال سے واپس عراق آئے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تکفیر کا اعلان کر دیا جسکی بنیاد پر آپ نے ان سے قتال کیا، لیکن قتال سے پہلے مناظرہ اور گفت وشنید کیلئے آپ نے ان خوارج کے پاس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا جنہوں نے جا کر ان سے مناظرہ کیا، جس کی وجہ سے ان میں سے ایک بڑی تعداد نے رجوع کر لیا اور باقی سے نہروان کے میدان میں قتال کیا گیا اور ان کی اکثریت کو قتل کر دیا گیا۔

یہ خوارج مرور زمانہ کے ساتھ مسلم حکام کے خلاف برابر خروج و بغاوت کرتے رہے ہیں، اور حکام نے ان سے قتال اور قتل کیا ہے، کبھی کبھی وہ کمزور پڑ جاتے تھے اور کبھی انکی طاقت طرح جاتی تھی، مگر یہ حقیقت ہے کہ آج تک انکی کوئی مضبوط اپنی حکومت قائم نہ ہو سکی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی یہ پیشین گوئی انکے حق میں پوری ہوئی جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" يَنْشَأُ نَشْءٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ". قَالَ ابْنُ عُمَرَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:" كُلَّمَا خَرَجَ قَرْنٌ قُطِعَ" أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ مَرَّةً،" حَتَّى يَخْرُجَ فِي عِرَاضِهِمُ الدَّجَّالُ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، جب بھی ان کا کوئی گروہ پیدا ہوگا ختم کر دیا جائے گا"، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے بیسیوں بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جب بھی ان کا کوئی گروہ نکلے گا ختم کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ انہیں میں سے دجال نکلے گا"۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۴)۔

حاشیہ:

مسئلہ تحکیم کو بنیاد بنا کر خوارج نے سیدنا علی کا ساتھ چھوڑ کر کوئی چلے آئے، چنانچہ ایک بار سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ کی مسجد میں اُن سے خطاب کیا تو وہ مسجد کے کونوں سے بولے: "لا حُکمَ الا اللہ" انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ شرک کے مرتکب ہوئے ہیں، اس لیے کہ آپ نے لوگوں حَکَم بنایا مگر کتاب اللہ کو حَکَم نہ بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اُن کے جواب میں فرمایا: ہم تم سے تین باتوں کو وعدہ کرتے ہیں:

۱- ہم تمہیں مساجد میں آنے سے نہیں روکیں گے۔

۲۔ ہم مال فے میں تمہارا حصہ نہیں روکیں گے۔

۳۔ ہم تم سے لڑائی کرنے میں پہل نہیں کریں گے، بشرطیکہ تم خود ہی شر وفساد شروع نہ کر دو۔

اُس کے بعد انہوں نے ایک جگہ ڈیرا جمالیا جو بھی مسلمان اُن کے قریب سے گزرتا اسے پکڑ کر قتل کر دیتے ۔اُن کی دست درازی اس حد تک بڑھی کہ انہوں نے جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی قتل کر دیا اور اُن کی اہلیہ کا پیٹ پھاڑ دیا۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اُن کو کہلا بھیجا کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے؟ جواب میں خارجیوں نے کہا: ہم سب نے اُسے قتل کیا ہے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگ کی تیاری کی اور نہروان کے مقام پر ایک بھر پور لڑائی میں ان کو بدترین شکست سے دو چار کیا۔

اور خوارج کے ساتھ مناظرہ کرنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ امام نسائی نے کتاب الخصائص (ص ۱۹۵) کے اندر، اسی طرح مصنف عبد الرزاق (۱ / ۱۵۷) کے اندر اور اسی طرح مستدرک حاکم (۲ / ۱۵۰) کے اندر ابو زمیل کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کہتے ہیں:

جب خوارج لشکر علی (رضی اللہ تعالی عنہ) سے علیحدہ ہوئے تو وہ ایک گھر میں جمع ہو گئے۔ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اِس امر پر متفق ہو گئے کہ انہیں سیدنا علی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے خلاف جنگ کے لیے نکلنا چاہیے۔لوگ سیدنا علی کے پاس تسلسل سے آتے اور خبریں دیتے کہ خوارج اُن کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے: انہیں چھوڑ دو جب تک وہ میرے خلاف جنگ نہیں کریں گے تب تک میں انہیں کچھ نہیں کہوں گا۔مگر وہ ضرور نکلیں گے اور جنگ کریں گے۔

ایک دن ظہر کی نماز کے وقت میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے امیر المؤمنین! آج ظہر کی نماز ذرا ٹھنڈی کر کے (تاخیر سے) ادا کیجیے۔ہوسکتا ہے آج میں خوارج کے پاس جاؤں اور انہیں سمجھانے کی کوشش کروں۔وہ فرمانے لگے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔میں نے عرض کی: اللہ نے چاہا تو ایسا نہیں ہوگا۔

ابن عباس فرماتے ہیں: میں چونکہ خوش اخلاق تھا اور کسی کو ایذا نہیں دیتا تھا اس لیے امیر المومنین نے مجھے اجازت دے دی۔میں نے ایک بہترین یمنی لباس زیب تن کیا اور خوب بن سنور کر دو پہر کے وقت اُن کے پاس پہنچا۔میں ایسے لوگوں کے پاس گیا کہ میں نے اُن سے بڑھ کر عبادت گزار نہیں دیکھے۔اُن کی پیشانیاں سجدوں کے نشانات سے مزین تھیں کثرت عبادت سے اُن کے ہاتھ اونٹ کے اُس حصے کی طرح ہو گئے جو زمیں

پر لگنے کی وجہ سے سخت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ساف ستھری قمیصیں پہن رکھیں تھیں۔ اُن کے چہرے اُن کی شب بیداری کے شاہد تھے۔ میں نے انہیں سلام کہا۔

کہنے لگے: مرحبا ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کیسے آنا ہوا؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: میں تمہارے پاس انصار و مہاجرین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمائندہ بن کر آیا ہوں۔ سنو! اُن کی موجودگی میں قرآن مجید نازل ہوا اور وہ اس کی تفسیر و تاویل کا تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

یہ سن کر اُن میں سے ایک گروہ کہنے لگا: قریش سے جھگڑا نہ کرو اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے: (بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُونَ) ترجمہ: بلکہ وہ تو ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔ (الزخرف: ۵۸)۔

اُن میں سے دو یا تین آدمی کہنے لگے: ہم اِن سے بات کر لیتے ہیں۔ ابن عباس رضی تعالیٰ عنہما نے کہا: تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد پر اور مہاجرین و انصار پر جو اعتراضات ہیں لاؤ پیش کرو۔ ان لوگوں پر قرآن نازل ہوا، تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اُن سے بڑھ کر قرآن کا عالم ہو۔ خوارج نے کہا: ہمیں تین اعتراضات ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: ٹھیک ہے انہیں بیان کرو۔

خوارج نے کہا: ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم کے مقابلے میں انسانوں کو منصف بنایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کتاب اللہ میں موجود ہے: (إِنِ الۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِ) ترجمہ: حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے۔ (سورہ الانعام ۵۷)۔

اب اللہ کے اس فرمان کے بعد انسانوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کو حَکَم بنائیں۔ یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: یہ تو ایک بات ہوئی، دوسری کیا ہے؟ کہا: اُنہوں نے ایک گروہ سے لڑائی کی، ان کے لوگوں کو بھی قتل کیا لیکن نہ تو کسی کو قید کیا نہ مال غنیمت جمع کیا۔ اگر وہ مومن تھے تو پھر انہوں نے ہمارے لیے اِن سے لڑائی کرنا کیسے جائز قرار دیا اور اُن میں سے کسی کو قیدی بھی نہ بنانے دیا؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: تیسری چیز بیان کرو۔ خوارج نے کہا: انہوں نے صلح کا معاہدہ لکھتے وقت اپنے نام سے امیر المؤمنین لا لفظ مٹا دیا، اگر وہ امیر المومنین نہیں ہیں تو پھر کیا وہ امیر الکافرین ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: کوئی اور بات؟ خوارج نے کہا: بس اتنی باتیں کافی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ انہوں نے اللہ کی شریعت کے معاملے میں انسانوں کو حَکَم بنایا ہے تو میں اللہ کی کتاب سے کچھ آیات تلاوت کرتا ہوں جو تمہاری بات کی تردید کریں گی۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم اپنے موقف سے دستبردار ہو جاؤ گے؟ خوارج نے کہا: جی بلکل۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ایک خرگوش کے معاملے میں جس کی قیمت ایک چوتھائی درہم سے زیادہ نہیں ہوتی، اپنے حُکم سے فیصلہ تحویل کر کے انسانوں کے سپرد کر دیا ہے، کیا اللہ کا یہ قول نہیں پڑھا: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ) ترجمہ: اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔ (المائدہ: ۹۵)۔

مرد وعورت کے معاملے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: (وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا) ترجمہ: اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو۔ (النساء: ۳۵)۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آدمیوں کی تحکیم ایک خرگوش کے قتل اور عورت کے معاملہ میں افضل ہے یا مسلمانوں کے باہمی معاملات کی درستی اور خونریزی روکنے کے لیے افضل ہے؟ خوارج نے کہا: بلکہ یہی افضل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: یہ بات ختم ہوگئی؟ خوارج نے کہا: جی ہاں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے کہا: جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ انہوں نے لڑائی کی اور مخالفین کو قید نہیں کیا اور نہ ہی مال غنیمت پر قبضہ کیا تو مجھے یہ بتاؤ کیا تم اپنی ماں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قیدی بنانے کے لیے تیار ہو جاتے؟ اللہ کی قسم! اگر تم نے یہ کہا کہ وہ ہماری ماں نہیں تو تم اسلام ہی سے نکل جاؤ گے۔ اور اگر تم نے یہ کہا کہ ہاں ہم انہیں گرفتار کرنے اور اُن کے ساتھ لونڈیوں جیسا سلوک کرنے کے روادار ہیں تو تب بھی تم اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔ تم دونوں صورتوں میں گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ) ترجمہ: پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی

بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔(الاحزاب:٦)۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: کیا تم نے یہ بات تسلیم کرلی؟ خوارج نے کہا: جی ہاں۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مزید کہا: جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لفظ مٹا دیا تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے روز مشرکین کے نمائندوں ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ صلح نامہ تحریر کروایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ صلح کی شرائط تحریر کریں۔سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا: اس تحریر کی رو سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کی ہے۔مشرکین نے اس پر کہا: اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے کبھی لڑائی نہ کرتے۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تُو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے علی! اسے مٹا دیں اور لکھیں کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کے مطابق محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صلح کی ہے۔اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہیں زیادہ افضل اور برتر ہیں اور اگر انہوں نے صلح کی خاطر اپنے نام سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا تو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ایسا کرنا کیوں کر ناجائز ہوسکتا ہے؟

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دلائل سے لاجواب ہو کر دو ہزار خارجی تائب ہو گئے اور باقی سب لڑائی کے لیے نکل گئے مگر سب کے سب قتل کر دیے گئے۔اس بحث و مناظرے کے نتیجے میں بعض خوارج نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت کو دوبارہ قبول کرلیا۔جبکہ باقی اپنی گمراہی پر قائم رہے۔

اس کی سند حسن ہے، شیخ وادعی نے (الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین: ١/ ٤٩٦) کے اندر اسے حسن کہا ہے۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

تیسرا مبحث: دور حاضر میں تکفیر کی نشو ونما:

جہاں تک دور حاضر میں تکفیر مذہب کے احیاء کی بات ہے تو اسے اخوان المسلمون نے زندہ کیا ہے، اس پر ہم کچھ ثبوت پیش کرتے ہیں تا کہ اس جماعت سے آگاہ رہیں:

سید قطب نے اپنی کتاب فی ظلال القرآن: ۴ / ۲۱۲۲ کے اندر کہا کہ اس وقت دنیا میں کوئی بھی مسلم حکومت نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی ایسا مسلم معاشرہ ہے جہاں پر اللہ کی شریعت اور اسلامی فقہ کا نفاذ ہو۔

اسی طرح کی بات سورہ یونس کی تفسیر میں بھی کہی ہے اور مسلمانوں کی مساجد کو بت خانے سے تشبیہ دی ہے۔ اور سورہ انفال کی تفسیر میں خروج و بغاوت اور انقلاب پر ابھارا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ اسلام اسکا حکم دیتا ہے۔

سورہ انعام کی تفسیر (۲ / ۱۰۵۷) میں کہا کہ زمانہ پھر اسی وقت کی طرف پلٹ گیا جس وقت یہ دین انسانیت کی طرف لا الہ الا اللہ لیکر آیا تھا، اس وقت پوری انسانیت بندوں کی عبادت اور ادیان کے ساتھ ظلم کی طرف پلٹ گئی ہے اور لا الہ الا اللہ سے منہ پھیر لیا ہے، گرچہ کچھ لوگ اپنی اذانوں میں بغیر مطلب سمجھے لا الہ الا اللہ کو دہرا رہے ہیں۔

اسی طرح اسی کتاب (۳ / ۱۶۳۴) کے اندر کہا کہ مسلمان اس وقت جہاد نہیں کر رہے ہیں کیونکہ آج مسلمان پائے ہی نہیں جاتے۔ اسلام اور مسلمانوں کا وجود ایک مسئلہ ہے جو محتاج علاج ہے۔

شیخ عبد اللہ بن محمد نجمی نے اپنی کتاب (منبع الارھاب المعاصر) کے اندر کہا کہ سید قطب نے اسلامی معاشروں کی تکفیر کی ہے اسکی گواہی خود اخوان المسلمون کے کبار علماء نے دی ہے، چنانچہ

یوسف قرضاوی اپنی کتاب اولویات الحرکۃ الاسلامیۃ، ص ۱۱۰ پر کہتے ہیں کہ اسی مرحلے میں سید قطب کی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جو انکی فکر کا آخری مرحلہ ہے جس کے اندر وہ سماج کی تکفیر کرتے تھے اور تمام لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کے قائل تھے۔

ایک دوسرے سرغنہ اخوانی فرید عبد الخالق نے اپنی کتاب میزان الحق، ص ۱۱۵ کے اندر کہا کہ تکفیر کی سوچ دراصل اخوانی نوجوانوں کے اندر پچاس کی دہائی کے اواخر میں اور ساٹھ کی دہائی کے آغاز میں اس وقت شروع ہوئی جب وہ سجن قناطر میں قید تھے، جہاں وہ سید قطب کی تحریروں کے ذریعے انکی تکفیری فکر سے متاثر ہوئے تھے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس وقت معاشرہ جاہلیت کے دور سے گزر رہا ہے، کیونکہ سید قطب نے ان حکام کی تکفیر کی تھی جو اللہ کی حاکمیت کو چھوڑ کر وضعی قوانین نافذ کرتے تھے اور رعایا کی بھی تکفیر کی تھی اس شرط پر کہ وہ ایسی حکومت سے راضی ہوں۔

حاشیہ:

اخوان المسلمون کی بنیاد حسن بنا نے رکھی تھی جنکی پیدائش ۱۳۲۴ھ میں ہوئی اور ۱۳۶۸ھ میں وفات ہوئی ہے، جنکی پرورش صوفی سلسلے حصافیہ کے طریقے پر ہوئی ہے، حصافی طریقے کی بیعت انہوں نے بسیونی العبد کے ہاتھ پر لی تھی، پھر اسکے بعد اس طریقے کے نائب صدر عبد اللہ الحصافی کے ہاتھ پر بیعت لی، اور اسکے صوفی پروگراموں میں حاضر ہوتے رہے، اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ مصر کے تمام مسلمانوں کو انکے اختلاف مذاہب کے ساتھ اپنے ساتھ جوڑا جائے۔ (حقیقۃ الدعوہ الی اللہ، ص ۸۶)۔

علی عشماوی جو کہ تنظیم خاص کے رکن اور اخوانی تنظیم کے ایک اہم سربراہ سمجھے جاتے ہیں، بلکہ سید قطب کو اپنا استاذ مانتے ہیں، نے اپنی کتاب التاریخ السری للاخوان المسلمین، ص ۸۰ پر لکھا کہ اخوان میں سے ایک شخص نے آکر مجھ سے کہا کہ وہ آج کے مسلمانوں کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہے چنانچہ میں سید قطب کے پاس گیا اور اس بارے میں

سوال کیا تو آپ نے کہا: اہل کتاب کا ذبیحہ سمجھ کر کھالو، آج کے مسلمان کم از کم اہل کتاب کے حکم میں ہیں۔

آگے ص ۱۱۲ میں لکھتے ہیں: میں سید قطب کے پاس بیٹھا تھا، جمعہ کا وقت تھا، کہا کہ چلیں جمعہ پڑھنے، تو جانے سے انکار کر دیا، اس وقت مجھے یقین ہوا کہ آپ جمعہ نہیں پڑھتے ہیں کیونکہ آپ کا عقیدہ ہے کہ جب تک خلافت قائم نہیں ہوتی جمعہ نہیں ہے۔ (کتاب النصیحۃ للشیخ سعید العمر، ۴۶)۔

میں کہتا ہوں کہ اس تکفیری اور گالی سوچ کو دیکھیں کہ کس طرح سید قطب نے مسلمانوں کو یہود و نصاری کافروں کی طرح بنا دیا، اس طرح انکی فکر کے مطابق سوائے سید قطب اور ام کے رفقاء کار کے کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اسی لئے انہوں نے جمعہ کو ساقط کر دیا کک بغیر خلافت کے کوئی جمعہ نہیں، جب کہ یہ سوچ اور اعتقاد خبیث خارجی مذہب رافضی کی ہے۔

کیا اس سے بھی بڑی دہشت گردی ہو سکتی ہے، وہ لوگ جو بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پروفیسر اور دکاترہ ہیں اور اسی قطب کی کتابوں کی تعریف کرتے ہیں انہیں کب ہوش آئے گا، انہیں چاہئے کہ وہ اپنی عقل کا مراجعہ کریں اور نوجوانان ملت کے تئیں اللہ کا خوف کھائیں کیونکہ انکے تعلق سے ان سے بروز قیامت سوال ہوگا۔ واللہ المستعان۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

میں کہتا ہوں کہ خودکش دھماکہ کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت نے سعودی ٹی وی چینلز پر یہ اقرار کیا ہے کہ انہوں نے تکفیر کا عقیدہ سید قطب کی کتابوں سے لیا ہے، بالخصوص انکی کتاب فی ظلال القرآن سے۔اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے پھرتے ہیں کہ انہیں اس کام پر بے روزگاری یا کسی دوسری پریشانی نے مجبور کیا ہے۔تو کیا اب بھی اس میں شک ہے کہ تکفیر کا عقیدہ موجودہ دور میں اخوان المسلمون کے بطن سے جنم لیا ہے۔

حاشیہ:

سید قطب اپنے اسی تکفیری تدمیری ارہابی سوچ پر فوت ہوئے ہیں، اور اسی پر راضی تھے، جیسا کہ قرضاوی نے اپنی کتاب المذکرات (۳/۲) کے اندر (وقفہ مع سید قطب) کے عنوان سے کہا کہ مجھ سے د۔محمد مہدی البدری نے کہا جو کہ ۱۹۶۵ کے وقت سید قطب کے ساتھ جیل میں تھے، سید قطب نے انہیں بتایا تھا کہ میری فکر میری آخری کتابوں میں موجود ہے جیسے فی ظلال القرآن کی دوسری ایڈیشن، خصائص التصور الاسلامی ومقوماتہ، الاسلام و مشکلات الحضارۃ، اور اسکے علاوہ وہ کتابیں جو جیل میں رہتے شائع ہوئی ہیں، جہاں تک پرانی کتابیں ہیں انکی حیثیت تاریخ کی ہے نہ کہ عقیدہ۔

اس پر انہوں نے سید قطب سے کہا: پھر آپ کا معاملہ امام شافعی جیسا ہے جن کا دو مذہب تھا ایک قدیم اور دوسرا جدید اور ہم آپ کے جدید مذہب کو پکڑیں گے نہ کہ قدیم؟

اس پر سید قطب نے کہا: جی ہاں، میرا بھی مذہب اسی طرح بدل گیا جیسا کہ امام شافعی نے بدل لیا تھا، لیکن ہمارے اور شافعی میں فرق یہ ہیکہ شافعی نے فروع میں اپنا مذہب بدلا تھا اور میں نے اصول میں بدلا ہے۔انتہی۔

آپ غور کریں کہ سید قطب کی جن کتابوں میں دہشت گردی، تکفیری اور تفجیری فکر پائی جاتی ہے انہیں کتابوں

کو انہوں نے اپنا عقیدہ بتایا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دور حاضر میں تکفیر کی سوچ کا منبع اخوان المسلمون ہے، اسی لئے ہمارے علماء نے سید قطب کی کتابوں سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے۔

چنانچہ جب ابن عثیمین رحمہ اللہ سے فی ظلال القرآن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اس تفسیر کو سورہ اخلاص میں پڑھا تو دیکھا انھوں نے بہت سخت باتیں کہی ہیں، جو کہ اہل سنت والجماعہ کے خلاف ہیں، اس سے لگتا ہے کہ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے، اسی طرح استواء کی تفسیر غلبہ اور تمکین سے کی ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے فی ظلال القرآن کے بارے میں اور استواء کہ تفسیر غلبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ یہ فاسد کلام ہے، سید قطب تفسیر میں مسکین اور ضائع ہیں۔

اسی طرح ایک بار آپ کے سامنے سید قطب کا صحابہ کرام کے تعلق سے بیج کلام نقل کیا گیا کہ معاویہ اور انکے ساتھی عمرو جھوٹ، دھوکہ، نفاق اور رشوت دینے میں معروف تھے اور ایسی گھٹیا حرکت علی نہیں کرسکتے تھے اسی وہ ناکام رہے۔ یہ سن کر آپ نے کہا کہ بہت برا کلام ہے بلکہ بہت ہی خبیث ہے بلکہ صحابہ کو گالی دی گئی ہے۔ اور الزام لگایا گیا ہے۔

پھر سائل نے پوچھا کہ کیا ایسی کتابوں سے لوگوں کو روک نہ دیا جائے؟ تو آپ نے کہا کہ ایسی کتابوں کو جلا دیا جائے۔ (النصیحہ، ص ۱۷)۔

سید قطب کی تمام گمراہیوں کو شیخ ربیع بن ھادی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب العواصم مما فی کتب سید قطب من القواصم میں ایکسپوز کر دیا ہے اور اس کی کبار علماء نے تائید کی ہے جیسے امام البانی رحمہ اللہ۔

چنانچہ امام البانی نے العواصم پر اپنے ہاتھ سے لکھا کہ آپ نے سید قطب کے تعلق سے جو بھی لکھا ہے وہ برحق اور درست ہے اسلامی تہذیب وثقافت سے واقف ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ سید قطب کو دین اسلام کے اصول وفروع میں سے کسی سے کوئی واقفیت نہیں تھی، شیخ ربیع! اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر سے کہ آپ نے اپنے واجب کو پورا کیا اور اس شخص کی جہالت اور فکری انحراف کو لوگوں کے سامنے عیاں کیا۔ انتہی۔

اس فکر سے آگاہ آج سے سترہ سال پہلے ہی ہمارے بزرگوں نے کر دیا تھا مگر اس پر توجہ نہیں دی گئی جس کا

نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح ہمارے ملکوں میں سید قطب کے دیوانوں کے ذریعے تباہی مچائی گئی۔ اور سفر حوالی جیسے مریدوں نے توحید حاکمیت کا اعتقاد نوجوانوں میں پھیلایا جیسا کہ سید قطب نے اپنی کتابوں میں لکھا تھا۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسے مزید ثابت کیا جائے کہ اخوان المسلمون ہی دور حاضر کے دہشت گردی کا منبع ہیں تو اسکے لئے آپ پڑھیں اخوانی عباس سیسی کی کتاب قافلۃ الاخوان المسلمون، ۲۵۸ میں عنوان: (قاضی احمد بک خازندار کا قتل اخوان المسلمون کی ہاتھوں)۔

اسی طرح ص ۲۶۷ پر اعلانات الشرقیہ نامی کمپنی کو بم سے اڑانے کا عنوان۔ اسی طرح ص ۲۶۹ پر جیپ حادثہ کا عنوان، اسی طرح ص ۲۷۱ پر جہاں لکھا ہے کہ اخوانیوں نے وائرلیس اسٹیشن پر کیسے بارودی سرنگ بنادیا تھا۔ ص ۲۷۳ پر لکھا ہے کہ جیپ حادثے میں اخوانیوں کو گرفتار کیا گیا۔ ص ۲۷۵ پر لکھا کہ حکومت نے اخوان المسلمون کو اسکے دہشت گردانہ کارروائیوں کو بنیاد بنا کر اسے تحلیل کردیا۔ ص ۲۸۵ پر لکھا کہ اخوانیوں نے کیسے عدالت کو بم سے اڑانے کی کوشش کی۔ ص ۲۸۶ پر لکھا کہ کیسے وزیر اعظم نقراشی کو اخوانیوں نے قتل کیا۔ یہ ساری باتیں عباس سیسی کی کتاب کی پہلی جلد میں موجود ہیں۔ اور یہ ساری دہشت گردانہ کارروائی حسن بنا کے زمانے میں ہوئی ہے۔ کیا یہ واضح دلیل نہیں ہے کہ اخوان المسلمون ایک تکفیری جماعت ہے جو ہنسا تشدد اور تفجیری فکر پر قائم ہے اور موجود دور کی دہشت گردی کا منبع وماوی ہے۔

حاشیہ:

دور حاضر میں بلاد حرمین کے اندر جس طرح بم دھماکے اور خودکش بمباری کی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اخوان المسلمون کی یہ خونی فکر بہت پہلے حسن بنا اور سید قطب نے پیدا کردی تھی، اور جسے سید قطب نے آگے بڑھایا، چنانچہ اپنی کتاب لماذا اعدمونی؟ ص ۵۵ پر سید قطب نے کہا کہ آگے چل کر امکانات کے حساب سے تمام وسائل کو

بروئے کارلاتے ہوئے اس کام کو انجام دیں گے، اور یہ دراصل ہماری تنظیم کے کارکنان کی گرفتاری کے ردعمل میں انجام پائے گا، اورسب سے پہلے صدر مصر، وزیر اعظم، آرمی چیف، خفیہ ایجنسی اور پولیس محکمہ کے ذمیداران کو منظر نامے سے ختم کرنا ہوگا، پھر ان اہم حکومتی محکموں کو اڑانا ہے جو قاہرہ کے اندر نقل وحمل کا اہم ذریعہ ہیں تا کہ باقی ارکان کے پیچھا کرنے اور انہیں گرفتاری سے روکا جاسکے۔ اور اسی طرح قاہرہ کے باہر جو بجلی گھر اور بڑے بڑے پل ہیں انہیں بھی اڑایا جائے گا۔

اور ص ۵۰ پر لکھا کہ جہاں تک اسلحوں کا تعلق ہے تو گرچہ اس وقت باہر سے درآمد کرنا بہت مشکل امر ہے لیکن ہم نے علاقائی پیمانے پر بم بنانا شروع کردیا ہے اور وہ تجربات کے دور سے گزر رہا ہے اور کچھ کامیابی بھی مل چکی ہے اور مزید بہتری کی طرف ہم چل رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یقینا یہ قطبی فکر آج بھی تجربات کے دور سے چل رہی ہے لیکن اللہ نے خود انہیں کی زبان سے انہیں ایکسپوز کردیا ہے، خواہ یہ اپنے خفیہ تدمیری ایجنڈوں کو کتنا ہی چھپالیں۔

چنانچہ سعید حوی نے اپنی کتاب المدخل الی دعوۃ الاخوان المسلمون، ص ۲۹۲ کے اندر نقل کیا ہے کہ جو راز بھی تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان ہو اسے کہیں نہ پھیلاؤ خواہ وہ تمہارا سگا بھائی یا کوئی گہرا دوست ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر کسی رکن کے اندر کوئی خلل دیکھو تو فوراً قیادت کو شکایت کرو، اور جان لو کہ ہماری راز کی باتیں ہمارے ساتھ ہی مرجاتی ہیں۔

ہم جب بھی اپنی تنظیم کیلئے کوئی کام کریں تو یہ دھیان میں رہے کہ اس کا علم کسی دوسرے کو نہ ہو پائے بطور خاص پولیس کی نگاہوں سے بچ کر رہیں، اسکے لئے ہم اپنی جگہ اور وقت کو برابر بدلتے رہیں، صرف ایک ہی جگہ کو برابر استعمال نہ کریں۔

اور کبھی بھی اپنی بات تحریری شکل میں نہ پیش کریں بطور خاص نام اور جگہ، الا یہ کہ کوئی بہت ہی مجبوری ہو، ہم اسکے لئے رموز اور علامتوں کا استعمال کریں۔ (الانتقادات العلمیۃ ص ۵۴) للشیخ احمد بن عمر بازمول والشیخ احمد بن یحی زہرانی۔

ان تمام احتیاط کے باوجود اللہ نے انہیں ایکسپوز کردیا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح یہ جماعت گمراہ راہ

پر ہے، یہیں سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس جماعت کو بہتر گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

چوتھا مبحث: تکفیر کا حکم:

بغیر کسی سبب کفر کے ارتکاب کے کسی مسلمان کی تکفیر کرنا قطعی طور پر حرام ہے جیسا کہ اس پر بہت ساری حدیثیں دلالت کرتی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنْ حَلَفَ عَلَى مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ".

ترجمہ: ابوقلابہ نے رواہت کیا کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ اصحاب شجر (بیعت رضوان کرنے والوں) میں سے تھے، انہوں نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام کے سوا کسی اور مذہب پر قسم کھائے (کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں نصرانی ہوں، یہودی ہوں) تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسے کہ اس نے کہا اور کسی انسان پر ان چیزوں کی نذر صحیح نہیں ہوتی جو اس کے اختیار میں نہ ہوں اور جس نے دنیا میں کسی چیز سے خودکشی کر لی اسے اسی چیز سے آخرت میں عذاب ہوگا اور جس نے کسی مسلمان پر لعنت بھیجی تو یہ اس کے خون کرنے کے برابر ہے اور جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس کا خون کیا۔ (صحیح بخاری: ۶۰۴۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ، أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ، حَدَّثَهُ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ".

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن یعمر نے بیان کیا، ان سے ابوالاسود دیلی نے بیان کیا اور ان سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو کافر یا فاسق کہے اور وہ درحقیقت کافر یا فاسق نہ ہو تو خود کہنے والا فاسق اور کافر ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری: ۶۰۴۵)۔

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا کہ یک حدیث اس بات کا متقاضی ہیکہ اگر کوئی دوسرے مسلمان کو فاسق، کافر کہے اور وہ ویسا نہ ہو تو الٹا وہی اس وصف کا مستحق ہوگا۔

آگے کہتے ہیں کہ امام نووی نے کہا کہ رجوع کی تاویل میں اختلاف ہے، کہا گیا کہ کفر اس وقت واپس ہوگا جب وہ اسے حلال سمجھتا ہوگا اور یہ سیاق سے بعید ہے دوسرا قول یہ ہیکہ یہ خوارج پر محمول ہے کیونکہ وہ گنہگار مومنوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ خوارج کے یہاں یہ چیز معروف ہے اور مرور زمانہ کے ساتھ تواتر سے ثابت ہے۔ ورنہ آخر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے بہترین مومنوں کا قتل کیا، عثمان و علی جیسے خلفائے راشدین کو دھوکے سے قتل کیا، اور یہ قتل تکفیر ہی کی بنیاد پر کیا تھا، کیونکہ انکے عقیدہ کے مطابق کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور دور حاضر میں بھی یہ خوارج مسلمانوں کو اور معاہد کفار کو اسی بنیاد پر قتل کرتے ہیں کہ پہلے انکی تکفیر کرتے ہیں پھر ان کے جان و مال کو حلال کرتے ہیں، عوام میں خوف و دہشت پیدا کرتے ہیں، اسلام کو بدنام کرتے ہیں، اور اعدائے اسلام کے سامنے اسکی صورت کو بدنام

کرنے پیش کرتے ہیں، اور یہ بدبختانہ حرکت تکفیر کے نتیجے میں کرتے ہیں کہ انکے نزدیک حکام سے لیکر رعایا تک سب کافر ہیں۔

حاشیہ:

میں کہتا ہوں کہ آخر کیا ان لوگوں کے پاس حجۃ الوداع کی یہ حدیث نہیں پہونچی ہے؟

أَلَا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟" قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ:" اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ، انْظُرُوا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ".

ترجمہ: خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہارے آپس کے خون اور اموال اسی طرح حرام کئے ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس شہر اور اس مہینے میں ہے۔ ہاں بولو! کیا میں نے پہنچا دیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم بولے کہ آپ نے پہنچا دیا۔ فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہیو، تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ دہرایا۔ افسوس! (آپ نے (ویلکم) فرمایا یا (ویحکم)، راوی کو شک ہے) دیکھو، میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے (مسلمان) کی گردن مارنے لگ جاؤ۔ (صحیح بخاری: ۴۴۰۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا".

ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے (اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے) جب تک ناحق خون نہ کرے جہاں ناحق کیا تو مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔" (صحیح بخاری: ٦٨٦٢)۔

میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک منع کر دیا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے کسی بھائی کو اسلحہ

سے اشارہ کرے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی شخص اپنے کسی دینی بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا ممکن ہے شیطان اسے اس کے ہاتھ سے چھڑوا دے اور پھر وہ کسی مسلمان کو مار کر اس کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گر پڑے۔“ (صحیح بخاری: ۷۰۷۲)۔

اسی طرح ہمیں حکم ہوا کہ جب ہم مسجد یا بازار میں کسی بھیڑ میں ہوں اور کسی کے پاس تیر ہو تو اسے بند کر کے رکھے تاکہ کسی مسلمان بھائی کو لگ نہ جائے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا، أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ، فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا، أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ ".

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد میں یا ہمارے بازار میں گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں تو اسے چاہیے کہ اس کی نوک کا خیال رکھے۔“ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے انہیں تھامے رہے۔ کہیں کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ (صحیح بخاری: ۷۰۷۵)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہم پر اسلحہ اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (متفق علیہ)۔

یہاں پر اسلحہ اٹھانے اور اشارے کرنے پر وعید ہے مگر دور حاضر کے گمراہ خارجی اور باغی ایسی جگہوں پر معصوموں کی جان لیتے ہیں جہاں کے لوگوں کو خوف میں ڈالنے والوں پر لعنت بھیجی گئی ہے، پھر وہاں کے لوگوں کو اگر ناحق قتل کیا جائے تو کس قدر معاملہ بھیانک ہوگا چنانچہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عبادہ بن صامت رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ سے روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یا اللہ

!عَزَّ وَجَلَّ، جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۶۷)۔

وقت کے ان سفاک خوارج نے مکہ اور مدینہ کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا وہ مکہ جسکی حرمت ابتدائے آفرینش ہی سے ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " هَذِهِ مَكَّةُ حَرَّمَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، وَهِيَ سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا، إِلَّا لِمُنْشِدٍ" ، فَقَامَ الْعَبَّاسُ، وَكَانَ رَجُلًا مُجَرِّبًا، فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِبُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا؟ فَقَالَ: " إِلَّا الْإِذْخِرَ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ مکہ ہے جس کی حرمت اللہ تعالیٰ نے اسی دن قائم کر دی تھی جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا، نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا، صرف میرے لیے دن کے ایک حصہ میں حلال کیا گیا اور وہ یہی گھڑی ہے اور یہ اب اللہ تعالیٰ کے حرام کر دینے کی وجہ سے قیامت تک حرام رہے گا، نہ اس کی تازہ گھاس کاٹی جائے گی، نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے، نہ اس کے شکار بدکائے جائیں گے، نہ اس کی کوئی گری پڑی چیز حلال ہو گی، مگر اس شخص کے لیے جو اس کی تشہیر کرنے والا ہو" یہ سنا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے، وہ ایک تجربہ کار شخص تھے اور کہنے لگے سوائے اذخر کے، کیونکہ وہ ہمارے گھروں اور قبروں میں کام آتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوائے اذخر کے"۔ (سنن نسائی: ۲۸۹۵)۔

میں کہتا ہوں کہ اسلام جس نے معاہد کفار تک کو قتل کرنے سے روکا ہے مگر یہ سفاک قاتل خوارج مسلمانوں تک کو نہیں چھوڑتے، صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جاسکتی ہے۔“ (صحیح بخاری:۳۱۶۶)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر دور میں خوارج نے مسلمانوں کی تکفیر کچھ وہمی اور خیالی امور کی بنیاد پر کی ہے، چنانچہ یہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، جب کہ اس طرح کے گناہوں میں خود واقع ہوتے ہیں، اور کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ جس گناہ کی بنیاد پر تکفیر کرتے ہیں وہ حقیقت میں موجود ہی نہیں ہوتا، بلکہ وہ من گھڑت اور جھوٹا گناہ ہوتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز کو گناہ سمجھ رہے ہوتے ہیں جبکہ وہ دن الواقع گناہ ہی نہیں ہوتا، وہ دراصل نفس پرستی اور خواہشات نفس کی بنیاد پر تکفیر کرتے ہیں، اسی لئے وہ اس سنگین مسئلے کیلئے نہ ہی تحقیق سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی انکے پاس اس کا علم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب سے بدترین مخلوق اور دوزخی کتا کہا ہے، اور یہ کہ سب سے بدترین مقتول ہوں گے۔ کیا ان مذمتوں کے بعد بھی کوئی بری مذمت ہوگی؟!

حاشیہ:

یقیناً شیخ کی بات بالکل درست ہے چنانچہ آپ دیکھیں کس طرح بدگمانی میں اسامہ بن لادن نے مملکت سعودی عرب کی تکفیر کی ہے، چنانچہ کویتی جریدہ الرای العام بتاریخ: ۱۱/ ۱۱/ ۲۰۰۱ میں شائع ہوا کہ بن لادن سے پوچھا گیا کہ اگر امریکی فوج سعودی عرب سے نکل جائے اور مسجد اقصیٰ کو آزاد کرلیا جائے تو کیا تم کسی مسلم ملک کی عدالت میں خود کو پیش کرو گے؟ تو جواب دیا: اس وقت صرف افغانستان ایک اسلامی ملک ہے، پاکستانی انگریزی قانون پر چلتا ہے سوچ سعودی بھی مسلم ملک نہیں ہے۔

مزید اس نے کہا کہ آج کے حکام سے ہمارا اختلاف فروعی نہیں ہے کہ جسے حل کیا جاسکے ہم کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بات کرتے ہیں کہ اس وقت کے حکام نے اس کلمے کی مخالفت کی ہے کفار سے دوستی کرکے، اور وضعی

قوانین نافذ کر کے نیز اقوام متحدہ کے قوانین کا اقرار کر کے۔اس طرح انکی ولایت ہم پر بہت پہلے ساقط ہو چکی ہے۔

اس طرح آپ دیکھیں گے کہ یہ محض گمان اور وہم کی بنیاد پر پوری حکومت کی تکفیر کر دیتے ہیں، پھر اسی تکفیر کی بنیاد پر جان و مال کو حلال کرتے ہیں، بچوں اور خواتین تک کو نہیں چھوڑتے۔

اسی لئے انہیں دوزخی کتا کہا گیا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، يَقُولُ:" شَرُّ قَتْلَى قُتِلُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوا كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، قَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا كُفَّارًا". قُلْتُ يَا أَبَا أُمَامَةَ: هَذَا شَيْءٌ تَقُولُهُ، قَالَ: بَلْ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”یہ خوارج سب سے بدترین مقتول ہیں جو آسمان کے سایہ تلے قتل کیے گئے، اور سب سے بہتر مقتول وہ ہیں جن کو جہنم کے کتوں (خوارج) نے قتل کر دیا، یہ خوارج مسلمان تھے، پھر کافر ہو گئے“۔ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ یہ بات خود اپنی جانب سے کہہ رہے ہیں؟ تو ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، بلکہ اسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔(سنن ابن ماجہ: ۱۷۶)۔

اسی طرح امام خلال نے کتاب السنہ (۱/ ۱۴۵) کے اندر کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ خوارج بہت بری قوم ہے، اس سرزمین پر اس سے بری قوم میں نہیں جانتا۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۲۸ / ۵۱۲) میں کہا کہ خوارج سے قتال کرنے کے بارے میں متواتر حدیثیں موجود ہیں، امام احمد نے کہا کہ خوارج کے تعلق سے دسیوں وجوہ (اسانید) سے صحیح حدیث مروی ہے، بخاری اور مسلم نے تین وجوہ سے روایت کیا ہے، جن میں ایک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، دوسری ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور تیسری سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے۔ اسی طرح سنن اور مسانید کے اندر بھی متعدد وجوہ سے مروی ہے، انہیں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) ترجمہ: جانے دو اس لیے کہ اس کے چند یار ہوں گے کہ تم حقیر سمجھو گے اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے، اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے آگے، قرآن پڑھیں گے کہ گلوں سے نہ اترے گا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ جیسے تیر شکار سے، ان کا ایمان ان کی گردنوں سے نیچے نہ اترے گا، لہٰذا جہاں کہیں تم ان سے ملو تم انہیں قتل کر دو، اس لیے کہ ان کا قتل کرنا، قیامت کے روز اس شخص کے لیے اجر وثواب کا باعث ہوگا جو انہیں قتل کرے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

ان خوارج سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے ساتھ ملکر قتال کیا تھا، انکے قتل پر سلف امت کے درمیان اتفاق ہے، ان سے قتال کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جس طرح جمل اور صفین کے موقع پر اختلاف ہوا تھا کہ صحابہ تین حصوں میں بٹ گئے تھے: کچھ لوگ علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے اور کچھ لوگ آپ کے مخالفین کے ساتھ جبکہ کچھ لوگ قتال سے الگ تھلگ ہو گئے۔لیکن خوارج سے قتال کرنے میں سارے صحابہ متفق تھے،کسی ایک بھی صحابی نے ان سے قتال کرنے سے منع نہیں کیا۔

اسی طرح آگے کہتے ہیں کہ خوارج کی مذمت اور انکی گمراہی پر امت متفق ہے،البتہ اختلاف انکی تکفیر میں ہے، کچھ لوگ تکفیر کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ صرف گمراہ کہتے ہیں۔

حاشیہ:

امام آجری نے کتاب الشریعہ (۱/ ۳۲۵) کے اندر کہا کہ امت کا اتفاق ہے کہ خوارج بری قوم ہے،اللہ اور اسکے رسول کی نافرمان قوم ہے،گرچہ وہ نماز روزہ قائم کریں،عبادت میں محنت کریں،یہ انکے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہوگی،کیونکہ یہ قرآن کو اپنی خواہشات کے مطابق تاویل کرتے ہیں،اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں،اللہ اور اسکے رسول نے خوارج سے ہمیں آگاہ کیا ہے،خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ نے بھی ہمیں اس بری قوم سے ڈرایا ہے۔کیونکہ یہ مسلمانوں کے حکام کے خلاف خروج و بغاوت کرتے ہیں اور مسلمانوں کے جان و مال کو حلال کرتے ہیں۔

ابن رجب نے جامع العلوم والحکم،ص ۱۳۰ کے اندر کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج سے قتال کرنے اور انہیں قتل کرنے کے بارے میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں البتہ انکی تکفیر کے بارے میں اختلاف ہے:

کچھ لوگ انکی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں انہیں قتل کرنے کا حکم انکے کفر کی وجہ سے ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں قتل کرنے کا حکم انکے فساد فی الارض کی وجہ سے ہے۔

کچھ لوگ کہتے کہ جب وہ قتال کرنے کی ابتداء کریں گے تب ان سے قتال کیا جائے گا۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

پانچواں مبحث: تکفیر کے خطرات اور اسکے سنگین نتائج:

تکفیر کے خطرات اور اسکے سنگین نتائج درج ذیل ہیں:

۱-اس عہد و پیمان کو توڑ دینا جسے حکام نے رعایا سے لیا ہے، کیونکہ جو حاکم وقت کی تکفیر کرے گویا اس کے نزدیک کسی عہد و پیمان کی کوئی وفاداری نہیں ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ) ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔(الرعد:۲۵)۔

۲-تکفیر کرنے کے بعد حکام اور انکے گورنروں اور نائبین کے خون کو حلال کرنا۔

۳-انکے خلاف خروج و بغاوت کو جائز کرنا۔

۴-مسلمانوں کے خون کو حلال کرنا، اسی طرح معاہد کفار کے خون کو حلال کرنا۔

۵-مسلمانوں سے قتال کرنے اور انہیں قتل کرنے کو جائز سمجھنا، جب کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا) ترجمہ: اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہو اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔(النساء:۹۳)۔

٦-اسی کے ساتھ ان کی آبرو کو حلال کرنا، انکے خلاف جھوٹ بولنا اور افترا پردازی کرنا اور ان کی طرف ایسی چیزیں منسوب کرنا جو ان میں نہیں ہیں۔

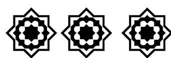
حاشیہ:

اہل سنت والجماعہ کا اجماع ہے کہ فاسق اور ظالم حکام کے خلاف بھی خروج و بغاوت کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ امام نووی نے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ابن حجر نے فتح الباری (۱۳/۷) میں ابن بطال کا قول نقل کیا ہے کہ تلوار کی اور پر غالب آنے والے حاکم کی اطاعت واجب ہے، اسکے ساتھ جہاد کیا جائے گا، اسکی اطاعت کرنا اسکے خلاف خروج کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ خروج میں فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی ہے، اور یہ اسی وقت جائز ہے جب حاکم کی طرف سے کفر صریح کا ارتکاب ہوا ہو۔

شیخ احمد نجمی نے اپنی کتاب الرد الشرعی المعقول ص ۱۲۸ پر اخوانی سرغنہ عبداللہ عزام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ عبداللہ عزام اور دوسرے اخوانی علماء کا یک قول باطل ہے کہ حکام کے خلاف خروج جائز ہے کیونکہ یہ کتاب وسنت کے نصوص کے خلاف ہے، اسی طرح معتبر علماء اہل سنت کے اقوال اور آثار سلف کے بھی مخالف ہے کیونکہ خوارج اور معتزلہ کے سوا کسی نے خروج و بغاوت کو جائز نہیں کہا ہے اور کہ دونوں فرقے فرقہ ناجیہ سے الگ ہیں۔

یہ مسلمانوں پر جھوٹ، بہتان اور افترا پردازی کرتے ہیں جبکہ قرآن کے اندر اسے گمسہ کبیرہ بتایا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا) ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقینا انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔(الاحزاب:۵۸)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

۷-اسی طرح یہ تکفیری خوارج مسلمانوں کا مال بھی اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔

۸-مسلم معاشرے میں یہ انارکی، خوف و ہراس اور خانہ جنگی کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔

۹-اختلاف و انتشار اور گروپ بندی کی فضا عام کرتے ہیں۔

۱۰-اعدائے اسلام کو ملک پر قبضہ کرنے میں سہولت کاری کا کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۱-لیکن جب اعدائے اسلام ملک پر قابض ہو جاتے ہیں تو مسلمانوں پر پہلے سے کہیں زیادہ ظلم وستم ڈھاتے ہیں اور اپنے وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرتے ہیں۔

۱۲-یہیں سے معلوم ہوا کہ دہشت گرد خوارج پوری امت کیلئے مصیبت ہیں، انکی تکلیف سے اس امت کا کوئی فرد بھی محفوظ نہیں ہے۔

مجھے امید ہیکہ اب یہ بات واضح ہوگئی ہوگئی کہ یہ دہشت گرد خوارج ایک گمراہ اور بدترین قوم ہے، تخریب پسند جماعت اور شر وفساد کی داعی ہے، جسے نتائج امت مسلمہ کیلئے بہت بھیانک ہیں۔ و باللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

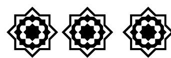
حاشیہ:

اللہ تعالی نے ہمیں اختلاف و انتشار اور گروپ بندی سے روکا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا) ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ (آل عمران: ۱۰۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔(الانعام:۱۵۳)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا، وَلَا تَفَرَّقُوا) ترجمہ: اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے تمہاری تین باتوں سے اور ناخوش ہوتا ہے تین باتوں سے۔ خوش ہوتا ہے اس سے کہ تم عبادت کرو اس کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس کی رسی سب مل کر پکڑے رہو۔(یعنی قرآن پر عمل کرتے رہو) اور پھوٹ مت ڈالو۔(صحیح مسلم:۱۷۱۵)۔

اسلئے جو بھی جانے انجانے اس گمراہ جماعت اخوان المسلمون میں شامل ہو گیا ہوا سے چاہئے کہ وہ جس قدر جلدی ہو سکے اس سے نکل کر اہل سنت والجماعہ کے راستے ہر آجائے اور مسلمانوں کی اسی واحد جماعت کا منہج اور طریقہ اپنالے۔



(۵)

غلو

اسکے اسباب وعلاج

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

اللہ ہی ہے جس نے اپنے پیغمبر محمد کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگر چہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ اور اپنے دین کو دو مذموم اطراف کے درمیان معتدل اور دو باطل کناروں کھ درمیان حق بنا کر بھیجا ہے۔

پہلا باطل کنارہ: غلو کا کنارہ ہے جو حق سے دور تشدد اور سختی میں آگے نکل چکا ہے۔

دوسرا باطل کنارہ: کوتاہی کا کنارہ ہے، واجبات میں کوتاہی اور محرمات کے ارتکاب میں جراءت اور لاپرواہی۔

ان دونوں کے بیچ میں یہ امت ایک معتدل امت ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَ كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا) ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔ (البقرہ: ۱۴۳)۔

چنانچہ یہ صفات باری تعالی کے باب میں معتدل ہیں اہل تعطیل جہمیہ اور اہل تمثیل مشبہہ کے درمیان۔

اسی طرح یہ افعال باری تعالی (تقدیر) کے باب میں بھی معتدل ہیں جبریہ اور قدریہ کے درمیان۔

اسی طرح یہ ایمان کے باب میں بھی معتدل ہیں حروریہ ومعتزلہ اور مرجئہ وجہمیہ کے درمیان۔

اسی طرح یہ صحابہ کے باب میں بھی معتدل ہیں روافض اورخوارج کے درمیان ۔

اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ غلو اور تساہل نیز افراط وتفریط کے درمیان اعتدال پر قائم رہنا ہی متوسط اور متعدل مقام ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے اسے متوسط اور متعدل راہ پر چلنے کا ہمیں حکم دیا ہے اور اسی راہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے اور اپنی امت کو بھی اسی راہ پر قائم رہنے کی ہدایت کی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا: (قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ) ترجمہ: میں نے تم کو ایک ایسے صاف اور روشن راستہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس راستہ سے میرے بعد صرف ہلاک ہونے والا ہی انحراف کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳)۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ ہلاکت اور تباہی اسی کیلئے ہے جو اس راہ سے ہٹے گا، اور اسی کو قرآن میں بھی ثابت کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ) ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کردیں گے ۔ (الانعام: ۱۵۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[18] إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ) ترجمہ: پھر ہم نے تجھے (دین کے) معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا، سو اسی پر چل اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چل جو نہیں جانتے ۔ [18] بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہر گز تیرے کسی کام نہ آئیں گے اور یقینا ظالم

لوگ،ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔(الجاثیہ:۱۹)۔

حاشیہ:

امت وسط کے تعلق سے علامہ ابن سعدی کہتے ہیں کہ امت وسط سے مراد وہ بہتر معتدل لوگ ہیں جنکے پاس حق کی ساری صورتیں موجود ہوتی ہیں اور باطل کی ساری شکلیں دور ہوتی ہیں، یہ غلو اور تساہل نیز افراط وتفریط کے درمیان اعتدال پر قائم ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے اسماء وصفات میں غلو کیا اور کچھ لوگوں نے انبیاء کے اندر غلو سے کام لیا اور کچھ نے سختی دکھائی یہاں تک ان کا پیغام رد کر دیا بلکہ کچھ کو تو قتل کر دیا، مگر اس امت وسط نے ہر نبی پر ایمان رکھا اور ان کے اندر غلو سے کام نہیں لیا۔ کچھ قومیں ایسی گزری ہیں کہ انہوں نے ہر اچھی بری چیزوں کو اپنے لئے حلال کر لیا جبکہ کچھ لوگوں نے غلو اور سختی سے کام لیا۔ مگر اس امت نے پاکیزہ چیزوں کو حلال جبکہ خبیث چیزوں کو حرام کیا۔

اسی طرح اہل سنت والجماعہ اس امت کے اندر بدعتی فرقوں کے درمیان معتدل راہ پر قائم ہیں۔ (التنبیہات اللطیفۃ،۷۱)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

غلو کی تعریف اور اسکی مذمت پر دلائل:

غلو کسی بھی چیز میں مبالغہ کرنے اور اسے اسکے مقام سے اوپر اٹھانے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے غلا السعر جب کسی چیز کی قیمت اسکی عام قیمت سے زیادہ ہو جائے، اسی سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ہے: (أَلَا لَا تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ، لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ترجمہ: سنو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ بڑھاؤ۔ اگر دنیا میں یہ کوئی عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سب سے زیادہ مستحق ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۱۴)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے: (إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ) ترجمہ: دین میں غلو سے بچو۔ (۱) یعنی تشدد اور حد سے تجاوز کرنا، جیسا کہ ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے: (إِنَّ هَذَا الدِّينَ مَتِينٌ فَأَوْغِلُوا فِيهِ بِرِفْقٍ) ترجمہ: یہ دین بڑا سنجیدہ اور مضبوط ہے، لہٰذا اس میں نرمی کو شامل رکھا کرو۔ (۲)

اسی طرح اسکا ایک معنی باطنی امور ما انکشاف کرنا اور اسے ڈھونڈنا بھی ہوتا ہے۔ اسی سے یہ حدیث بھی ہے: (وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنه) ترجمہ: اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلو کرنے والا ہو۔ اور یہ اسلئے کہ قرآن کے آداب میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا بھی ہے۔ (۳)

حاشیہ:

(۱) یہ حدیث سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۹ کے اندر موجود ہے، پوری روایت اس طرح ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْعَقَبَةِ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ: " الْقُطْ لِي حَصًى "، فَلَقَطْتُ لَهُ سَبْعَ حَصَيَاتٍ، هُنَّ حَصَى الْخَذْفِ، فَجَعَلَ يَنْفُضُهُنَّ فِي كَفِّهِ، وَيَقُولُ: " أَمْثَالَ هَؤُلَاءِ فَارْمُوا ". ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی صبح کو فرمایا، اس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے: "میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ"، چنانچہ میں نے آپ کے لیے سات کنکریاں چنیں، وہ کنکریاں ایسی تھیں جو دونوں انگلیوں کے بیچ آ جائیں، آپ انہیں اپنی ہتھیلی میں ہلاتے تھے اور فرماتے تھے: "انہیں جیسی کنکریاں مارو"، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! دین میں غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں اسی غلو نے ہلاک کیا"۔

(۲) یہ روایت مسند احمد: ۳ / ۱۹۹ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۳) یہ روایت سنن ابی داود (۴۸۴۳) میں موجود ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معمر اور سن رسیدہ مسلمان کی اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلو کرنے والا ہو، اور نہ اس سے دور پڑ جانے والا ہو، اور عادل بادشاہ کی عزت و تکریم دراصل اللہ کے اجلال و تکریم ہی کا ایک حصہ ہے۔

اس حدیث کو امام البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ صحیح الجامع: ۲۲۴۶۔

یہاں غلو کرنے والے سے مراد ایسا شخص ہے جو قرآن مجید پر عمل کرنے، اس کے متشابہات کے معانی میں کھوج کرنے نیز اس کی قرات اور اس کے حروف کو مخارج سے ادائیگی میں حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

جب ہم نے یہ جان لیا تو ضروری ہے کہ ہم غلو کی مذمت اور اسکے خلاف دلائل کو بھی جان لیں، اور اسکے خلاف دلائل قرآن اور حدیث دونوں جگہ موجود ہیں:

ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا) ترجمہ: اے لوگو! بلا شبہ تمھارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمھارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ (النساء: ۱۷۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا) ترجمہ: اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ پر مت کہو مگر حق۔ نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آجاؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا۔ اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بطور وکیل کافی ہے۔ (النساء: ۱۷۱)۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اہل کتاب کو زیادتی سے اور حد سے آگے بڑھ جانے سے اللہ تعالیٰ روک رہا ہے۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے نکل گئے تھے اور نبوت سے بڑھا کر الوہیت تک پہنچا رہے تھے۔ بجائے ان کی اطاعت کرنے کے عبادت کرنے لگے تھے، بلکہ اور بزرگان دین کی نسبت بھی ان کا عقیدہ خراب ہو چکا تھا، وہ انہیں بھی جو عیسائی دین کے عالم اور عامل تھے معصوم محض جاننے لگ گئے تھے۔ اور یہ خیال کر لیا تھا کہ جو کچھ یہ ائمہ دین کہہ دیں اس کا ماننا ہمارے لیے ضروری ہے، سچ و جھوٹ، حق و باطل، ہدایت و ضلالت کے پرکھنے کا کوئی حق ہمیں حاصل نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ) ترجمہ: انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ (التوبہ: ۳۱)۔

مسند احمد میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے تم ایسا نہ بڑھانا جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس تم مجھے عبد اللہ اور رسول اللہ کہنا۔

اسی طرح صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اسکا رسول کہو۔

اسی طرح مسند احمد (۳ / ۱۵۳) میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے ہمارے سردار اور سردار کے لڑکے، اے ہم سب سے بہتر اور بہتر کے لڑکے! تو آپ نے فرمایا "لوگو اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو تمہیں شیطان بہکا نہ دے، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، میں اللہ کا غلام اور اس کا رسول ہوں، قسم اللہ کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱ / ۵۹۰)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ) ترجمہ: لوگو! دین میں غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں اسی غلو نے ہلاک کیا۔ (صحیح الجامع: ۲٦٧٧)۔

علامہ احمد النجمی رحمہ اللہ نے کہا:

*غلو کے اقسام:

غلو کی بہت ساری قسمیں ہیں جن میں چند کا ذکر درج ذیل ہے:

۱-اشخاص میں غلو کرنا، جیسے کہ نصاری نے عیسی علیہ السلام کی شخصیت میں غلو کیا اور شیعوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کی ذریت کی شخصیتوں میں غلو کیا، چنانچہ نصاری نے عیسی علیہ السلام کو الوہیت کے مقام تک پہونچا دیا اور آپ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا، ان دونوں کفریہ عقائد پر رد کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا: (مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ[75] قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[76] قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ) ترجمہ: نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقینا اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ ان کے لیے ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔ [75] کہہ دیں کیا تم اللہ کے سوا

اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ [76] کہہ دیں اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔(المائدہ:۷۷)۔

بالکل نصاریٰ کی طرح شیعوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں غلو کیا، کچھ نے تو آپ کو بھی الوہیت کے مقام تک پہونچا دیا اور کچھ نے آپ کے اور آپ کی ذریت کے اندر عصمت کا عقیدہ رکھ لیا۔ اسی طرح صوفیوں نے بھی اپنے مشائخ کے بارے میں غلو سے کام لیا ہے۔

حاشیہ:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیعہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ عالم الغیب تھے، چنانچہ کلینی الکافی (۱/ ۲۲۳) کے اندر لکھتا ہے کہ محمد باقر سے روایت ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے کہا: مجھے چھ چیزیں عطا کی گئی ہیں: موت کا علم، بلاؤں کا علم، وصیتوں کا علم، فصاحت کا علم، میں ہی کروفر کا مالک ہوں اور میں ہی عصا، میسم اور اس دابہ کا مالک ہوں جو لوگوں سے بات کرے گا۔

دیکھیں یہ کس طرح اہل بیت پر جھوٹ باندھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔(النمل:۶۵)۔

اگر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عالم الغیب ہوتے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم

سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں۔(الانعام:۵۰)۔

میں کہتا ہوں کہ شیعہ انتہا گمراہ قوم ہیں مگر مجھے تعجب ہوتا ہے اس قوم پر جو انہیں اپنا دینی بھائی کہتا ہے!

شیعوں کی طرح صوفیوں نے بھی اپنے مشائخ میں غلو کیا ہے حتی کہ انکا مقام نبیوں سے بھی بڑھا دیا ہے، چنانچہ ایک صوفی شاعر کہتا ہے:

مقام النبوة فی برزخ

فویق الرسول ودون الولی

ترجمہ: برزخ میں نبوت کا مقام رسول سے کچھ اوپر اور ولی سے کم ہے۔

ملحد ابن عربی فصوص الحکم (ص ٦٢) میں کہتا ہے کہ رسول جو بھی روحانی علم رکھتے ہیں وہ اسے خاتم الاولیاء کے طاق سے حاصل کرتے ہیں، اسی لئے نبوت اور رسالت ختم ہو جائے گی مگر ولایت کبھی ختم نہیں ہوگی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۱۱/ ۴۴۴) میں کہا کہ خاتم الاولیاء کی اصطلاح ایک باطل اصطلاح ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے، سب سے پہلے اسکا استعمال محمد بن علی الحکیم الترمذی نے کیا تھا پھر اسکے بعد بہت سارے گمراہ صوفیوں نے خاتم الاولیاء ہونے کا دعوی کیا ہے جیسے کہ ابن حمویہ، ابن عربی اور دمشق وغیرہ کے بعض گمراہ صوفی مشائخ۔اور ان میں سے ہر ایک کا یہی دعوی ہے کہ وہ بعض وجوہات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے۔

جبکہ سب سے افضل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کے بعد امت محمدیہ میں سب سے افضل انصار و مہاجرین میں سبقت لے جانے صحابہ ہیں بطور خاص خلفائے راشدین اور دیگر عشرہ مبشرہ حضرات۔اور سب سے بہتر زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے، پھر وہ زمانہ جو اسکے بعد کا ہے پھر وہ زمانہ جو اسکے بعد کا ہے۔اس امت میں خاتم الاولیاء کی کوئی اصطلاح نہیں ہے بلکہ افضل الاولیاء اور خیر الاولیاء کہہ سکتے ہیں اور یہ مقام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو۔انبیاء ورسل کے بعد اس کائنات نے ان دونوں سے افضل کسی شخصیت کو نہیں دیکھا۔

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

۲-فکر واعتقاد میں غلو؛ اور یک پہلے کے مقابلے زیادہ بھیانک ہے، کیونکہ شخصیات میں غلو کرنے سے صرف غلو کرنے والے کیلئے تباہی ہے جبکہ فکر واعتقاد میں غلو کرنے سے دین وعقیدے کی تباہی ہے، اس کی وجہ سے پوری قوم بلکہ مما لک تباہ ہوجاتے ہیں، سماج کی ساری چیزیں تباہ ہوجاتی ہیں ۔ جیسے کہ فسادی دہشت گرد خوارج کا فکری غلو۔

یہ غلو جس بھی قوم میں پائی جائے گی وہ تباہ ہوکر رہے گی، کیونکہ یہ گمان کررہے ہوتے ہیں کہ وہ اصلاح کررہے ہیں مگر فی الواقع وہ تباہ کررہے ہوتے ہیں، ان کا گمان اورعقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ کا تقرب حاصل کررہے ہیں مگر فی الواقع وہ معصوموں کا جان لے رہے ہوتے ہیں، وہ گمان کررہے ہوتے ہیں کہ وہ جہاد کررہے ہیں مگر فی الواقع وہ ملک وسماج میں تباہی پھیلا رہے ہوتے ہیں، جس طرح عرب بہاریہ میں کیا گیااوراس سے پہلے جزائر میں جس طرح خوارج نے خونی کھیل کھیلا ۔

مسلمانو! یک خارجی فکر جہاں بھی پائی گئی ہے وہاں انارکی، اختلاف وانتشاراور گروپ بندی، خوف وہراس اور بدامنی وبے چینی عام ہوئی ہے، حتی کہ اس قوم سے دین کی حقیقت نکل چکی ہوتی ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ختم ہوجاتا ہے، بلکہ اسی کے نام پر یہ سماج کے اندر فساد پھیلاتے ہیں ۔

خارجی فکر جس بھی معاشرے میں عام ہوتی ہے وہاں پر فسادی دن دھاڑے دندناتے پھرتے ہیں اور صلاح وتقوی والے ستائے جاتے ہیں بلکہ ان خوارج کے نزدیک وہ بزدل کہے جاتے ہیں، کیونکہ وہ انکی طرح یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ معاشرہ مرتد ہو چکا ہے انکے لئے لوٹ مار جائز ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جزائر میں جس وقت خوارج وقت تباہی مچا رہے تھے اس وقت انکا یہاں تک عقیدہ تھا کہ وہ اپنے ماں باپ تک کی تکفیر کرنے انہیں قتل کر دیتے تھے اگر وہ ان کی فکر کو نہیں مانتے۔اس سے بھی بھیانک اور گھٹیا قسم کی سوچ کوئی ہو سکتی ہے!!!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے اس بھیانک اور سنگین غلو سے بھی آگاہ کیا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْيَمَنِ، بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ: الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيُّ، وَعُيَيْنَةُ بْنُ بَدْرٍ الْفَزَارِيُّ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي كِلَابٍ، وَزَيْدُ الْخَيْرِ الطَّائِيُّ، ثُمَّ أَحَدُ بَنِي نَبْهَانَ، قَالَ: فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوا: أَتُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَتَدَعُنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ "، فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي "، قَالَ: ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فِي قَتْلِهِ، يُرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا، قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ

لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا بھیجا مٹی میں ملا ہو (یعنی کان سے جیسا نکلا تھا ویسا ہی تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چار آدمیوں میں بانٹا، اقرع بن حابس اور عیینہ بن بدر اور علقمہ بن علاثہ عامری اور ایک شخص بنی نبہان سے اور اس پر قریش بہت جلے اور کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ان کو اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو۔" اتنے میں ایک شخص آیا کہ اس کی داڑھی گھنی تھی، گال پھولے ہوئے تھے آنکھیں گڑھے میں گھسی ہوئی تھیں ماتھا اونچا تھا سر منڈا ہوا تھا اور اس نے آ کر کہا: اللہ سے ڈراے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں نافرمانی کروں گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی کون اطاعت کرے گا (معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین والوں پر امانتدار مقرر فرمایا اور تم لوگ امانتدار نہیں جانتے۔" پھر وہ آدمی پیٹھ موڑ کر چلا گیا اور ایک شخص نے اجازت مانگی قوم میں سے اس کے قتل کی لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اس کی اصل میں سے ایک قوم ہے کہ وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسلام سے ایسا نکل جاتے ہیں جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عاد قتل ہوئے ہیں۔" (یعنی جڑ پیر سے اڑا دیتا جیسے عاد کو باد نے برباد کیا)۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ إِلَى فُوقِهِ قِيلَ مَا سِيمَاهُمْ؟، قَالَ: سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ، أَوْ قَالَ التَّسْبِيدُ".

ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کچھ لوگ مشرق کی طرف سے نکلیں گے اور قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح دور پھینک دیئے جائیں گے جیسے تیر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر یہ لوگ کبھی دین میں نہیں واپس آسکتے، یہاں تک کہ تیر اپنی جگہ (خود) واپس آجائے، پوچھا گیا کہ ان کی علامت کیا ہوگی؟ تو فرمایا کہ ان کی علامت سر منڈوانا ہوگی۔“ (صحیح بخاری: ۷۵۶۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي، أَوْ سَيَكُونُ بَعْدِي مِنْ أُمَّتِي، قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِيمَهُمْ، يَخْرُجُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُودُونَ فِيهِ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ ". فَقَالَ ابْنُ الصَّامِتِ: فَلَقِيتُ رَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ أَخَا الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ، قُلْتُ: مَا حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي ذَرٍّ كَذَا وَكَذَا، فَذَكَرْتُ لَهُ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بعد میرے میری

امت سے یا فرمایا: اب ہوگی بعد میرے میری امت میں وہ قوم کہ قرآن پڑھیں گے اوران کے حلقوں میں سے نیچے نہ اترے گا دین سے وہ ایسا نکل جائیں گے جیسے کہ تیر نکلتا ہے شکار سے اور پھر نہ آئیں گے وہ دین میں وہ ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ ابن صامت نے کہا کہ پھر میں ملا رافع بن عمرو غفاری سے جو حکم غفاری کے بھائی ہیں اور میں نے کہا: وہ کیا حدیث ہے جو میں نے سنی ہے ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایسے ایسے؟ اور ذکر کی میں نے یہ حدیث تو انہوں نے کہا: میں نے سنی ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۷)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ، مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَّكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ، وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ، فَتَذْهَبُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ، وَتَتْرُكُونَ هَؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ،

فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ، فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللَّهِ "، قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ: فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا، حَتَّى قَالَ: مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا، وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ، فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُونِهَا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ، فَرَجَعُوا فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ، قَالَ: وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ، فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا، قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ: أَخِّرُوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ، قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِي وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ.

ترجمہ: زید سے روایت ہے کہ وہ اس لشکر میں تھے جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج پر گیا تھا انہوں نے کہا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے: ایک قوم نکلے گی میری امت سے کہ قرآن پڑھیں گے ایسا کہ تمہارا پڑھنا ان کے آگے کچھ نہ ہوگا اور نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے آگے کچھ ہوگی اور نہ تمہارا روزہ ان کے روزوں کے آگے کچھ ہوگا قرآن پڑھ کو وہ سمجھیں گے کہ ہمارا اس میں فائدہ ہے

اور وہ ان کا ضرر ہو گا نماز ان کے گلوں سے نہ اترے گی، نکل جائیں گے اسلام سے جیسے تیر شکار سے۔“ اگر وہ لشکر جو ان پر جائے گا جان لے اس بشارت کو جس کا بیان فرمایا گیا ہے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تو بھروسا کرے اسی عمل پر (یہ سمجھ لے کہ اب عمل کی حاجت نہیں اتنا ثواب ان کے قتل میں ہے) اور نشانی ان کی یہ ہے کہ ان میں آدمی ہے کہ اس کے شانے کے سر پر عورت کے سر پستان کی مثل ہے۔ اور اس پر بال ہیں سفید رنگ کے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جاتے ہو معاویہ کی طرف اہل شام پر اور ان کو چھوڑے جاتے ہو کہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور اموال کو ایذا دیں اور میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ یہ وہی قوم ہے کہ اس لیے کہ انہوں نے خون بہایا حرام اور لوٹ لیا مواشی کو لوگوں کے سوا ان پر چلو اللہ کا نام لے کر۔ سلمہ بن کہیل نے کہا پھر بیان کیا مجھ سے زید نے ایک ایک منزل کا یہاں تک کہ کہا انہوں نے کہ گزرے ہم ایک پل پر، پھر جب دونوں لشکر ملے اس دن خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا اور اس نے حکم دیا ان کو کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو اس لیے کہ میں ڈرتا ہوں کہ یہ لوگ تم پر ویسی بوچھاڑ نہ کریں جیسی حرورا کے دن کی تھی سو وہ پھرے اور اپنے نیزے پھینک دئیے اور تلواریں میان سے نکال لیں اور لوگ ان سے جا ملے اور ان کو اپنے نیزوں سے کونچ لیا اور ایک پھر دوسرا مقتول ہوا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لشکر سے صرف دو آدمی کام آئے پھر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ڈھونڈو اس میں (مخدج) کو اور اس کو ڈھونڈا اور نہ پایا پھر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہوئے اور ان مقتولوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے پر پڑے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ ان کو ہٹاؤ پھر اس کو پایا زمین سے لگا ہوا اور آپ نے کہا: اللہ اکبر! پھر فرمایا کہ سچا ہے اللہ تعالیٰ اور پیغام پہنچایا اس کے رسول نے۔ کہا راوی نے کہ پھر کھڑے

ہوئے عبیدہ سلمانی اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ آپ نے سنا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اللہ پاک کی کہ نہیں معبود ہے کوئی سوا اس کے یہاں تک کہ تین بار اس نے آپ کو قسم دی۔آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی اس پر کہ سنا ہے میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔(صحیح مسلم:۱۰۶۶)۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے برے مقتول ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ سب سے بہتر مقتول ہے جسے یہ قتل کریں۔

مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوش خبری ہو اسکے لئے جسے یہ قتل کریں یا جو انہیں قتل کرے۔

اسی طرح مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو کیونکہ انکے قتل کرنے میں عنداللہ اجر ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوزخی کتا کہا ہے۔

اسی طرح یہ بھی گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر میں انہیں پاجاؤں تو قوم عاد کی طرح مار کر تباہ کردوں۔

اور ایک روایت میں قوم ثمود کا ذکر ہے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوارج دین سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتی ہے۔

اور انہیں خوارج اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ دین سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں بایں طور کہ دین

سے انکا کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔

علامہ احمد النجمی رحمہ اللہ نے کہا:

خوارج سے قتال کرنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم:

مذکورہ احادیث کی بنیاد پر خوارج سے قتال کرنا اور انہیں قتل کرنا واجب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مجموع الفتاوی (۲۸ / ۵۱۲) میں کہا کہ خوارج کے قتال کے تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری حدیثیں مروی ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ متواتر ہیں، امام احمد نے کہا کہ خوارج کے بارے میں دس وجہوں سے حدیث مروی ہے، ان میں سے تین صحابہ سے صحیحین میں مروی ہے جیسے علی، ابوسعید اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہم۔ باقی سنن اور مسانید میں مروی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے بارے میں کہا ہے: (دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) ترجمہ: جانے دو اس لیے کہ اس کے چند یار ہوں گے کہ تم حقیر سمجھو گے اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے، اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے آگے، قرآن پڑھیں گے کہ گلوں سے نہ اترے گا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ جیسے تیر شکار سے، ان کا ایمان ان کی گردنوں سے نیچے نہ اترے گا، لہذا جہاں کہیں تم ان سے ملو تم انہیں قتل کر دو، اس لیے کہ ان کا قتل کرنا، قیامت

کے روز اس شخص کے لیے اجر وثواب کا باعث ہوگا جو انہیں قتل کرے گا.(صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے ساتھ ملکر ان سے قتال کیا تھا اور سلف امت میں سے کسی نے ان سے قتال کرنے میں اختلاف نہیں کیا ہے جس طرح کہ جمل اور صفین کے موقع پر اختلاف ہوا تھا کہ صحابہ تین حصوں میں بٹ گئے تھے: کچھ لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے اور کچھ لوگ آپ کے مخالفین کے ساتھ جبکہ کچھ لوگ قتال سے الگ تھلگ ہو گئے۔لیکن خوارج سے قتال کرنے میں سارے صحابہ متفق تھے،کسی ایک بھی صحابی نے ان سے قتال کرنے سے منع نہیں کیا۔

اسی طرح آگے کہتے ہیں کہ خوارج کی مذمت اور انکی گمراہی پر امت متفق ہے،البتہ اختلاف انکی تکفیر میں ہے، کچھ لوگ تکفیر کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ صرف گمراہ کہتے ہیں۔

اسی طرح ابن قدامہ نے المغنی (۱۲ / ۲۳۹) کے اندر کہا کہ خوارج نے گناہوں کی بنیاد پر تکفیر کی ہے، حتی کہ انہوں نے عثمان وعلی،طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم اور بہت سارے صحابہ کی تکفیر کی ہے، یہ مسلمانوں کھ جان ومال کو حلال سمجھتے ہیں سوائے اسکے جو انکے ساتھ خروج کرے،ایسے لوگوں کے تعلق سے ہمارے ہم سب متاخرین فقہاء کا قول یہی ہے کہ یہ باغی کے حکم میں ہیں۔

یہی قول ابو حنیفہ، شافعی ،جمہور فقہاء، بہت سے محدثین اور مالک کا بھی قول ہے، جن کا خیال ہے کہ انہیں پہلے توبہ کرایا جائے گا، اگر توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا، انکے فساد فی الارض کی وجہ سے نہ کہ انکے کفر کی وجہ سے،اور بعض اہل حدیث کا خیال ہے کہ یہ کفار مرتد ہیں انکا حکم مرتدین جیسا ہوگا، انکا جان ومال حلال ہے، اگر یہ کسی جگہ قلعہ بند ہو جائیں تو حربی کافر کے حکم میں ہوں گے اور اگر حاکم وقت کے قبضے میں ہوں تو ان سے توبہ کرایا جائے گا جی سے مرتدین کو توبہ کرایا جاتا ہے، اگر توبہ کر

لیں تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا اور انکا مال مال فئ ہوگا جسکے وارث مسلمان ہوں گے۔

اور صحیح یہی ہے کہ انہیں شروع ہی میں قتل کر دیا جائے گا حتی کہ انکے زخمیوں کو بھی مار دیا جائے گا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ انکے بھیانک جرائم کی وجہ سے انکا خون حلال ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ انکا گناہ بہت عظیم ہے، یہ سب سے بری مخلوق ہیں، یہ دین سے نکل چکے ہیں، یہ دوزخی کتے ہیں، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے پر ابھارتے ہوئے کہا کہ اگر میں انہیں پا جاؤں تو قوم عاد کی طرح مار کر تباہ کر دوں۔ انتہی۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفۃ السنن والآثار (۱۲/ ۲۲۹) کے اندر کہا کہ امام شافعی نے خوارج سے قتال کرنے کے بارے میں قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے مراد اللہ کا یہ قول ہے: (وَإِنۡ طَائِفَتَانِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِينَ اقۡتَتَلُوا فَأَصۡلِحُوا بَيۡنَهُمَا فَإِنۡ بَغَتۡ إِحۡدَاهُمَا عَلَى الۡأُخۡرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبۡغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمۡرِ اللَّهِ فَإِنۡ فَاءَتۡ فَأَصۡلِحُوا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَأَقۡسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِينَ) ترجمہ: اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(الحجرات:۹)۔

اسی طرح صحابہ کے مانعین زکاۃ سے قتال کرنے سے بھی استدلال کیا ہے اور اسی طرح ابو سعید

کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: (تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ) ترجمہ: ایک فرقہ جدا ہو جائے گا جب مسلمانوں میں پھوٹ ہوگی اور اس کو قتل کرے گا وہ گروہ جو قریب ہوگا دونوں گروہوں میں حق سے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴)۔

اسی طرح مسلم بن ابی بکرہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے: (هَلْ سَمِعْتَ فِي الْخَوَارِجِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ وَالِدِي أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ عَنْ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ أَشِدَّاءُ أَحِدَّاءُ ذَلِقَةٌ أَلْسِنَتُهُمْ بِالْقُرْآنِ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ أَلَا فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ ثُمَّ إِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ فَالْمَأْجُورُ قَاتِلُهُمْ) ترجمہ: کیا آپ نے خوارج کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ کہا کہ میں نے اپنے والد ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد میری امت میں ایک ایسی قوم بھی آئے گی جو بہت تیز اور سخت ہوگی قرآن تو پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا جب جب تمہارا ان سے سامنا ہو تب تب تم انہیں قتل کرنا کہ ان کے قاتل کو اجر و ثواب دیا جائے گا۔ (مسند احمد: ۵/۳۶)۔

اسی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین میں مروی ہے: (يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللَّهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ) ترجمہ: اخیر زمانہ میں کچھ نوعمر، بیوقوف اور کم عقل لوگ ظہور پذیر ہوں گے، لوگوں کی سب سے اچھی (دین کی) باتوں کو کہیں گے، قرآن پڑھیں گے، لیکن ان کے حلق سے

نہ اترے گا، وہ اسلام سے ویسے ہی نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، تو جو انہیں پائے قتل کر دے، اس لیے کہ ان کا قتل قاتل کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعث اجر وثواب ہے"۔

پھر اسکے بعد سیدنا علی کی طویل حدیث کا ذکر کیا اور پھر امام شافعی نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے قتال کا حکم دیا ہے اور انکا وصف بتایا ہے، ہم نہیں جانتے کہ صحابہ میں سے کسی نے سیدنا علی کو خوارج سے قتال کرنے پر نکیر کیا ہو۔

پھر اسکے بعد امام بیہقی نے کہا کہ سیدنا علی نے یہ تاویل کی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خوارج سے قتال کا حکم دیا ہے وہ یہی ہیں اور انکی جو نشانی بتائی تھی کہ انکے اندر ایک ناقص الخلقت انسان ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ وہ شخص اہل نہروان میں پایا گیا تھا، اسلئے بلا شبہ وہی تھے، اسی طرح دوسری روایتوں کے اندر جو علامات بتائی گئی ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہی مراد ہیں، جیسے کہ وہ تشدد پسند ہوں گے، زبان دراز ہوں گے، کم عمر ہوں گے، کم عقل ہوں گے، قرآن کی تلاوت کریں گے مگر اسکی مخالفت کریں گے، اور اس سے انکے عدم ایمان کا پتہ چلتا ہے، اسی لئے قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے۔ وہ محض گناہوں کی بنیاد پر مسلمانوں کی تکفیر کریں گے۔

انکا شاعر کہتا ہے:

صل ما شئت وصم فالدین لا

یعرف العابد من صلی وصاما

أنت قسيس من الرهبان ما

أنت من أحمد يكفيك الملاما

ترجمہ: تم جو چاہو نماز روزہ کرو، دین اسلام یہ نہیں دیکھتا کہ ایک عابد کیا نماز پڑھ رہا ہے اور کیا روزہ رکھتا ہے۔ تم عیسائی راہب ہو تمہارا تعلق احمد سے نہیں ہے، یہی تمہاری ملامت کیلئے کافی ہے۔

جب کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) ترجمہ: اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔ (البینہ: ۵)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے پوچھا کہ اس کیلئے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: اللہ کے رسول! میں نے نماز روزہ صدقہ وغیرہ کی صورت میں کوئی بڑی تیاری تو نہیں کی ہے مگر میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں، تو اس پر اللہ کے رسول نے فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں محبت ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۱۵۳)۔

یہاں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسلیم کیا کہ عبادت نماز روزہ وغیرہ ہیں جبکہ یک دہشت گرد خوارج انہیں موحد مسلمانوں کی تکفیر کر کے انہیں قتل کرتے ہیں۔ حالانکہ جن گناہوں کی بنیاد پر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اس بنیاد پر کوئی مسلمان نہیں بچے گا۔

علامہ احمد النجمی رحمہ اللہ نے کہا:

خوارج کو قتل کون کرے گا؟

ان کے قتل کی زمہ داری حکام پر ہے، کیونکہ خوارج اپنے تکفیری افکار کی وجہ سے معاشرے کے اندر خوف و ہراس اور بدامنی کا سبب بنتے ہیں اور امن و امان بحال کرنے کی ذمیداری حکام پر عائد ہوتی ہے اسلئے ان انسانیت دشمن عناصر کو سبق سکھانے کی ذمیداری بھی ان پر عائد ہوتی ہے، آپ سنتے ہوں گے کہ انکی وجہ سے کس طرح صومال، یمن، عراق، افغانستان اور دیگر مما لک میں امن و امان کی تباہی ہے۔

* ان خارجی افکار کے تئیں حکام پر کیا واجب ہے؟

اس بنیاد پر واجب ہے کہ حکام اپنے مما لک کو ان تکفیری خارجی منہدم افکار سے پاک رکھیں، اور اسکے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول آپ نے سامنے رکھیں: (انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو)۔اور (انہیں جہاں بھی دیکھو سلادو)۔اور یہ حکم صرف حکام کیلئے ہے کیونکہ اگر یک ہر کسی کیلئے اجازت دے دی جائے تو پھر انارکی اور بدامنی کا ماحول پیدا ہو جائے گا،اور برائی کا علاج برائی سے نہیں کیا جاتا ہے،اور غیر حکام کیلئے ممانعت ہی مصلحت کا متقاضی اور دفع شر ہے۔

* دور حاضر میں خارجی مذہب کا احیاء کس نے کیا؟

جواب:

جہاں تک دور حاضر میں تکفیر مذہب کے احیاء کی بات ہے تو اسے اخوان المسلمون نے زندہ کیا

ہے، اس پر ہم کچھ ثبوت پیش کرتے ہیں تا کہ اس جماعت سے آگاہ رہیں :

سید قطب نے اپنی کتاب فی ظلال القرآن : ۴ / ۲۱۲۲ کے اندر کہا کہ اس وقت دنیا میں کوئی بھی مسلم حکومت نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی ایسا مسلم معاشرہ ہے جہاں پر اللہ کی شریعت اور اسلامی فقہ کا نفاذ ہو۔

اسی طرح کی بات سورہ یونس کی تفسیر میں بھی کہی ہے اور مسلمانوں کی مساجد کو بت خانے سے تشبیہ دی ہے۔ اور سورہ انفال کی تفسیر میں خروج و بغاوت اور انقلاب پر ابھارا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ اسلام اسکا حکم دیتا ہے۔

سورہ انعام کی تفسیر (۲ / ۱۰۵۷) میں کہا کہ زمانہ پھر اسی وقت کی طرف پلٹ گیا جس وقت یہ دین انسانیت کی طرف لا الہ الا اللہ لیکر آیا تھا، اس وقت پوری انسانیت بندوں کی عبادت اور ادیان کے ساتھ ظلم کی طرف پلٹ گئی ہے اور لا الہ الا اللہ سے منہ پھیر لیا ہے، گرچہ کچھ لوگ اپنی اذانوں میں بغیر مطلب سمجھے لا الہ الا اللہ کو دہرا رہے ہیں۔

اسی طرح اسی کتاب (۳ / ۱۶۳۴) کے اندر کہا کہ مسلمان اس وقت جہاد نہیں کر رہے ہیں کیونکہ آج مسلمان پائے ہی نہیں جاتے۔ اسلام اور مسلمانوں کا وجود ایک مسئلہ ہے جو محتاج علاج ہے۔

شیخ عبد اللہ بن محمد نجمی نے اپنی کتاب (منبع الارھاب المعاصر) کے اندر کہا کہ سید قطب نے اسلامی معاشروں کی تکفیر کی ہے اسکی گواہی خود اخوان المسلمون کے کبار علماء نے دی ہے، چنانچہ یوسف قرضاوی اپنی کتاب اولویات الحرکۃ الاسلامیۃ ص ۱۱۰ پر کہتے ہیں کہ اسی مرحلے میں سید قطب کی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جو انکی فکر کا آخری مرحلہ ہے جس کے اندر وہ سماج کی تکفیر کرتے تھے اور تمام لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کے قائل تھے۔

ایک دوسرے سرغنہ اخوانی فرید عبد الخالق نے اپنی کتاب میزان الحق ص ۱۱۵ کے اندر کہا کہ تکفیر کی سوچ دراصل اخوانی نوجوانوں کے اندر پچاس کی دہائی کے اواخر میں اور ساٹھ کی دہائی کے آغاز میں اس وقت شروع ہوئی جب وہ سجن قناطر میں قید تھے، جہاں وہ سید قطب کی تحریروں کے ذریعے انکی تکفیری فکر سے متاثر ہوئے تھے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس وقت معاشرہ جاہلیت کے دور سے گزر رہا ہے، کیونکہ سید قطب نے ان حکام کی تکفیر کی تھی جو اللہ کی حاکمیت کو چھوڑ کر وضعی قوانین نافذ کرتے تھے اور رعایا کی بھی تکفیر کی تھی اس شرط پر کہ وہ ایسی حکومت سے راضی ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ خودکش دھماکہ کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت نے سعودی ٹی وی چینلز پر یہ اقرار کیا ہے کہ انہوں نے تکفیر کا عقیدہ سید قطب کی کتابوں سے لیا ہے، بالخصوص انکی کتاب فی ظلال القرآن سے۔

اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو کہتے پھرتے ہیں کہ انہیں اس کام پر بے روزگاری یا کسی دوسری پریشانی نے مجبور کیا ہے۔تو کیا اب بھی اس میں شک ہے کہ تکفیر کا عقیدہ موجودہ دور میں اخوان المسلمون کے بطن سے جنم لیا ہے۔

اخوان المسلمین عوام کو خروج و بغاوت کرنے پر ابھارتی ہے اسے ایکسپوز کرتے ہوئے شیخ عبداللہ نجمی کہتے ہیں: اس جماعت کے رہنماؤں کے کچھ اقوال اور اعمال پیش کر رہے ہیں تا کہ اس جماعت سب لوگ آگاہ رہیں؛ چنانچہ یہ اس جماعت کے بانی حسن بنا ہیں جو اسی فاسد تخریبی منہج کو ثابت کرتے ہیں اور مسلم حکومتوں کے خلاف تشدد اور طاقت کے استعمال کی دھمکی دیتے ہیں چنانچہ کتاب المدخل الی دعوۃ الاخوان المسلمون، ص ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ یہ کچھ افکار تھے جنہیں اخوان المسلمون نے طاقت کے استعمال سے پہلے پیش کیا ہے اور انقلاب و بغاوت طاقت کے پر تشدد مظاہر میں سے

ہے،اس پہلوا خوان المسلمون کی نظر بہت دقیق اور عمیق ہے ۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ ان تمام افکاراورانداز وں کے بعد میں سوال کرنے والوں سے کہوں گا کہ اخوان المسلمون طاقت کا استعمال اسی وقت کریں گے جب اس کے سوا کوئی چیز مفید نہ رہ جائے ۔اور جب انہیں یہ یقین ہو جائے گا کہ انہوں نے ایمانی اور عملی طاقت کے میدان میں تیاری مکمل کرلی ہے اوراب طاقت کا استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو وہ اس وقت شرفاء میں شمار ہوں گے،لیکن وہ پہلے آگاہ کریں گے،اوراسکے بعد انتظار کریں گے پھر پورے تزک و احتشام کے ساتھ اقدام کریں گے،اور پھراسکے بعد جو بھی نتائج ہوں انہیں یہ بخوشی قبول کریں گے اوراسی پر وہ راضی ہوں گے ۔

اسی طرح مجموعۃ رسائل البنا،ص ۱۱۶ پر کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسلام پسند مصلحین وعظ و نصیحت کے منصب کیلئے راضی ہو جائیں جب وہ دیکھیں کہ حکام اب اللہ کے احکام کو نافذ کریں گے،اور کتاب وسنت کے مطابق چلیں گے،لیکن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلامی شریعت کسی وادی میں ہے اور عملی قانون کسی وادی میں،اسلئے اسلام پسند مصلحین کیلئے اب یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بیٹھے رہیں، بلکہ ضروری ہے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور جو دین حنیف سے دور ہیں انکے ہاتھ سے بزور قوت اقتدار چھین لیں ۔

حاشیہ:

میں کہتا ہوں کہ کیا خود حسن بنا کتاب وسنت کی پابندی کرتے تھے اور آیات و احادیث پر کان دھرتے تھے؟!ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ) ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقینا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ۔(المائدہ: ۷۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ) ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔(الحج:۳۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔(النساء:۴۸)۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ، دَخَلَ النَّارَ) ترجمہ: جو شخص اللہ سے ملے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جو اس سے ملے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔(صحیح مسلم:۹۳)۔

اسکے علاوہ بھی بہت ساری آیات واحادیث ہیں جن میں شرک و بدعات سے منع کیا گیا ہے اور توحید کی دعوت دی گئی ہے، کیا حسن بنا نے انکی طرف کان لگایا اور ان پر عمل کیا؟! میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں، گرچہ کان لگایا اور سنا مگر سمجھا نہیں اور اگر سمجھا تو عمل نہیں کیا، اگر سمجھا ہوتا تو آپ نے مشہور قصیدے میں یہ نہ کہتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کے گناہوں کو بخش دیتے ہیں جو آپ کی محفل میلاد میں حاضری دیتا ہے، اگر ان آیات و احادیث کو سمجھا ہوتا تو سیدہ زینب کے مزار پر جہاں غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے اور کھلے عام شرک اکبر کا ارتکاب کیا جاتا ہے جہاں پر توحید سے کھلی جنگ جاری ہے، وہاں جا کر لیکچر اس مقصد سے نہ دیتے تاکہ ان بدعتیوں اور مشرکوں کو اپنی تنظیم سے جوڑیں اور انہیں شرک کے ارتکاب کرنے پر ایک لفظ بھی نصیحت نہ کریں، اور نہ ہی وہاں پر شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں اپنی زبان کھولیں۔ کیا حسن بنا ان بدعتیوں اور مشرکوں کی بھیڑ سے کچھ دینی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔

اسی طرح اگر حسن بنا نے ان آیات و احادیث کو سمجھا ہوتا تو قبروں کی طرف زیارت کیلئے رخت سفر نہ باندھتے جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع کیا ہے، سوائے تین جگہوں کے: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔

حسن بنا کے بارے میں جو مزید جانکاری حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ شیخ کی کتاب المورد العذب الزلال، ص ۱۴۰ کا مطالعہ کریں۔

میں پوچھتا ہوں کہ جو صحیح اسلامی عقیدے سے ہی ناواقف ہو کیا وہ مسلمانوں کیلئے مصلح اور مرشد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، یقیناً ہرگز نہیں، سوائے اس شخص کے نزدیک جسکی بصیرت کو اللہ نے چھین لی ہو، واللہ المستعان۔

اور جہاں تک حسن بنا کا یہ کہنا کہ اسلام پسند مصلحین کیلئے اب یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بیٹھے رہیں، بلکہ ضروری ہے کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور جو دین حنیف سے دور ہیں انکے ہاتھ سے بزور قوت اقتدار چھین لیں۔

تو یہ حق حسن بنا اور انکے جیسے فکری انحراف اور شرک و بدعات میں ڈوبے ہوئے لوگوں کیلئے ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ ان لوگوں کا حق ہے جو کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں، شرک و بدعات سے روکتے اور توحید کی دعوت دیتے ہیں اور فہم سلف کے مطابق امت کی اصلاح کرتے ہیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ اس امت کے آخر والوں کی اصلاح انہیں چیزوں سے ہوسکتی ہے جن سے پہلے کے لوگوں کی ہوئی تھی۔

ایسے ہی لوگوں کو اللہ اپنی زمین کے اندر اقتدار عطا کرتا ہے، مگر جن کا مقصد زمین میں فساد مچانا ہو اور مسلمانوں کے اندر قتل وخونریزی کا بازار گرم کرنا ہو تو ایسے لوگوں کو اللہ کبھی بھی اقتدار نہیں عطا کرے گا، ارشاد باری تعالی ہے: (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) ترجمہ: اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ (النور: ۵۵)۔

ایسا کبھی بھی ممکن نہیں ہے کہ خودکش دھماکہ کرکے اور قتل وخونریزی کا بازار گرم کرکے امت مسلمہ کے مجدد

شرف کو واپس لے آئیں، بلکہ اس امت کے مجد وشرف کو اسی صورت میں واپس لایا جا سکتا ہے جب یہ امت کتاب وسنت کی روشنی میں عمل پیرا ہوگی، شرک و بدعات سے اجتناب کرکے توحید پر قائم ہوگی۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

مجموعۃ رسائل البنا ص ۱۷۸ پر مزید کہتے ہیں کہ اسی لئے اخوان المسلمون قیام خلافت اور اسکی واپسی کو اپنا نصب العین سمجھتے ہیں اور اسے اپنے ترجیحات میں شامل رکھتے ہیں۔

اسی طرح الاخوان المسلمون: احداث صنعت التاریخ: ۱/ ۴۳۵ کے اندر نقل کیا ہے کہ حسن بنا نے کہا کہ کھوئی ہوئی خلافت کی خاطر عملی میدان میں کام کرنے کیلئے تمام اسلامی خطوں کے درمیان روابط کا مضبوط کرنا ہمارا مقصد ہے۔

سید قطب نے اپنی کتاب فی ظلال القرآن (۳/ ۱۴۵۱) کے اندر کہا کہ اور ہمارا مقصد ایسی حکومت لانا ہے جو اسلامی بنیادوں پر قائم ہو اور اسکے لیے ہمیں کسی خاص خطے میں نہیں بلکہ پوری روئے زمین پر عام انقلاب برپا کرنا ہوگا، اور یہی ہمارا اعلی اور بلند مقصد ہے، اور اسکے لیے اب کوئی چارہ نہیں رہ گیا ہے کہ اسلامی جماعت کے کارکنان جہاں بھی رہتے ہیں سب اپنے اپنے ملکوں کے نظام حکومت کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش شروع کر دیں۔

اسی طرح اپنی کتاب العدالۃ الاجتماعیۃ ص ۲۱۰ کے اندر کہا کہ اسلام ایک انقلابی فکر و منہج کا نام ہے، یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے معاشرتی نظام کو یکسر بدل کر نئے سرے سے اپنے منہج اور طریقے پر اسے تشکیل دے۔اسی طرح اخوانی مفکر سعید حوی نے اپنی کتاب المدخل الی دعوۃ الاخوان المسلمین ص ۱۴ کے اندر کہا کہ جب ہم اقتدار پر قابض ہوں گے اس وقت دنیا دیکھے گی کہ ہم کیا کرتے ہیں۔

حاشیہ:

یہ خلافت کے کھونے کی فکر کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ انھوں نے نوجوانان ملت کو کھو دیا ہے جنہیں انکی

طرح صحیح اسلامی عقیدہ بھی معلوم نہیں، انکا حال بدعات وخرافات اور شرک میں ڈوبے حصافی صوفیوں جیسا ہے،کیا ان سے بھی زیادہ کوئی ضائع انسان ہوسکتا ہے جس کا عقیدہ اور منہج ضائع ہو چکا ہو،اسکی مخالفت وہی کرے گا جو انہیں کی طرح عقدی اور فکری انحراف کا شکار ہوگا۔

سید قطب آخر کون سی اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جنکے نزدیک کہیں بھی کوئی اسلامی حکومت نہیں تھی؟! کیاان کی نظر میں آپ سعودی کی حکومت نہیں تھی جو شرعی بنیادوں پر قائم ہے، جو کتاب وسنت کی روشنی میں توحید کی دعوت دیتی ہے،لوگوں کو شرک و بدعات سے روکتی ہے، حدود وقصاص نافذ کرتی ہے؟! دراصل جو خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے راضی نہ ہوااور یہ گمان کیا کہ ان کی خلافت نعوذ باللہ ایک فجوہ تھی وہ آج کے دور میں آل سعود کی حکومت کو کیسے تسلیم کرسکتا ہے؟!

کبھی تو یہ بندہ خلیفہ راشد پر الزام لگاتا ہے کہ انکے زمانے میں اسلام کی بنیادی اکھڑ چکی تھیں،کبھی الزام لگاتا ہے کہ وہ اسلام روح سے منحرف ہو چکے تھے،کبھی الزام لگاتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی کرتے تھے،اور صحابہ کو معزول کرتے تھے،کبھی الزام لگاتا ہے کہ اسلامی خلافت کو رفتہ رفتہ اموی سلطنت کی راہ دکھائی ہے جو اسلامی روح سے خالی تھی،آخر سید قطب نے روافض کیلئے کیا چھوڑا؟!

سید قطب کے انہیں گمراہیوں اور گستاخیوں کا بھرپور جواب دیا ہے ہمارے شیخ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ نے،انکی گمراہیوں کو واضح کیا ہے اور صحابہ کرام کا بھرپور دفاع کیا ہے جس سے ہر مسلمان کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے اور رافضی ونیم رافضی کا سینہ پھٹ جائے،جزاہ اللہ خیرا۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

انسانی محمود عبدالحلیم سنیں جو مجموعۃ رسائل میں لکھتے ہیں کہ مصر کے اندر اخوان المسلمون کی آواز سے بلند کوئی آواز نہیں تھی، اس کے ہاتھ سے مضبوط کوئی ہاتھ تھا، اسکی بات سے زیادہ سنی جانے والے کوئی بات نہیں تھی، لیکن پھر بھی یہ یہی سمجھتے رہے کہ یہ مصر سے آگے نہیں بڑھ سکتے مگر اچانک دیکھتے ہیں کہ انکی طاقت اور پہونچ اور رسائی عرب خطے کے آخر تک ہو چکی ہے، چنانچہ یمن کے اندر یہ ایک حکومت کو ختم کر کے دوسری حکومت بنا رہے ہیں اور دوسرا حاکم کھڑا کر رہے ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہیکہ اب یہ سلسلہ رکے گا نہیں بلکہ ایک ایک کر کے ساری عرب حکومتیں گر جائیں گی اور انکی جگہ اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی جائے گی۔

میں نے اخوانی عباس سیسی کی کتاب قافلۃ الاخوان المسلمون کی پہلی جلد پڑھی ہے جس میں بہت سارے ایسے واقعات اور حوادث نقل کئے گئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اخوان المسلمون آغاز ہی سے دہشت گردانہ اور تکفیری خارجی فکر و منہج پر تربیت پائے ہیں چنانچہ اسکے لئے قارئین کرام درج ذیل واقعات پر ایک نظر دوڑائیں:

اس کتاب کے ص ۲۵۸ میں ایک عنوان ہے: (قاضی احمد بک خازندار کا قتل اخوان المسلمون کی ہاتھوں)۔ اسی طرح ص ۲۶۷ پر اعلانات الشرقیہ نامی کمپنی کو بم سے اڑانے کا عنوان۔ اسی طرح ص ۲۶۹ پر جیپ حادثہ کا عنوان، اسی طرح ص ۲۷۱ پر جہاں لکھا ہے کہ اخوانیوں نے وائرلیس اسٹیشن پر کیسے بارودی سرنگ بنا دیا تھا۔ ص ۲۷۳ پر لکھا ہے کہ جیپ حادثے میں اخوانیوں کو گرفتار کیا گیا۔ ص ۲۷۵ پر لکھا کہ حکومت نے اخوان المسلمون کو اسکے دہشت گردانہ کارروائیوں کو بنیاد بنا کر اسے تحلیل کر دیا۔ ص ۲۸۵ پر لکھا کہ اخوانیوں نے کیسے عدالت کو بم سے اڑانے کی کوشش کی۔ ص

۲۸٦ پر لکھا کہ کیسے وزیر اعظم نقراشی کو اخوانیوں نے قتل کیا۔ یہ ساری باتیں عباس سیسی کی کتاب کی پہلی جلد میں موجود ہیں۔

اور یہ ساری دہشت گردانہ کارروائی حسن بنا کے زمانے میں ہوئی ہے۔ کیا یہ واضح دلیل نہیں ہے کہ اخوان المسلمون ایک تکفیری جماعت ہے جو ہنسا تشدد اور تفجیری فکر پر قائم ہے اور موجود دور کی دہشت گردی کا منبع وماوی ہے۔

علامہ احمد النجمی رحمہ اللہ نے کہا:

*اس تکفیری خارجی فکر ومنہج کے بھیانک نتائج:

جان لیں کہ ہم ایسے پرفتن دور میں جی رہے ہیں جہاں پت ذی شعور حیران وششدر ہے، شیاطین الانس والجن اور شر پسند عناصر سر اٹھا کر چلتے ہیں، فسادی اللہ کی زمین میں دلیری سے فساد مچا رہے ہیں، ہی جگہ ہم قتل وخونریزی، شر وفساد اور تخریب کاری اور عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ دیکھ رہے ہیں، جرائم کا ارتکاب آسان ہوچکا ہے، مجرمین نتائج سے بے خوف ہیں، حتی کہ شر پسند عناصر قتل وخونریزی اور املاک کی تباہی کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:(إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: كُونُوا أَحْلَاسَ بُيُوتِكُمْ) ترجمہ: تمہارے سامنے فتنے ہوں گے اندھیری رات کی گھڑیوں کی طرح ان میں صبح کو آدمی مومن رہے گا اور شام کو کافر، اور شام

کو مومن رہے گا اور صبح کو کافر، اس میں بیٹھا ہوا کھڑے شخص سے بہتر ہو گا، اور کھڑا چلنے والے سے بہتر ہو گا، اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا"، لوگوں نے عرض کیا: تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر کا ٹاٹ بن جانا۔ (سنن ابی داود: ۴۲۶۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ لَا أَقُولُ فِي رَجُلٍ خَيْرًا وَلَا شَرًّا حَتَّى أَنْظُرَ مَا يُخْتَمُ لَهُ يَعْنِي بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَمَا سَمِعْتَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَقَلْبُ ابْنِ آدَمَ أَشَدُّ انْقِلَابًا مِنَ الْقِدْرِ إِذَا اجْتَمَعَتْ غَلْيًا۔

ترجمہ: مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے میں کسی آدمی کے متعلق اچھائی یا برائی کا فیصلہ نہیں کرتا کسی نے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن آدم کا دل اس ہنڈیا سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بدلتا ہے جو خوب کھول رہی ہو۔ (مسند احمد: ۶/ ۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: ايْمُ اللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنِ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِيَ، فَصَبَرَ فَوَاهًا ".

ترجمہ: سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قسم اللہ کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا ہے: ”نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور رہا، نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے دور رہا، اور جو اس میں پھنس گیا پھر اس نے صبر کیا تو پھر اس کا کیا کہنا“۔(سنن ابی داود: ۴۲۶۳)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا بَقِيتَ فِي حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ إِذَا مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ وَكَانُوا هَكَذَا وَشَبَّكَ يُونُسُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ يَصِفُ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ مَا أَصْنَعُ عِنْدَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ اتَّقِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِخَاصَّتِكَ وَإِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا بنے گا جب تم بیکار اور کمتر لوگوں میں رہ جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے ہو گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وعدوں اور امانتوں میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور لوگ اس طرح ہو جائیں (راوی نے تشبیک کر کے دکھائی) میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس وقت میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا اللہ سے ڈرنا نیکی کے کام اختیار کرنا برائی کے کاموں سے بچنا اور خواص کے ساتھ میل جول رکھنا عوام سے اپنے آپ کو بچانا۔(مسند احمد: ۶/ ۲۱۲)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عنقریب ایک ایسا فتنہ ہوگا جو پورے عرب کو گھیر لے گا جو اس میں مارے جائیں گے جہنم میں جائیں گے، اس میں زبان کا چلانا تلوار چلانے سے بھی زیادہ سخت ہوگا“۔(سنن ابی داود:۴۲۶۵)۔

مسلمانو! دورحاضر کے بڑے فتنوں میں سے مسعری، سعد الفقیہ اور اسامہ بن لادن جیسے تکفیری خارجی ہیں جو ہمارے دین کو ہم پر مشکوک بنا کر پیش کرتے ہیں، ہمارے درمیان اختلاف و انتشار اور گروپ بندی بنانا چاہتے ہیں، ہمیں بغاوت پر اکساتے ہیں یقینا یہ فتنوں کے داعی اور فساد کے سرغنہ اور گمراہ کے لیڈر ہیں، انکی باتوں سے دور رہو، انکے کسی بھی سوال کا جواب نہ دو، بلکہ ان پر کان تک مہ دھرو ورنہ یہ شیاطین کی طرح گمراہی کا پھونک ماریں گے، اور دلوں میں شکوک وشبہات ڈالیں گے، ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو، مطلق ان کی باتیں نہ سنو، کیونکہ جس طرح تم امن وامان اور ایمان واطمینان نیز نعمتوں کی زندگی گزار رہے ہو وہ اسے چھین کر تمہیں بھی اپنی طرح ہر چیز سے محروم بنا دینا چاہتے ہیں۔

حاشیہ:

مسعری بہت بڑا مکار، خبیث، خارجی تکفیری ہے، وہ تمام مصیبتوں کا پلندہ ہے، علمائے ربانیین اور اساطین علم وفن پر طعن وتشنیع کرنے کا بیڑا اسی نے اٹھایا ہے، بلکہ دورحاضر میں اسی نے اس خبیث طریقے کا ایجاد کیا ہے، اس نے لندن سے اپنی تنظیم لجنۃ الدفاع عن الحقوق الشرعیۃ کی جانب سے ۲۲/ ۱۰/ ۱۴۱۵ھ کو ایک بیان جاری کیا کہ میں شیخ ابن باز کو کافر تو نہیں کہتا مگر یہ ضرور کہوں گا کہ بہت سے علماء ومشائخ کی یہ رائے ہے کہ اسرائیل کے ساتھ جواز صلح کا فتوی دینے کے بعد وہ کفر کے مرحلے کھ قریب پہونچ چکے ہیں۔اور جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے تو ابن باز ایک احمق شخص ہیں۔

میں کہتا کہ امام ربانی شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے بارے میں محمد مسعری کا یہ قول کیا خارجی فکر پر مبنی نہیں ہے؟! یقیناً یہ دور حاضر کے سرغنہ خوارج میں شمار ہوتا ہے، اور اب تو اس کا شر بہت عام ہو چکا ہے کیونکہ اسے لندن میں پناہ مل چکی ہے اور وہاں سے انٹرنٹ کے ذریعے اپنا شر پھیلا رہا ہے۔

شیخ وادعی نے اسکے بارے میں کہا ہے کہ اسکی گمراہی خوارج کے سرغنہ عمران بن حطان سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے، اور اس میں کسی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ بلاد کفر میں پناہ لیکر پوری سہولتوں کے ساتھ اپنی گمراہی عام کر رہا ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ جو شیخ ابن باز اور شیخ البانی پر طعن و تشنیع کرے اسکے اسلام کو متہم جانو۔

مسعری نے فیکس کت ذریعے سعودی حکومت کے ان کئی خطوط بھیجے جن کے اندر علمائے معاصرین اور بعض صحابہ پر طعن کیا، ان خطوط کے بارے میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ سب صریح جھوٹ اور الزام پر مبنی ہے، یہ سب گمراہی ہے، محمد مسعری ایک فتنہ پرور اور نفس پرست شخص ہے۔

پہلے تو یہ ان خطوط کو شائع کرنے والا ایک ملک مخالف باغی اور حاسد انسان ہے.

دوسرے یہ کہ اسکے پاس نہ کوئی علم اور نہ ہی دینی استقامت ہے۔

تیسرے یہ کہ اسکا کلام حقائق کے سراسر خلاف ہے۔

اسلئے اسکا مقصد صرف عوام کے اندر فتنہ پھیلانا اور اختلاف و انتشار کی بیج بونا ہے۔

اور جہاں تک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے کا تعلق ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا سیدنا معاویہ سے بھی اس کا کوئی جھگڑا ہے، کیا وک آپ کے زمانے میں تھا کہ کیا جائے کہ آپ نے اس پر ظلم کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ شیعوں کی زبانی ساری باتیں بول رہا ہے جو صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔

اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے بارے میں بھی غلط باتیں کہتا ہے تو یہاں بھی میں پوچھتا ہوں کہ کیا سیدنا معاویہ سے بھی اس کا کوئی جھگڑا ہے، کیا وک آپ کے زمانے میں تھا کہ کیا جائے کہ آپ نے اس پر ظلم کیا ہے؟ دراصل یہ سینکڑوں سال پہلے مرنے والوں پر اس طعن کرتا ہے اس کا مطلب یہ خواہشات نفس کا بندہ ہے، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا بہت بڑا دشمن ہے، اللہ ہم سب کو ایسے شیاطین الانس سے محفوظ رکھے۔ (الاجابات المھمۃ، ص ۱۷۵)۔

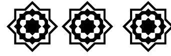
اور جہاں تک سعد الفقیہ کی بات ہے تو یہ نہ تو سعد یعنی خوش نصیب ہے بلکہ بہت ہی بڑا بد بخت ہے، اور فقیہ کیا اسکے اندر دین کی کچھ بھی سمجھ نہیں ہے، اگر یہ فقیہ ہوتا تو حق و باطل کی تمیز رکھتا، اور اسی کی طرح کتنے ایسے عالم اور فقیہ ہوتے ہیں مگر صرف نام کے، اور اس کا مذہب تو تکفیری خارجی ہے، یہ اپنے سابق دوست ہی کی طرح ایک دہشت پسند ہے، جب اسے اپنا مسلم دیش پسند نہیں آیا تو دیار کفر میں جا کر پناہ لے لی، اللہ رحم فرمائے شیخ ابن باز رحمہ اللہ پر جب آپ سے ان خوارج کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: اس وقت محمد مسعری اور سعد الفقیہ اور ان کے جیسے دوسرے گمراہی پھیلاتے والے جو کچھ کر رہے ہیں بلا شبہ امت کیلئے بہت بڑا خطرہ اور شر و فتنہ ہیں، انکی خبروں اور باتوں سے لوگ آگاہ رہیں، یہ باطل اور فتنوں کے داعی ہیں، ان کی باتوں اور کتابوں کو ضائع کرنا واجب ہے، اللہ تعالی نیکی اور تقوی کی بنیاد پر تعاون کا حکم دیتا ہے نہ کہ شر اور فساد کی بنیاد پر، ضروری ہے کہ انہیں حق کی طرف لایا جائے اور باطل سے آگاہ کیا جائے، اور کسی کیلئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ انکا تعاون کرے مسعری، فقیہ، ابن لادن اور انکی طرح دوسرے سر پھروں کو میری مصیبت ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور اللہ کے عذاب اور اسکی سزا سے خوف کھائیں اور توبہ کر کے حق کی طرف واپس آجائیں۔ (مجموع الفتاوی: ۹/ ۱۰۰)

اور جہاں تک اسامہ بن لادن کی بات ہے تو اس نے تو دور حاضر کا عمران بن حطان ہے جو تکفیر و تفجیر میں سید قطب کا وارث ہے، بلکہ ابن حطان خارجی سے بھی چار قدم آگے ہے، اس نے سعودی عرب کی تکفیر کی ہے، اور کہا کہ یہ مسلم ملک نہیں ہے، بلاد حرمین کے اندر بم دھماکوں کی اس نے تائید کی ہے، اور اپنے حسرت و افسوس کا اظہار کیا ہے اس بات پر کہ وہ خونی دہشت گرد خوارج کے ساتھ بم دھماکہ کرنے میں شامل نہیں ہوسکا اور نہ ہی انکے ساتھ وہ بم دھماکے میں آگ کے حوالے ہوسکا، میں کہتا ہوں کہ انتظار کرو جلد ہی تم بھی انکے مقام تک پہونچ جاؤ گے، کیوں کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے۔

بن لادن کی جہالت اور حماقت تو دیکھیں کہ پہلے یہ علماء کے ساتھ سمجھوتہ کرتا ہے اور جب اسکی بات نہیں سنتے تو یہ انکی تکفیر کر دیتا ہے، کہتے ہیں کہ شیخ وادعی کے پاس اس نے دعوت کے نام کچھ پیسہ بھیجا، پھر دوبارہ پیسہ اس مقصد سے بھیجا تا کہ اسے بعض یمنی قبائلیوں تک پہونچا دیں تا کہ وہ اس سے ہتھیار خرید لیں۔ کویتی جریدہ الرائ العام کے شمارہ نمبر ۱۱۵۰۳ میں بتاریخ ۱۹/ ۱۲/ ۱۹۹۸ میں شیخ نے کہا کہ میں بن لادن سے براءت کا اظہار کرتا ہوں یہ امت

مسلمہ کیلئے بہت بڑی مصیبت ہے۔

اوران خارجی سرغنوں کی طرح عرب دنیا میں بہت سارے اشخاص پائے جاتے ہیں جیسے عبد الرحمن عبد الخالق، سفر الحوالی، سلمان عودہ، عبد المجید الریمی، محمد المہدی، احمد المعلم، عبد اللہ الاھدل، محمد بیضانی، اور برطانیہ میں محمد سرور، انکے علاوہ بھی کئی ایک ہیں جن میں سے کسی نہ کسی کو سال ایکسپوز کیا جاتا ہے۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

تمہارا یہ ملک اسلامی ملک ہے، یہاں پر امن و امان اور ایمان و اطمینان ہے، علم و دین عام ہے، ہر کوئی راحت والوں سے ہے، اسلئے میں تمام فتنہ پروروں سے آگاہ کرتا ہوں خواہ وہ ملک کے ہوں یا بیرون ملک کے ہوں، کیا دوسرے آس پاس کے ممالک تمہارے لئے عبرت اور نصیحت کا نمونہ نہیں ہیں کہ کیسے وہاں امن و امان کی جگہ خوف و دہشت ہے، عیش و آرام کی جگہ بھک مری اور بے روزگاری ہے، تحفظ کی جگہ قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے، اجتماعیت کی جگہ اختلاف و انتشار اور گروپ بندی ہے، عدل و انصاف کی جگہ ظلم اور لوٹ مار ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ) ترجمہ: اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (النحل: ۱۱۲)۔

علامہ احمد النجمی رحمہ اللہ نے کہا:

***غلو اور تکفیر کا علاج:**

غلو اور تکفیر جیسے فتنوں کا علاج درج ذیل امور سے ممکن ہے:

۱- جہاد کے موضوع پر لکھا اور بولا جائے اور شرعی جہاد کیا ہے اسکے ضوابط اور شرائط واضح کئے جائیں:

الف: یہ کہ حاکم وقت کی نگرانی میں ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) ترجمہ: کیا آپ نے (حضرت) موسیٰ کے بعد والی بنی اسرائیل کی جماعت کو نہیں دیکھا جب کہ انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ کسی کو ہمارا بادشاہ بنا دیجیئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ (البقرہ:۲۴۶)۔

ب: جہاد کیلئے اجتماعیت شرط ہے انفرادی جہاد نہیں ہوتا۔

ج: جہاد کیلئے یہ شرط ہے کہ یہ کفار کے خلاف ہو تا کہ انکے درمیان دین اسلام کو عام کیا جائے اور اسے غالب کیا جائے۔

د: غداری اور خیانت نہ پایا جانا بھی اسکی ایک شرط ہے۔

ھ: یہ کہ جہاد حاکم وقت کی نصرت و مدد کیلئے ہو ہر اس شخص کے خلاف جو اسکی مخالفت کرے اور بلا کسی شرعی جواز کے اقتدار سے اسے ہٹانا چاہے۔

۲- خوارج کی مذمت میں تحریریں شائع کی جائیں جن کے اندر اقوال سلف اور دلائل کی روشنی میں انکی خباثت واضح کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ یہ گمراہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۳- مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت پر لکھا اور بولا جائے۔

۴- درج ذیل تنظیموں اور جماعتوں پر لیکچر دیا جائے اور اسے عام کیا جائے:

- اخوان المسلمون۔
- سروری تنظیم۔
- قطبی تنظیم۔

-حزب التحریر۔
-تبلیغی جماعت۔
یہ ساری تنظیمیں اور جماعتیں مذموم ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی توحید کا اہتمام نہیں کرتی اور نہ ہی شرک و بدعات سے لوگوں کو روکتی ہے، اور نہ ہی اس جرم کی شاعت کو واضح کرتی ہے۔ اور اس لئے کہ یہ نوجوانان ملت کو تکفیر اور خوارج کے مذہب پر تربیت کرتی ہیں اور بدعتوں کو تقرب الہی سمجھتی ہیں۔

۵- درج ذیل شخصیتوں کی سوانح لکھی جائیں اور عوام میں شائع کر کے ان سے آگاہ کیا جائے:
-سید قطب۔ ان کے تکفیری خارجی اور تمام باطل افکار کو ایکسپوز کیا جائے۔
-حسن بنا، انکے تصوف اور شرک و بدعات کو واضح کیا جائے اور یہ کہ انھوں نے کیسے لوگوں کو صحیح راہ ہٹا کر ایک الگ راہ پر لگا دیا۔
- اخوانیوں، سروریوں اور قطبیوں کے سرغنہ لوگوں کو ایکسپوز کیا جائے انکے باطل افکار و نظریات کو واضح کیا جائے تاکہ لوگ ان سے آگاہ رہیں۔

۶- حزبی کتابوں اور تحریروں پر رد لکھا جائے اور ان میں موجود باطل افکار و نظریات کو واضح کیا جائے، ان کتابوں اور انکے مصنفین سے لوگوں کو دور رکھا جائے، نیز ان کتابوں سے لائبریریوں اور مدارس کو پاک کر دیا جائے۔

۷- دعوتی اور تعلیمی اداروں میں سلفی علماء کو مقرر کیا جائے جو ٹھیک سے شریعت کی روشنی میں اپنی ذمیداری نبھائیں۔

۸- ایسی کیسٹوں کو ضبط کر لیا جائے جن کے اندر مسلمانوں کی تکفیر اور حکومت کے خلاف عوام کو

خروج وبغاوت پر ابھارنے کی دعوت ہو۔

۹- طلبہ کے سیاحتی پروگراموں کو ختم کر دیا جائے کیونکہ ان میں اکثر کے مقاصد ٹھیک نہیں ہوتے۔ ان کے مشرفین اور نگران اکثر اخوانی ہوتے ہیں جو انہیں اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

۱۰- نصاب تعلیم کی کتابوں میں غلو کے مظاہر اور انکے علاج پر بھی کچھ عناوین شامل کئے جائیں، اور بچوں کی سخت نگرانی کی جائے تاکہ انکے اندر غلو کے مظاہر پیدا نہ ہو۔

وبالله التوفيق، وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔

كتبه

احمد بن يحيى النجمي

۲۸/۱۱/۱۴۲۵ھ



(٦)

سلفی

دہشت گردانہ کارروائیوں سے بری ہیں

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

اللہ ہی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اللہ کی شریعت کی عملی تصویر اور ترجمان ہے، اور اسی شریعت کی اتباع کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[18] إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ) ترجمہ: پھر ہم نے تجھے (دین کے) معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا، سو اسی پر چل اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چل جو نہیں جانتے۔ [18] بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز تیرے کسی کام نہ آئیں گے اور یقینا ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔ (الجاثیہ:۱۹)۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غدر وخیانت سے روکتے تھے اور سچائی اور امانت داری کا حکم دیتے تھے، چنانچہ جب کسی سریہ یا فوج کو بھیجتے تو خصوصی طور پر تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ بُرَيْدَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، ثُمَّ قَالَ: اغْزُوا بِاسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ اغْزُوا، وَلَا تَغُلُّوا

وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا۔

ترجمہ: سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو امیر مقرر کرتے لشکر پر یا سریہ پر (سریہ کہتے ہیں چھوٹے ٹکڑے کو اور بعض نے کہا: سریہ میں چارسو سوار ہوتے ہیں جو رات کو چھپ کر جاتے ہیں) تو خاص اس کو حکم کرتے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو حکم کرتے بھلائی کرنے کا۔ پھر فرماتے: "جہاد کرو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر، اللہ کے راستہ میں لڑو، اس سے جس نے نہ مانا اللہ کو، جہاد کرو اور چوری نہ کرو، لوٹ کے مال میں اور اقرار نہ توڑو اور مثلہ نہ کرو (یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان نہ کاٹو) اور مت مارو بچوں کو (جو نابالغ ہوں اور لڑائی کے لائق نہ ہوں)۔ (صحیح مسلم: ۱۷۳۱)۔

اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غدر و خیانت کو حرام کیا ہے جبکہ آج کے دہشت گرد خوارج ان دونوں کو شوق سے استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے دہشت گردی اور فساد و خون وادی کو حرام کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ) ترجمہ: اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔ (الاعراف: ۵۶)۔

اور اللہ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا اور نہ خیانت کرنے والوں کی سازشوں کو پسند کرتا ہے۔

حاشیہ:

سیرت کے کئی معانی ہیں:

۱-آئیڈیل اور نمونہ۔

۲-طریقہ۔

۳-شکل وصورت۔

۴-امتیاز۔

اور یہاں سیرت رسول سے مراد آپ کا طریقہ، منہج اور وہ حالت ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے۔

اور خیانت، غداری اور فساد فی الارض سب حرام ہے جیسا کہ شیخ نے کہا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا تَبۡغِ ٱلۡفَسَادَ فِي ٱلۡأَرۡضِۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُفۡسِدِينَ) ترجمہ: اور زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(القصص:۷۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (ذَٰلِكَ لِيَعۡلَمَ أَنِّي لَمۡ أَخُنۡهُ بِٱلۡغَيۡبِ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي كَيۡدَ ٱلۡخَآئِنِينَ) ترجمہ: یہ اس لیے کہ وہ جان لے کہ میں نے عدم موجودگی میں اس کی خیانت نہیں کی اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کی چال کو کامیاب نہیں کرتا۔(یوسف:۵۲)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر ہی چلتے رہے، چنانچہ جب وہ کافر قوم کے پاس پہونچتے تو پہلے اسے اسلام کی دعوت دیتے، اگر انکار کرتے اور وہ اہل کتاب ہوتے تو انہیں جزیہ دینے کا مطالبہ کرتے لیکن اگر وہ قتال کیلئے تیار ہوتے تو پھر ان سے قتال کرتے اعلان کے بعد، لیکن اگر وہ مشرکین اور بت پرست ہوتے تو انہیں دو چیزوں کا اختیار دیتے یا تو اسلام قبول کریں یا لڑائی کیلئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ ان سے بھی اعلان کے بعد قتال کرتے تھے۔

حاشیہ:

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو اسکی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے: (وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ، فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا، فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ) ترجمہ: اور جب اپنے دشمن سے ملے مشرکوں سے تو بُلا ان کو تین باتوں کی طرف، پھر ان تین باتوں میں سے جو مان لیں تو بھی قبول کر اور باز رہ ان سے (یعنی ان کو مارنے اور لوٹنے سے) پھر بلا ان کو اسلام کی طرف (یہ ایک بات ہوئی ان تین میں سے) اگر وہ مان لیں تو قبول کر اور باز رہ ان سے، پھر بُلا ان کو اپنے ملک

سے نکل کر مہاجرین مسلمانوں کے ملک میں آنے کے لیے اور کہہ دے ان سے اگروہ ایسا کریں گے تو جو مہاجرین کے لیے ہے وہ ان کے لئے بھی ہوگا اور جو مہاجرین پر ہے وہ ان پر بھی ہوگا (یعنی نفع اور نقصان دونوں میں مہاجرین کی مثل ہوں گے) اگروہ اپنے ملک سے نکلنا منظور نہ کریں تو کہہ دے ان سے وہ جنگلی مسلمانوں کی طرح رہیں اور جو اللہ کا حکم مسلمانوں پر چلتا ہے وہ ان پر بھی چلے گا اور ان کو لوٹ اور صلح کے مال سے کچھ نہیں ملے گا پر جس صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ لڑیں (کافروں سے تو حصہ ملے گا) اگروہ اسلام لانے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ (محصول ٹیکس) مانگ۔ اگروہ جزیہ دینا قبول کریں تو مان لے اور باز رہ ان سے، اگروہ جزیہ بھی نہ تو اللہ سے مدد مانگ اور لڑ ان سے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۳۱)۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۷/ ۲۶۶) کے اندر کہا کہ حدیث کا مفہوم یہ ہیکہ اگروہ اسلام لے آئیں تو ان کیلئے جائز ہیکہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور اگر ہجرت نہیں کرتے ہیں تو ایسی صورت میں انکے ساتھ دیہات میں رہنے والے مسلمانوں جیسا سلوک ہوگا یعنی انہیں مال غنیمت میں حصہ نہیں ملے صرف زکاۃ سے ملے گا اگروہ اس کے مستحق ہوں گے، اس حدیث سے امام مالک، اوزاعی اور کچھ لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ جزیہ ہر کافر سے لیا جائے گا خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، کتابی ہو یا مشرک اور مجوسی۔ جب کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ جزیہ ہر کافر سے لیا جائے گا سوائے عرب کے مشرکین اور مجوس کے۔ اور امام شافعی نے کہا کہ صرف اہل کتاب اور مجوس سے لیا جائے گا خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب، اور اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں کہ یہاں مشرکین سے مراد اہل کتاب ہیں اور صحابہ اسے سمجھتے تھے۔

اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۱۱/ ۲۶۴) کے اندر کہا کہ حملہ کرنے سے پہلے خبر دی جائے گی یا نہیں تو اس تعلق سے یہ صحیح ہے کہ جسے دعوت نہ پہونچی ہو اسے خبر دی جائے گی مگر جسے دعوت پہونچ چکی ہو اسکے بارے میں اختلاف ہے:

امام مالک کہتے ہیں کہ مطلق طور پر مطلع کرنا واجب ہے۔ یہ قول کمزور ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مطلق طور پر واجب نہیں ہے جبکہ یہ قول باطل ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر دعوت پہونچ چکی ہے تو واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، اور اگر نہیں پہونچی ہے تو

واجب ہے،اور یہی قول صحیح ہے،جمہور علماء کرام کی یہی رائے ہے۔

ابن منذر نے کہا کہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے اور احادیث اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اور آج کل دہشت گرد خوارج خودکش بم باندھ کر یا پھر خودکش بمبار کارلیکر نکلتے ہیں اور جہاں لوگوں کی بھیڑ دیکھتے ہیں بم دھماکہ کر کے خود بھی ہلاک ہو جاتے ہیں ۔تو یہ اسلام کے ساتھ خیانت ہے، ایسے گھناؤنا اعمال سے اسلام بری ہے اسے کبھی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

اسی طرح برطانیہ اور دیگر ملکوں میں جو بم دھماکے کئے جاتے ہیں انہیں یہی تکفیری خوارج خودکش بمبار کرتے ہیں جنکے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللَّهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ) ترجمہ: اخیر زمانہ میں کچھ نو عمر، بیوقوف اور کم عقل لوگ ظہور پذیر ہوں گے،لوگوں کی سب سے اچھی (دین کی) باتوں کو کہیں گے،قرآن پڑھیں گے،لیکن ان کے حلق سے نہ اترے گا،وہ اسلام سے ویسے ہی نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے،تو جو انہیں پائے قتل کر دے،اس لیے کہ ان کا قتل قاتل کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعث اجر وثواب ہے“۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے برے مقتول ہیں ۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ سب سے بہتر مقتول ہے جسے یہ قتل کریں ۔مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوش خبری ہو اسکے لئے جسے یہ قتل کریں یا جو انہیں قتل کرے ۔اسی طرح مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو کیونکہ انکے قتل کرنے میں عند اللہ اجر ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوزخی کتا کہا ہے۔اسی طرح یہ بھی گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر میں انہیں پا جاؤں تو قوم عاد کی طرح مار کر تباہ کر دوں۔اور ایک روایت میں قوم ثمود کا ذکر ہے۔اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوارج دین سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتی ہے۔اور انہیں خوارج اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ دین سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں بایں طور کہ دین سے انکا کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا۔

حاشیہ:

خودکشی کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[29]وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا) ترجمہ: اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔[29]اور جو زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے سخت ہولناک آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ پر ہمیشہ سے بہت آسان ہے۔(النساء:۳۱)۔

اسی طرح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کرلی وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور جس نے زہر

پی کر خودکشی کر لی وہ زہر اس کے ساتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے اسی طرح ہمیشہ پیتا رہے گا اور جس نے لوہے کے کسی ہتھیار سے خودکشی کر لی تو اس کا ہتھیار اس کے ساتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے وہ اسے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔(صحیح بخاری:۵۷۷۸)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ وَمَا نَسِينَا مُنْذُ حَدَّثَنَا وَمَا نَخْشَى، أَنْ يَكُونَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ".

ترجمہ: حسن نے کہا ہم سے جندب بن عبداللہ نے اسی مسجد میں بیان کیا (حسن نے کہا کہ) انہوں نے جب ہم سے بیان کیا ہم اسے بھولے نہیں اور نہ ہمیں اس کا اندیشہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حدیث کی نسبت غلط کی ہوگی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پچھلے زمانے میں ایک شخص (کے ہاتھ میں) زخم ہوگیا تھا اور اسے اس سے بڑی تکلیف تھی، آخر اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خون بہنے لگا اور اسی سے وہ مر گیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے خود میرے پاس آنے میں جلدی کی اس لیے میں نے بھی جنت کو اس پر حرام کر دیا۔" (صحیح بخاری: ۳۴۶۳)۔

اور دور حاضر میں خوارج وقت نے جو خودکش حملوں کا سلسلہ شروع کیا ہے اسلام کے نام پر تو اسے علمائے اہل سنت نے خودکشی کہا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے جیسے شیخ ابن باز، البانی اور ابن عثیمین رحمہم اللہ اور شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ وغیرہ۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایسے بز دلانہ اور بھیانک سنگ دلانہ حرکتوں سے بے نیاز ہے اور اسے انجام دینے والوں کی اور ان کے اعمال کی مذمت کرتا ہے، اور جو لوگ ان حرکتوں کا الزام ان سلفیوں پر لگاتے ہیں جو صرف کتاب وسنت کی روشنی میں عمل پیرا ہوتے ہیں دراصل وہی ایسی حرکتوں کو انجام دیتے ہیں تاکہ یہ بدنامی سلفیوں کے سر پر آجائے، یہ القاعدہ تنظیم اور اسی طرح کی دہشت گرد خوارج سے جڑے لوگ ہوتے ہیں جو بن لادن، مسعری، سعد الفقیہ اور جو ان خوارج وقت کی طرح ہیں کے پیروکار ہوتے ہیں، کیوں کہ ان سرپھروں کی تربیت کچھ لٹریچری مفکرین کی کتابوں سے کی جاتی ہے جیسے سید قطب اور انہیں کے خارجی منہج پر چلنے والوں کی کتابیں، جو ناحق امت مسلمہ کی تکفیر کرتے ہیں حتی کہ گناہوں کی بنیاد پر مسلمانوں کی تکفیر کر ڈالتے ہیں اور کون ہے جو معاصی سے پاک ہو۔

جب کہ حقیقت یہ ہیکہ ہمارے لئے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ ہم کسی مسلمان کی تکفیر کریں مگر اسی کی جسکی تکفیر اللہ نے کی ہو جیسے کہ شرک اکبر کے مرتکب کی تکفیر، ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور بلا شبہ یقینا آپ کی طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے تھے کہ بلا شبہ اگر آپ نے شریک ٹھہرایا تو یقینا آپ کا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔ (الزمر: ٦٥)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ) ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو

پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔(المومنون: ۱۱۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ) ترجمہ: سو تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار، ورنہ تو عذاب دیے جانے والوں سے ہو جائے گا۔ (الشعراء: ۲۱۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ) ترجمہ: بلاشبہ یقینا ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقینا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔(المائدہ: ۷۲)۔

یہی حقیقت ہے جس سے سر مو انحراف جائز نہیں ہے، لیکن جو اسکی مخالفت کر کے مسلمانوں کی تکفیر کرے تو وہ باطل پر ہے اور باطل کا داعی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

و باللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحیی النجمی

(۷)

معاہد اور امان یافتہ کفار کے احکام

تالیف:

شیخ احمد بن یحی النجمی

تعلیق:

ابو ہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين، وبعد:

اس بحث کے اندر معاہد اور امان یافتہ کفار کے تعلق سے تمام احکامات کو میں نے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ معاہد کفار ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کا مسلم ممالک سے معاہدہ ہو، اس معاہدے کی بنیاد پر وہ مسلم ممالک کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔

المعجم الوسیط، ص ۲۳۵ کے اندر کہا کہ عہد اس میثاق اور وعدے کو کہتے ہیں جو دو آدمیوں یا دو جماعتوں کے درمیان طے پائے، اور عالمی قانون کے کی روشنی میں دو ملکوں کے درمیان یا کئی ملکوں کے درمیان آپسی تعلقات بنانے کی خاطر معاہدے کیے جائیں۔

میں کہتا ہوں: معاہد وہ شخص ہے جو اپنے معاہد ملک سے کسی معاہد ملک میں داخل ہو، یہ شخص اس ملک میں انہیں شروط کی بنیاد پر رہے گا جو دونوں ملکوں کے درمیان طے پائے ہیں، چنانچہ جب تک وہ ان شروط کی پابندی کرے گا اسے کوئی تکلیف نہیں پہونچائی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ کوئی قانونی طور پر پاسپورٹ اور ویزہ کے ساتھ کسی معاہد ملک میں جائے تو اسے تحفظ دینا واجب ہے۔

اسی لئے صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے: (مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا) ترجمہ: جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جا سکتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۱۶۶)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے: (مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً بِغَيْرِ

حِلِّهَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَشُمَّ رِيحَهَ) ترجمہ: جس نے کسی ذمی کی جان لی جب کہ اس کا خون جائز نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کی خوشبو حرام کر دی ہے۔ (سنن نسائی: ۴۷۵۲)۔

یہ وعید شارع کی طرف سے ہے ہر اس شخص کو جو کسی معاہد کافر کو ناحق قتل کرتا ہے؛ جو اسکے خون کی حرمت پر دلالت کرتا ہے، ساتھ ہی اس معاہدے کے احترام پر دلالت کرتا ہے جسکے ساتھ وہ داخل ہوا ہے، چنانچہ اس کا قتل کرنا اس معاہدے کی خلاف ورزی اور حاکم وقت کی مخالفت اور اسکے ساتھ غداری لازم آتی ہے جس نے یا حکومت وقت نے وہ معاہدہ طے کیا ہے۔

صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے: (الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ وَمُتَسَرِّعُهُمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ، لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ) ترجمہ: مسلمانوں کے خون برابر ہیں ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو امان دے سکتا ہے، اور سب کو اس کی امان قبول کرنی ہوگی، اسی طرح دور مقام کا مسلمان پناہ دے سکتا ہے (گرچہ اس سے نزدیک والا موجود ہو) اور وہ اپنے مخالفوں کے لیے ایک ہاتھ کی طرح ہیں جس کی سواریاں زور آور اور تیز رو ہوں وہ (غنیمت کے مال میں) اس کے برابر ہوگا جس کی سواریاں کمزور ہیں، اور لشکر میں سے کوئی سریہ نکل کر مال غنیمت حاصل کرے تو لشکر کے باقی لوگوں کو بھی اس میں شریک کرے، کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی ذمی کو۔ (سنن ابی داود: ۲۷۵۱)۔

یہ ساری حدیثیں اس بات پر قطعی دلیل ہیں کہ معاہد کافر کا قتل کرنا حرام ہے، اسی طرح امان یافتہ کافر کا قتل کرنا بھی حرام ہے، اسلئے اگر اسے امان دے دیا گیا ہے خواہ وہ امان دینے والا مسلمانوں

میں سے کوئی بھی ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (مسلمانوں کے خون برابر ہیں ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو امان دے سکتا ہے، اور سب کو اس کی امان قبول کرنی ہوگی)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے موقع پر ام ہانی نے آکر کہا کہ انہوں نے اپنے ایک رشتہ دار کو پناہ دی ہے مگر ان کے بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں ام ہانی جسے تم نے پناہ دی ہے۔

چنانچہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی پناہ یا امان دے تو اسے نافذ کیا جائے گا، اور یہ تمام مسلمانوں پر لاگو ہوگا، چنانچہ اب نہ ہی اسے کوئی قتل کرسکتا ہے اور نہ ہی اسکا مال چھین سکتا ہے۔

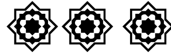
اب اگر پناہ یا امان دینے والا حاکم وقت ہو جسکی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے تو وہ مزید لاگو ہوگا، ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔ (النساء:۵۹)۔

حاشیہ:

علامہ خطابی نے معالم السنن (۲/ ۲۷۷) کے اندر کہا کہ عام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کا امان بھی جائز ہے، اسی طرح اکثر فقہاء نے غلام کے امان کو بھی جائز کہا ہے، جبکہ نابالغ بچے کا امان منعقد نہیں ہوگا کیونکہ وہ مرفوع القلم ہے۔

علامہ شوکانی نے اپنی کتاب السیل الجرار (۳/ ۷۶۵) کے اندر کہا کہ ادناھم کے اندر غلام، عورت اور بچہ سب

داخل ہیں، لیکن امام ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے کہ بچے کا امان منعقد نہیں ہوگا، اس لئے اس اجماع سے بچے کا امان نکل جائے گا۔ اور جہاں تک عورت اور غلام کا تعلق ہے تو جمہور اہل علم کے نزدیک ان دونوں کا امان منعقد ہوگا۔ جب کہ امام ابو حنیفہ نے غلام کے اندر فرق کیا ہے کہ اگر وہ قتال کرتا ہے تو اسکا امان منعقد ہوگا اور اگر قتال نہیں کرتا ہے تو پھر اس کا امان منعقد نہیں ہوگا۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

سو حکام کی اطاعت معروف کاموں میں واجب ہے سوائے معصیت کے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق) ترجمہ: خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ چنانچہ جو حاکم کی طرف سے امان یافتہ کسی معاہد کافر کو قتل کر دے روگویا اس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا، اب اسکے ساتھ خیانت، غداری، پر امن شہریوں کو دہشت میں مبتلا کرنا قتل وخونریزی اور املاک کی تباہی مچانا بھی شامل ہو جائے تو یہ جرم کتنا عظیم ہو جائے گا، اسی طرح مسلمانوں کی تکفیر کرنا اور حکام سے ناحق لڑائی کرنا بھی جرم عظیم ہے، ایسا کرنے والا خارجی تکفیری ہے، دہشت گرد ظالم ہے حکومت پر اسکا قتل کرنا واجب ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے: (يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللَّهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ) ترجمہ: اخیر زمانہ میں کچھ نو عمر، بیوقوف اور کم عقل لوگ ظہور پذیر ہوں گے، لوگوں کی سب سے اچھی (دین کی) باتوں کو کہیں گے، قرآن پڑھیں گے، لیکن ان کے حلق سے نہ اترے گا، وہ اسلام سے ویسے ہی نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، تو جو انہیں پائے قتل کر دے، اس لیے کہ ان کا قتل قاتل کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعث اجر وثواب ہے"۔

المغنی فی مسائل الخرقی: ۱۳/ ۱۵۲ کے اندر کہا کہ جو دشمن کے ملک میں امان کے ساتھ داخل ہو اس پر ضروری ہے کہ وہ وہاں نہ خیانت کرے اور نہ ہی وہاں سودی کاروبار کرے، کیونکہ سود کی

حرمت ہر جگہ کیلئے عام ہے، اور خیانت بھی حرام ہے، کیونکہ انہوں نے امان دیا ہے جس میں یہ شرط ہے کہ خیانت اور غداری نہیں کرے گا، یہ چیز لفظی طور پر مذکور گرچہ نہ ہو پھر یہ مفہوم ہوتا ہے۔

اسی طرح دشمن ملک سے اگر کوئی امان کے ساتھ آئے اور ہمارے ساتھ وہ خیانت کرے تو وہ بھی عہد کو توڑنے والا مانا جائے گا اور اگر یہ ثابت ہو جائے تو بھی ہم انکے ساتھ خیانت نہیں کریں گے، اس لئے کہ یہ دھوکہ ہے اور ہمارے دین میں دھوکہ جائز نہیں ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنے شرائط پر قائم رہتے ہیں۔

آگے کہتے ہیں کہ اگر معاہد کافر دھوکہ دین اور امان کو توڑ دیں تو اسکی وجہ سے ان کی جان و مال حلال ہو جاتے ہیں اسلئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قریظہ کے ساتھ قتال کیا اور انکی ذریت کو قیدی بنایا، اور ام کے مال پر قبضہ کرلیا۔ اسی طرح جب قریش نے معاہدہ کرکے اسے توڑ دیا تو پھر پہلے کی طرح وہ ساری چیزیں جائز اور حلال ہوگئیں جو اس معاہدے اور صلح کی وجہ سے حرام ہوگئی تھیں۔

حاشیہ:

شرح طحاویہ (۲/ ۵۴۲) کے اندر ابن ابی العز نے کہا کہ کتاب وسنت کی روشنی میں حکام کی اطاعت واجب ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دیں، ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔ (النساء: ۵۹)۔

یہاں پر اولو الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل ہے، کیونکہ اولو الامر اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہیں، چونکہ رسول معصوم ہوتے ہیں وہ اللہ کی معصیت کا

حکم نہیں دے سکتے جب کہ حکام معصوم نہیں ہوتے وہ معصیت کا حکم دے سکتے ہیں اسی لئے انکی اطاعت کو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے تابع کر دیا گیا ہے، چنانچہ حاکم کی اطاعت انہیں امور میں ہوگی جن میں اللہ کی معصیت نہ ہو۔ انتہی۔

اور جہاں تک تکفیر مسلم کی بات ہے تو معلوم رہے کہ یہ خوارج کی خصلت ہے، کیونکہ مجرد معصیت سے کوئی مسلمان دین اسلام کے دائرے سے خارج میں ہوتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا) ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقینا انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔(الاحزاب:۵۸)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

ابن قدامہ نے المغنی کے اندر مزید کہا کہ (امان اور پناہ کوئی بھی دے سکتا ہے) مگر جہاں تک کافر ملکوں سے معاہدہ اور صلح کرنے کا تعلق ہے تو یہ اختیار صرف حاکم وقت کو ہے، مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر وہی فیصلہ کرے گا کہ معاہدہ اور صلح کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

اگر کوئی حاکم معاہدہ کر کے مر جائے یا معزول کر دیا جائے تو وہ معاہدہ ختم نہیں ہوگا، بلکہ بعد میں آنے والے حاکم پر اسکا پورا کرنا واجب ہوگا، کیونکہ فرمان باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ (المائدہ: ۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ) ترجمہ: مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا، پھر انھوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ (التوبہ: ۴)۔

ہاں اگر وہ لوگ عہد توڑ دیں تو ایسی صورت میں ان سے قتال جائز ہوگا ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ) ترجمہ: اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بے شک یہ لوگ، ان کی کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں۔ (التوبہ: ۱۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ) ترجمہ: سو جب

تک وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔(التوبہ:۷)۔

اسی لئے جب قریش نے معاہدہ توڑ دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کی اور مکہ کو فتح کیا، اسی طرح اگر ان میں کوئی ایک فرد معاہدہ توڑ دے لیکن باقی خاموش رہیں اور حاکم وقت سے کوئی خط وکتابت نہ کریں اور نہ ہی معذرت کریں تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ سب نے توڑا ہے، کیونکہ قریش کا معاملہ یہی تھا کہ اسکے حلیف بنو بکر نے معاہدہ توڑا اور باقی خاموش رہے تو اسکی وجہ سے سب کو ذمیدار ٹھہرایا گیا، اور اسی بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی۔

اسی طرح اگر دشمنوں کی طرف سے معاہدہ توڑنے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں جائز ہوگا کہ ان سے پہلے ہی معاہدہ کو توڑ دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ) ترجمہ: اور اگر کبھی تو کسی قوم کی جانب سے کسی خیانت سے فی الواقع ڈرے تو (ان کا عہد) ان کی طرف مساوی طور پر پھینک دے۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(الانفال:۵۸)۔

حاشیہ:

ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب زاد المعاد (۳/ ۱۳۸) کے اندر کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت اور طریقہ تھا کہ جب آپ کسی قوم سے معاہدہ اور صلح کرتے تو کچھ لوگ دشمن کی طرف اس معاہدے میں شامل ہو جاتے اور کچھ لوگ آپ کی طرف شامل ہو جاتے تھے، اور اس معاہدے کی رو سے وہ سارے شرائط ان لوگوں پر بھی لاگو ہو جاتے تھے جو اس معاہدے میں داخل ہوتے تھے، اسی بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر چڑھائی کی تھی، اسلئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں سے دس سال کیلئے جنگ بندی پر صلح کر لی تو اس وقت بنو بکر کے لوگ قریش کے ساتھ اور خزاعہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

لیکن جب بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی اسلحہ سے بنو بکر کی مدد کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاہدہ توڑنے کا سبب مانا۔

اور اسی بنیاد پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مشرق کے نصاری پر حملہ کرنے کے جواز کا فتوی دیا تھا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے دشمنوں کی مال اور اسلحہ سے مدد کی تھی، جس طرح قریش نے بنو بکر کی اسلحہ سے مدد کی تھی۔

اور جہاں تک یہ مسئلہ کہ اگر دشمنوں کی طرف سے معاہدہ توڑنے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں جائز ہوگا کہ ان سے پہلے ہی معاہدہ کو توڑ دیا جائے تو اس بارے میں ابن کثیر مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابری کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کر دو تاکہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر دو۔ اللہ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی تم خیانت نہ کرو۔

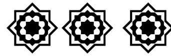
اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ قَوْمٍ مِنَ الرُّومِ عَهْدٌ فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ قَالَ فَجَعَلَ يَسِيرُ فِي أَرْضِهِمْ حَتَّى يَنْقُضُوا فَيُغِيرَ عَلَيْهِمْ فَإِذَا رَجُلٌ يُنَادِي فِي نَاحِيَةِ النَّاسِ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدَّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلَّ حَتَّى يَمْضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ

ترجمہ: سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوج کو لے کر ارض روم کی طرف چل پڑے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان طے شدہ معاہدے کی کچھ مدت ابھی باقی تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ ان کے قریب پہنچ کر رک جاتے ہیں جوں ہی مدت ختم ہوگی ان سے جنگ شروع کر دیں گے لیکن دیکھا کہ ایک شیخ سواری پر سوار یہ کہتے جا رہے ہیں" اللہ اکبر اللہ اکبر" وعدہ پورا کیا جائے عہد شکنی نہ کی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کا کسی قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو تو اسے مدت

گذرنے سے پہلے یا ان کی طرف سے عہد شکنی سے پہلے اس کی گرہ کھولنی اور بند نہیں کرنی چاہئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ واپس لوٹ گئے اور پتہ چلا کہ وہ شیخ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد: حدیث نمبر ۱۲۲۵)۔

ان نصوص کی روشنی میں معلوم ہوا کہ عہد و پیمان اور معاہدوں کو پورا کرنا واجب ہے اور کسی بھی صورت میں خیانت کرنا اور دھوکہ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ غدر و خیانت اور دھوکہ ان سب پر اہل کفر اور اہل فسق و فجور اعتماد کرتے ہیں۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

معاہدہ کے شروط:

معاہدہ اور صلح کے شروط کی دس قسمیں ہیں:

پہلی قسم: صحیح۔ دوسری قسم: فاسد۔

صحیح شرط لگانا جیسے یہ شرط لگائے کہ بوقت ضرورت مال یا کسی چیز سے مسلمانوں کی مدد کریں گے، یا یہ شرط لگائے کہ اگر کوئی آدمی انکی طرف چلا جائے خواہ امان کے ساتھ یا بغیر امان کے تو اسے واپس کر دیا جائے، تو اس طرح کا شرط لگانا صحیح ہے۔

ابن قدامہ نے المغنی کے اندر کہا کہ شوافع نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان آتا ہے تو اسے اسی صورت میں واپس کیا جائے گا جب اسکا وہاں کوئی قبیلہ یا حامی ہو جس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ابو جندل اور ابو بصیر کو واپس کر دیا تھا، اور قبیلے وغیرہ کی شرط نہیں لگائی تھی بلکہ معاہدے کی رو سے واپس کیا تھا، اور اس لئے کہ خود ان کا قبیلہ ہی انہیں تکلیف دیتا تھا تو گویا انکا کوئی قبیلہ اور حامی ہی نہیں تھا۔

لیکن ایسی شرط بہت ہی سخت حالت میں جائز ہے، اور اگر یہ شرط لگادی ہے تو پھر اسے پورا کرنا پڑے گا، یعنی اگر وہ اسے لینے آئیں تو پھر منع نہیں کر سکتے۔

ہاں یہ ان مسلمانوں کیلئے جائز ہوگا کہ وہ کہیں جا کر الگ تھلگ رہنے لگیں، اور کافروں میں سے جس پر قدرت پائیں اسے ماریں اور ان کا مال چھین لیں، اور وہ صلح میں داخل نہ ہوں، لیکن اگر مسلمانوں کا حاکم کہے تو پھر داخل ہو جائیں پھر اسکے بعد ان معاہد کفار کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اور جہاں تک شرط فاسد کا تعلق ہے تو تو اسکی صورت یہ ہیکہ اسلام قبول کرنے والی خواتین کی

واپسی کی شرط لگائیں یا انکے مہر واپسی یا اسلحہ واپسی کی شرط لگائیں یا ایسی جگہ مال دینے کی شرط لگائیں جہاں پر دینا یا خرچ کرنا جائز نہیں، یا یہ شرط لگائیں کہ جب وہ چاہیں گے معاہدہ توڑ دیں گے یا بچوں کی واپسی کی شرط لگائیں یا بلا ضرورت مردوں کی واپسی کی شرط لگائیں تو یہ ساری شرطیں باطل اور فاسد ہیں ان کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

آگے کہا کہ عورتوں کو واپس کرنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو، اللہ ان کے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ (الممتحنہ:١٠)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إن الله منع الصلح في النساء) ترجمہ: اللہ نے عورتوں کے تئیں صلح کرنے سے منع کیا ہے۔ انتہی۔

وباللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحیی النجمی

٧/٤/١٤٢٦ھ

حاشیہ:

صلح حدیبیہ کے واقعے کو تفصیلی طور پر امام بخاری نے نقل کیا ہے جسے ہم یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

عن عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ، قَالَا: "خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْغَمِيمِ فِي خَيْلٍ لِقُرَيْشٍ طَلِيعَةٌ، فَخُذُوا ذَاتَ الْيَمِينِ، فَوَاللَّهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتَّى إِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَيْشِ، فَانْطَلَقَ يَرْكُضُ نَذِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ، حَلْ، فَأَلَحَّتْ، فَقَالُوا: خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا، ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ، قَالَ: فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتَّى نَزَحُوهُ، وَشُكِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ، فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهُ فِيهِ، فَوَاللَّهِ مَا زَالَ يَجِيشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتَّى صَدَرُوا عَنْهُ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنْ خُزَاعَةَ، وَكَانُوا عَيْبَةَ نُصْحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ تِهَامَةَ، فَقَالَ: إِنِّي تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ، وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوا أَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ وَمَعَهُمُ الْعُوذُ الْمَطَافِيلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَلَكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ، وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاءُوا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً، وَيُخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ فَإِنْ أَظْهَرْ، فَإِنْ شَاءُوا أَنْ يَدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلَى أَمْرِي هَذَا حَتَّى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللَّهُ أَمْرَهُ، فَقَالَ بُدَيْلٌ: سَأُبَلِّغُهُمْ مَا تَقُولُ، قَالَ: فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى قُرَيْشًا، قَالَ: إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ، وَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ قَوْلًا، فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا، فَقَالَ سُفَهَاؤُهُمْ: لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ، وَقَالَ ذَوُو الرَّأْيِ مِنْهُمْ: هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ يَقُولُ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا، فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، أَلَسْتُمْ بِالْوَالِدِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: أَوَلَسْتُ بِالْوَلَدِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَهَلْ تَتَّهِمُونِي؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظَ، فَلَمَّا بَلَّحُوا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِي وَوَلَدِي، وَمَنْ أَطَاعَنِي؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَإِنَّ هَذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ، اقْبَلُوهَا وَدَعُونِي آتِيهِ، قَالُوا: ائْتِهِ، فَأَتَاهُ، فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْوًا مِنْ قَوْلِهِ لِبُدَيْلٍ، فَقَالَ عُرْوَةُ: عِنْدَ ذَلِكَ أَيْ مُحَمَّدُ، أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَهْلَهُ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، فَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى وُجُوهًا وَإِنِّي لَأَرَى أَوْشَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُّوا وَيَدَعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ، قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ، أَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ، وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا الْإِسْلَامَ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ، ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ

جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ، قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ، فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى المُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ، وَكِسْرَى، وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا، وَاللَّهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ: دَعُونِي آتِيهِ، فَقَالُوا: ائْتِهِ، فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا فُلَانٌ، وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُعَظِّمُونَ البُدْنَ، فَابْعَثُوهَا لَهُ، فَبُعِثَتْ لَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّونَ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ، قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، مَا يَنْبَغِي لِهَؤُلَاءِ أَنْ يُصَدُّوا عَنِ البَيْتِ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ، قَالَ: رَأَيْتُ البُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ وَأُشْعِرَتْ، فَمَا أَرَى أَنْ يُصَدُّوا عَنِ البَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ، فَقَالَ: دَعُونِي آتِيهِ، فَقَالُوا: ائْتِهِ، فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا مِكْرَزٌ، وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ، فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو". قَالَ مَعْمَرٌ: فَأَخْبَرَنِي أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ. قَالَ مَعْمَرٌ: قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ: فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو، فَقَالَ: هَاتِ اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الكَاتِبَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، قَالَ سُهَيْلٌ: أَمَّا الرَّحْمَنُ، فَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا هُوَ، وَلَكِنِ اكْتُبْ

بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: وَاللَّهِ لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللَّهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ، وَلَكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَرَسُولُ اللَّهِ، وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَذَلِكَ لِقَوْلِهِ: لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى أَنْ تُخَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوفَ بِهِ، فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللَّهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ، أَنَّا أُخِذْنَا ضُغْطَةً، وَلَكِنْ ذَلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَكَتَبَ، فَقَالَ سُهَيْلٌ، وَعَلَى: أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، قَالَ الْمُسْلِمُونَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، كَيْفَ يُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا؟ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ أَبُو جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَرْسُفُ فِي قُيُودِهِ، وَقَدْ خَرَجَ مِنْ أَسْفَلِ مَكَّةَ حَتَّى رَمَى بِنَفْسِهِ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ سُهَيْلٌ: هَذَا يَا مُحَمَّدُ، أَوَّلُ مَا أُقَاضِيكَ عَلَيْهِ أَنْ تَرُدَّهُ إِلَيَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ، قَالَ: فَوَاللَّهِ إِذًا لَمْ أُصَالِحْكَ عَلَى شَيْءٍ أَبَدًا، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَجِزْهُ لِي، قَالَ: مَا أَنَا بِمُجِيزِهِ لَكَ، قَالَ: بَلَى، فَافْعَلْ، قَالَ: مَا أَنَا بِفَاعِلٍ، قَالَ مِكْرَزٌ: بَلْ قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ، قَالَ أَبُو جَنْدَلٍ: أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِينَ، وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا، أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيتُ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيدًا فِي اللَّهِ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذًا قَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي، قُلْتُ: أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قَالَ: قُلْتُ لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا

بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَيْسَ هَذَا نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا، إِذًا قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ، فَوَاللَّهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذَلِكَ أَعْمَالًا، قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: قُومُوا فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا، قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتَّى قَالَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَتُحِبُّ ذَلِكَ اخْرُجْ، ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ، فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ، فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَامُوا فَنَحَرُوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا، ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ حَتَّى بَلَغَ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ سورة الممتحنة آية 10، فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ، فَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، وَالْأُخْرَى صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ، فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ، فَقَالُوا: الْعَهْدَ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ، فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَنَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ، فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ، فَقَالَ: أَجَلْ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَجَيِّدٌ، لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ، فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُو، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَآهُ: لَقَدْ رَأَى هَذَا ذُعْرًا، فَلَمَّا

انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُتِلَ وَاللَّهِ صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ، فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَدْ وَاللَّهِ أَوْفَى اللَّهُ ذِمَّتَكَ، قَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ، ثُمَّ أَنْجَانِي اللَّهُ مِنْهُمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ، فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ، فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيفَ الْبَحْرِ، قَالَ: وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ أَبُو جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ، فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ، فَوَاللَّهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّأْمِ إِلَّا اعْتَرَضُوا لَهَا، فَقَتَلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ، فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ بِاللَّهِ وَالرَّحِمِ لَمَّا أَرْسَلَ، فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ حَتَّى بَلَغَ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ سورة الفتح آية 24-26، وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوا أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ، وَلَمْ يُقِرُّوا بِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَحَالُوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ.

ترجمہ: مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا‘ کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا‘ کہا مجھ کو معمر نے خبر دی‘ کہا کہ مجھے زہری نے خبر دی‘ کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان نے‘ دونوں کے بیان سے ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر (مکہ) جا رہے تھے‘ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں تھے‘ فرمایا خالد بن ولید قریش کے (دوسو) سواروں کے ساتھ ہماری نقل و حرکت کا اندازہ لگانے کے لیے مقام غمیم میں مقیم ہے (یہ قریش کا مقدمۃ الجیش ہے) اس لیے تم لوگ داہنی طرف سے جاؤ‘ پس اللہ کی قسم خالد کو ان کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہو سکا اور جب انہوں نے اس لشکر کا غبار اٹھتا ہوا دیکھا تو قریش کو جلدی جلدی خبر دینے گئے۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی پر پہنچے جس سے مکہ میں اترتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ اونٹنی کو اٹھانے کیلئے حل حل کہنے لگے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ

قصواء اڑ گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصواء اڑی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے' اسے تو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں (کے لشکر) کو (مکہ) میں داخل ہونے سے روک لیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کی محرمات کی بڑائی ہو تو میں اس کا مطالبہ منظور کرلوں گا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ گئی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے آگے نکل گئے اور حدیبیہ کے آخری کنارے ثمد (ایک چشمہ یا گڑھا) پر جہاں پانی کم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ لوگ تھوڑا تھوڑا پانی استعمال کرنے لگے، انہوں نے پانی کو ٹھہرنے ہی نہیں دیا، سب کھینچ ڈالا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس گڑھے میں ڈال دیں۔ بخدا تیر گاڑتے ہی پانی انہیں سیراب کرنے کے لیے ابلنے لگا اور وہ لوگ پوری طرح سیراب ہو گئے۔ لوگ اسی حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی رضی اللہ عنہ اپنی قوم خزاعہ کے کئی آدمیوں کو لے کر حاضر ہوا۔ یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز بڑے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں کعب بن لوئی اور عامر بن لوئی کو پیچھے چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیروں پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے' ان کے ساتھ بکثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے نئے نئے بچوں کے ساتھ ہیں۔ وہ آپ سے لڑیں گے اور آپ کے بیت اللہ پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں صرف عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں اور واقعہ تو یہ ہے (مسلسل لڑائیوں) نے قریش کو بھی کمزور کر دیا ہے اور انہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے' اب اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت ان سے صلح کا معاہدہ کرلوں گا، اس عرصہ میں وہ میرے اور عوام (کفار مشرکین عرب) کے درمیان نہ پڑیں پھر اگر میں کامیاب ہو جاؤں اور (اس کے بعد) وہ چاہیں تو اس دین (اسلام) میں وہ بھی داخل ہو سکتے ہیں (جس میں اور تمام لوگ داخل ہو چکے ہوں گے) لیکن اگر مجھے کامیابی نہیں ہوئی تو انہیں بھی آرام مل جائے گا اور اگر انہیں میری پیش کش سے انکار ہے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میرا سر تن سے جدا نہیں ہو جاتا، میں اس دین کے لیے برابر لڑتا رہوں گا یا پھر اللہ تعالیٰ اسے نافذ ہی فرما دے گا۔ بدیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش تک آپ کی گفتگو میں پہچاؤں گا چنانچہ وہ واپس ہوئے اور قریش کے یہاں پہنچے اور کہا کہ ہم

تمہارے پاس اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں سے آرہے ہیں اور ہم نے اسے ایک بات کہتے سنا ہے، اگر تم چاہو تو تمہارے سامنے اسے بیان کر سکتے ہیں۔ قریش کے بے وقوفوں نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ تم اس شخص کی کوئی بات ہمیں سناؤ۔ جو لوگ صائب الرائے تھے، انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جو کچھ تم نے سنا ہے ہم سے بیان کر دو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ کہتے سنا ہے اور پھر جو کچھ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا' سب بیان کر دیا۔ اس پر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک کفار کے ساتھ تھے) کھڑے ہوئے اور کہا اے قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں رکھتے۔ سب نے کہا کیوں نہیں' ضرور رکھتے ہیں۔ عروہ نے پھر کہا کیا میں بیٹے کی طرح تمہارا خیر خواہ نہیں ہوں' انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ عروہ نے پھر کہا تم لوگ مجھ پر کسی قسم کی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لیے کہا تھا اور جب انہوں نے انکار کیا تو میں نے اپنے گھرانے' اولاد اور ان تمام لوگوں کو تمہارے پاس لا کر کھڑا کر دیا تھا جنہوں نے میرا کہنا مانا تھا؟ قریش نے کہا کیوں نہیں (آپ کی باتیں درست ہیں) اس کے بعد انہوں نے کہا دیکھو اب اس شخص (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز رکھی ہے' اسے تم قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس (گفتگو) کے لیے جانے دو' سب نے کہا آپ ضرور جائیے۔ چنانچہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی باتیں کہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدیل سے کہہ چکے تھے' عروہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! بتائیے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب ہوئے) تو میں اللہ کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ مختلف جنسوں لوگ یہی کریں گے۔ اس وقت یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے (امصص بظر اللات) کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک

احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔ بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے، تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف اپنا ہاتھ لے جاتے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی نیام کو اس کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے دغا باز! کیا میں نے تیری دغابازی کی سزا سے تجھ کو نہیں بچایا؟ اصل میں مغیرہ رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدینہ) آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں، رہا یہ مال تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ وہ دغابازی سے ہاتھ آیا ہے جسے میں لے نہیں سکتا، پھر عروہ رضی اللہ عنہ گھور گھور کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی نقل وحرکت دیکھتے رہے۔ پھر راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم بھی تھوکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرنے لگے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ خیر عروہ جب اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو ان سے کہا اے لوگو! قسم اللہ کی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی وفد لے کر گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی سب کے دربار میں لیکن اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغم بھی

تھوک دیا تو ان کے اصحاب نے اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اگر کوئی حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گفتگو شروع کی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔انہوں نے تمہارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمہیں چاہئے کہ اسے قبول کرلو۔اس پر بنو کنانہ کا ایک شخص بولا کہ اچھا مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو،لوگوں نے کہا تم بھی جا سکتے ہو۔ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قریب پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے، ایک ایسی قوم کا فرد جو بیت اللہ کی قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔اس لیے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دیئے اور لبیک کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ سبحان اللہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کو کعبہ سے روکا جائے۔اس کے بعد قریش میں سے ایک دوسرا شخص مکرز بن حفص نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو۔سب نے کہا کہ تم بھی جا سکتے ہو جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے ایک بدترین شخص ہے۔پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا۔ابھی وہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا۔معمر نے (سابقہ سند کے ساتھ) بیان کیا کہ مجھے ایوب نے خبر دی اور انہیں عکرمہ نے کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نیک فالی کے طور پر) فرمایا تمہارا معاملہ آسان (سہل) ہو گیا۔معمر نے بیان کیا کہ زہری نے اپنی حدیث میں اس طرح بیان کیا تھا کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو کہنے لگا کہ ہمارے اور اپنے درمیان (صلح) کی ایک تحریر لکھ لو۔چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلوایا اور فرمایا کہ لکھو (بسم اللہ الرحمن الرحیم) سہیل کہنے لگا رحمن کو اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے۔البتہ تم یوں لکھ سکتے ہو (باسم ※ اللہم ※) جیسے پہلے لکھا کرتے تھے مسلمانوں نے کہا کہ قسم اللہ کی ہمیں " بسم اللہ الرحمن الرحیم " کے سوا اور کوئی دوسرا جملہ نہ لکھنا چاہئے۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " باسم ※ اللہم ※ "

ہی لکھنے دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے صلح نامہ کی دستاویز ہے۔ سہیل نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو نہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ آپ تو صرف اتنا لکھئے کہ "محمد بن عبداللہ" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ گواہ ہے کہ میں اس کا سچا رسول ہوں خواہ تم میری تکذیب ہی کرتے رہو، لکھو جی "محمد بن عبداللہ" زہری نے بیان کیا کہ یہ سب کچھ (نرمی اور رعایت) صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا نتیجہ تھا (جو پہلے بدیل رضی اللہ عنہ سے کہہ چکے تھے) کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم مقصود ہوگی تو میں ان کے مطالبے کو ضرور مان لوں گا' اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل سے فرمایا لیکن صلح کے لیے پہلی شرط یہ ہوگی کہ تم لوگ ہمیں بیت اللہ کے طواف کرنے کے لیے جانے دو گے۔ سہیل نے کہا قسم اللہ کی ہم (اس سال) ایسا نہیں ہونے دیں گے ورنہ عرب کہیں گے ہم مغلوب ہو گئے تھے (اس لیے ہم نے اجازت دے دی) آئندہ سال کے لیے اجازت ہے۔ چنانچہ یہ بھی لکھ لیا۔ پھر سہیل نے لکھا کہ یہ شرط بھی (لکھ لیجیئے) کہ ہماری طرف کا جو شخص بھی آپ کے یہاں جائے گا خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو آپ اسے ہمیں واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے (یہ شرط سن کر کہا) سبحان اللہ! (ایک شخص کو) مشرکوں کے حوالے کس طرح کیا جا سکتا ہے جو مسلمان ہو کر آیا ہو۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ پہنچے، وہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگے تھے اور اب خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا تھا۔ سہیل نے کہا اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے (صلح نامہ کے مطابق) میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اسے واپس کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے (صلح نامہ کی اس دفعہ کو) صلح نامہ میں لکھا بھی نہیں ہے (اس لیے جب صلح نامہ طے پا جائے گا اس کے بعد اس کا نفاذ ہونا چاہیئے) سہیل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم پھر میں کسی بنیاد پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مجھ پر اس ایک کو دے کر احسان کر دو۔ اس نے کہا کہ میں اس سلسلے میں احسان بھی نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہمیں احسان کر دینا چاہیئے لیکن اس نے یہی جواب دیا کہ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ البتہ مکرز نے کہا کہ چلئے ہم اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کرتے ہیں مگر (اس کی بات نہیں چلی) ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانوں! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا مجھے مشرکوں کے

ہاتھ میں دے دیا جائے گا؟ کیا میرے ساتھ جو اذیتیں پہنچائی گئیں تھیں ۔راوی نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں ! میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں ! میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں' اس کی حکم عدولی نہیں کرسکتا اور وہی میرا مددگار ہے ۔میں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے ۔عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا نہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قید کے ساتھ نہیں فرمایا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے ۔انہوں نے بیان کیا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابوبکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں ۔میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ! میں نے کہا کہ پھر اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں ۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب ! بلا شک وشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں' اور اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑلو' اللہ گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں ۔میں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہونچیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے ۔میں نے کہا کہ نہیں ۔پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے ۔زہری نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں میں نے اپنی عجلت پسندی کی مکافات کے لیے نیک اعمال کئے ۔پھر جب صلح نامہ سے آپ فارغ ہو چکے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ اب اٹھو اور (جن جانوروں کو ساتھ لائے ہو ان کی) قربانی کرلو اور سر بھی منڈ والو ۔انہوں نے بیان کیا کہ اللہ گواہ ہے صحابہ میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا اور تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ فرمایا ۔جب کوئی

نہ اٹھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے خیمہ میں گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کیا۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کرلیں اور اپنے حجام کو بلالیں جو آپ کے بال مونڈ دے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ کسی سے کچھ نہیں کہا اور سب کچھ کیا' اپنے جانور کی قربانی کرلی اور اپنے حجام کو بلوایا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈے۔جب صحابہ نے دیکھا تو وہ بھی ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے،ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رنج و غم میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مکہ سے) چند مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا (یا أیھا الذین آمنوا إذا جاء کم المؤمنات مھاجرات فامتحنوھن) اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو ان کا امتحان لے (بعصم الکوافر) تک۔اس دن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی جو اب تک مسلمان نہ ہوئی تھیں۔ان میں سے ایک نے تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے نکاح کرلیا تھا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو قریش کے ایک فرد ابو بصیر رضی اللہ عنہ (مکہ سے فرار ہوکر) حاضر ہوئے۔وہ مسلمان ہو چکے تھے۔قریش نے انہیں واپس لینے کے لیے دو آدمیوں کو بھیجا اور انہوں نے آکر کہا کہ ہمارے ساتھ آپ کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو واپس کردیا۔قریش کے دونوں افراد جب انہیں واپس لے کر لوٹے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو کھجور کھانے کے لیے اترے جو ان کے ساتھ تھی۔ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سے فرمایا قسم اللہ کی تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔دوسرے ساتھی نے تلوار نیام سے نکال دی۔اس شخص نے کہا ہاں اللہ کی قسم نہایت عمدہ تلوار ہے،میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ابو بصیر رضی اللہ عنہ اس پر بولے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اور اس طرح اپنے قبضہ میں کرلیا پھر اس شخص نے تلوار کے مالک کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔اس کا دوسرا ساتھی بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد میں دوڑتا ہوا۔داخل ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو فرمایا یہ شخص کچھ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے۔جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی مارا جاؤں گا (اگر آپ لوگوں نے ابو بصیر کو نہ روکا)

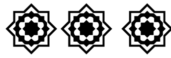
اتنے میں ابو بصیر بھی آ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی آپ مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تیری ماں کی خرابی) اگر اس کا کوئی ایک بھی مددگار ہوتا تو پھر لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے۔جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر کفار کے حوالے کر دیں گے اس لیے وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے۔راوی نے بیان کیا کہ اپنے گھر والوں (مکہ سے) چھوٹ کر ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور اب یہ حال تھا کہ قریش کا جو شخص بھی اسلام لاتا (بجائے مدینہ آنے کے) ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے یہاں (ساحل سمندر پر) چلا جاتا۔اس طرح سے ایک جماعت بن گئی اور اللہ گواہ ہے یہ لوگ قریش کے جس قافلے کے متعلق بھی سن لیتے کہ وہ شام جا رہا ہے تو اسے راستے ہی میں روک کر لوٹ لیتے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے۔اب قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اللہ اور رحم کا واسطہ دے کر درخواست بھیجی کہ آپ کسی کو بھیجیں (ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے یہاں کہ وہ قریش کی ایذا سے رک جائیں) اور اس کے بعد جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جائے گا (مکہ سے) اسے امن ہے۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہاں اپنا آدمی بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وهو الذی كف أيديهم عنكم وأيديكم عنهم ببطن مكة من بعد أن أظفركم عليهم) "اور وہ ذات پروردگار جس نے روک دیا تھا تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے (یعنی جنگ نہیں ہو سکی تھی) وادی مکہ میں (حدیبیہ میں) بعد میں اس کے کہ تم کو غالب کر دیا تھا ان پر یہاں تک کہ بات جاہلیت کے دور کی بے جا حمایت تک پہنچ گئی تھی)۔" ان کی حمیت (جاہلیت) یہ تھی کہ انہوں نے (معاہدے میں بھی) آپ کے لیے اللہ کے نبی ہونے کا اقرار نہیں کیا اسی طرح انہوں نے (بسم اللہ الرحمن الرحیم) نہیں لکھنے دیا اور آپ بیت اللہ جانے سے مانع بنے۔(صحیح بخاری:۲۷۳۱)۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۵ / ۳۴۱) میں کہا کہ ابو بصیر نے جو کچھ کیا اسے غدر اور خیانت نہیں کہیں گے، اسلئے کہ وہ اس معاہدے کے پابند نہیں تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان ہوا تھا، اسلئے کہ وہ اس

وقت مکہ میں قید تھے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس کر دینے کے بعد جب انہیں یہ خوف ہوا کہ دوبارہ مشرکین کے قبضے میں سے دیا جائے گا تو انھوں نے خود کو مشرکین کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچنے کیلئے اور اپنے دین کی تحفظ میں اپنا دفاع کیا اور اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی نکیر بھی ثابت نہیں ہے: جس سے پتہ چلا کہ آج بھی اگر کوئی ابو بصیر کی طرح کرتا ہے تو اس پر کوئی دیت یا حد نہیں ہوگا۔

دوسرے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کو واپس کرتے تھے جیسا مطالبہ مشرکین کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مشرکین کے مطالبے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو واپس کر دیا لیکن جب وہ دوبارہ آئے تو آپ نے مشرکین کے پاس واپس نہیں کیا۔

اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ واپس اسی کو کریں گے جو اس مسلم حاکم کے ملک میں آیا ہو جس سے معاہدہ ہوا ہو اور اس کے پہونچ میں ہو، چنانچہ کسی ایسے شخص کے واپس کرنے کی کوئی زمہ داری نہیں ہے جو پہونچ سے باہر ہو یا کہیں دوسرے خطے میں جا کر الگ تھلگ رہنے لگا ہو۔



(۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق غلو اور تفریط کے درمیان

تالیف:

شیخ احمد بن یحی النجمی

تعلیق:

ابو ہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [آل عمران:102]، {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا} [النساء: 1]، {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا} (الأحزاب:۷۱)۔

أما بعد فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار. اما بعد:

میں نے سنا کہ بعض کاتبین اور شعراء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہے، یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے الوہیت کے کچھ حقوق عطا کر دیئے جو کہ بالکل جائز نہیں ہے۔

اس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق پہچانیں، اور دونوں کے حقوق میں نہ غلو کریں اور نہ ہی کمی کریں۔

کچھ تو کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول! ہم آپ سے معذرت کرتے ہیں؛ ایسا لگتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہیں! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کے جملے وہی کہہ سکتا ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے، جب کہ اللہ تعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ہے:(قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں۔(الانعام:۵۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا[21] قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں[21] کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا۔(الجن:۲۲)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ".

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاریٰ نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔" (صحیح بخاری: ۳۴۴۵)۔

اللہ تعالی نے اپنے خاص حق اور اپنے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین مشترک حق کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ سورہ نور میں فرمایا: (وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ) ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ مُراد پانے والے ہیں۔ (النور: ۵۲)۔

یہاں پر اللہ تعالی نے اطاعت کو اپنے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین مشترک حق بتلایا ہے، جبکہ خشیت اور تقوی کو اپنے خاص حقوق میں شمار کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا جائز حقوق ہیں انہیں میں نے اپنی کتاب أوضح الاشارۃ فی الرد علی من أجاز الممنوع من الزیارۃ میں اختصار سے بیان کیا ہے، چنانچہ میں نے ص ۲۲۵ پر کہا کہ ان آیتوں سے واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں درج ذیل امور آئیں گے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی فرمانبرداری کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تابعداری کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر راضی ہونا۔ آپ کے فیصلے کے بعد کسی کو اختیار نہیں رہ جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کسی کے حکم کو مقدم نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی پر کسی کی نہی کو مقدم نہیں کر سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنا واجب ہے۔ اسی طرح آپ کی خبر کی تصدیق کرنا واجب ہے۔ اپنے اہل عیال اور مال و دولت سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے محبت کرنا واجب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر درود بھیجنا واجب ہے۔ یہ جان لیں کہ ہر طرح کی کامیابی اور نجات وبھلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع میں مضمر ہے۔اسی طرح ہر طرح کا خسارہ اور ہلاکت ناکامی آپ کی نافرمانی میں مقدر ہے۔ چنانچہ بندوں کی سعادت اتباع رسول اور تعظیم شریعت ہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنانے اور آپ کی سنت کی تعظیم کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے، اس کے طرف دعوت دینے اور اسکے لئے جہاد کرنے میں ہے، آپ کے دوستوں سے محبت کرنے اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں ہے، تنازعہ کے وقت آپ کے فیصلے کی طرف رجوع کرنے اور اسی پر راضی ہونے میں ہے، خواہشات نفس اور دیگر مذہبی وفکری وتقلیدی وقبائلی عادات ورواج سے دور رہنے میں ہے۔

حاشیہ:

میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے، بلکہ یہ ان اہم فرائض میں سے ہے جن کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، چنانچہ جب تک کوئی بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا آپ کی تعظیم اور توقیر نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہوسکتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا [8] لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا) ترجمہ: بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔[8] تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور دن کے شروع اور آخر میں اس کی تسبیح کرو۔(الفتح:۹)۔

تعظیم وتوقیر کو ایمان پر عطف کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ایمان کے شرائط میں سے ہے، اور اسے ایک دوسری جگہ مزید وضاحت سے اللہ نے فرمایا ہے:(قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو

میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔(آل عمران: ۳۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔(الحشر: ۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ) ترجمہ: اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو۔(الاحزاب: ۳۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ) ترجمہ: پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔(النساء: ۵۹)۔

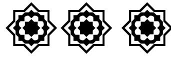
مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [1] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔[1] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔(الحجرات: ۲)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔(النور: ۵۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ

يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: سولازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔(النور:٦٣)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسۡتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡ وَاعۡلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيۡهِ تُحۡشَرُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یہ کہ حقیقت یہ ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(الانفال:٢٤)۔



٭علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

اسی کے ساتھ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بڑھا کر آپ کو الوہیت تک پہونچا دیا جائے اور اللہ کے حقوق اور صفات میں سے کچھ بھی آپ کو دے دیا جائے تو یہ منکر، گناہ عظیم اور شرک اکبر ہوگا، ایک صوفی سرغنہ بوصیری کہتا ہے:

يا أكرمَ الخلْقِ مالي مَن ألوذُ به

سواك عند حدوثِ الحادثِ العَمم

إن لم تكن آخذاً يوم المعاد يدي

عفواً وإلا فقل يا زلة القدم

ترجمہ: اے مکرم ترین مخلوق، میرے لئے حوادثات زمانہ سے بچاؤ کیلئے تیرے سوا کوئی نہیں پناہ گاہ نہیں۔ اگر آپ نے روزِ قیامت فضل وکرم کرتے ہوئے میری دستگیری نہ کی تو میں یہی کہوں گا: ہائے میرے قدموں کی لغزش۔

اسی طرح عبدالرحیم برعی کہتا ہے:

يا رسول الله يا ذا الفضل يا

بهجة المحشر جاهاً ومقاما

عد على عبد الرحيم الملتجي

بحمى عزك يا غوث اليتامى

وأقلني عثرتي يا سيدي

في اكتساب الذنب في خمسين عاماً

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! اے صاحب فضل! اے جاہ ومقام کے اعتبار سے محشر کی رونق! اے یتیموں کے مددگار آپ کی جناب میں عبدالرحیم پناہ لینے آیا ہے ذرا اسکی طرف نظر کرم کیجئے! میرے آقا! میرے زندگی کے پچاس سالوں میں میں نے جو غلطیاں کی ہیں انہیں ڈرگرز کیجئے!

عبدالرحیم مزید کہتا ہے:

یا سیدی یا رسول اللہ یا أملی

یا موئلی یا ملاذی یوم یلقانی

هبنی بجاهك ما قدمت من زلل

جودا ورجح بفضل منك میزانی

واسمع دعائی واکشف ما یساورنی

من الخطوب ونفس کل أحزانی

فأنت أقرب من ترجی عواطفه

عندی وإن بعدت داری وأوطانی

إنی دعوتك من نیابتی برع

وأنت أسمع من یدعوه ذو شان

فامنع جنابی وأکرمنی وصل نسبی برحمة وکرامات وغفران

ترجمہ: میرے آقا یا رسول اللہ! میرے آرزو اور بروز قیامت میرے ملجا وماوی! اپنے جاہ ومقام سے میری خطاؤں پر اپنے جود وسخا کی بارش کردیں اور اپنے فضل سے میرے میزان حسنات کو بھاری کردیں۔

میری پکار سن لیں اور میری مصیبتوں کو ختم کر دیں اور میرے تمام غموں کو ٹال دے۔

آپ میرے دل و جذبات سے بہت ہی قریب ہیں گرچہ وطن اور گھر کے اعتبار سے دور ہیں۔

میں نے مقام برع سے لوگوں کی نیابت میں آپ کو پکارا ہے اور آپ کی شان کیا ہی بڑی ہے کہ ہر ایک کی پکار سنتے ہیں۔

مجھ پر کرم کیجئے اور اپنی طرف سے رحمت، کرامت اور بخشش کی چادر میرے اوپر ڈال دیجئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس ذلیل شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام اوصاف سے متصف کر دیا ہے جو صرف اللہ کیلئے خاص ہیں جیسے کہ دعاؤں کا سننا، گناہ معاف کرنا، مصیبت دور کرنا، رحمت نازل کرنا، چنانچہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے کہ عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے۔ یقیناً یہ جہالت ہے جو قرآن و حدیث سے دوری کا نتیجہ ہے اور اس توحید کی دعوت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے جسے دیکر رسولوں کو مبعوث کیا گیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نفع و نقصان پہونچا سکتے تو سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو نفع پہونچاتے، جب کہ صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ، فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ، فَقَالَ: "اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: زیارت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے ان کو رلایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی اپنی ماں کی بخشش مانگنے کی

تو مجھے اجازت نہ ملی، پھر میں نے قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت مل گئی پس تم بھی قبر کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت یاد کراتی ہے۔(صحیح مسلم:۹۷۶)۔

اسی طرح اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اللہ کے حکم کے کسی کو نجات دلا سکتے تو اپنی ماں کو نجات دلاتے، جبکہ ایک بار جب ایک شخص پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں تو کہا کہ دوزخ میں۔

و باللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحیی النجمی

۱۸/۱/۱۴۲۷ھ

حاشیہ:

شیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ نے فتح المجید ص ۲۶۹ کے اندر بوصیری کے قصیدے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح سخت ترین حالات میں غیر اللہ کو پکارا گیا ہے یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی سخت مخالفت اور اللہ کے ساتھ دشمنی اور کھلی جنگ ہے۔ یقیناً شیطان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے قالب میں ان لوگوں کے دلوں میں شرک عظیم کو بٹھا دیا ہے۔ چنانچہ یہ مشرکین تعظیم و محبت میں غلو کرتے ہوئے شرک اکبر کا ارتکاب کر بیٹھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احکام کی قطعاً پرواہ نہیں کی، اور اس طرح اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی میں آگے نکل گئے۔

عبدالرحیم برعی کا پورا نام عبدالرحیم بن احمد بن علی البرعی الیمانی ہے، یہ ایک صوفی شاعر تھا، یمن کا رہنے والا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ستائش میں اسکا ایک شعری دیوان ہے، ۸۰۳ھ میں اسکی وفات ہوئی ہے۔

الاعلام للزرکلی: ۴/ ۱۱۸

اور جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی عاقبت کا تعلق ہے تو اس بارے میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے جسکی طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ: أَبُوكَ فِي النَّارِ فَلَمَّا قَفَّى، قَالَ: إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ".

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے والد کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے والد جہنم میں ہیں" جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے والد اور تیرے والد دونوں جہنم میں ہیں" (سنن ابی داود: ۴۷۱۸)۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس سے صاف ظاہر ہے اہل فترہ (عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے لوگ) اگر مشرک ہیں تو جہنمی ہیں، کیونکہ ان کو دعوت ابراہیمی پہنچی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں یہ حدیث نص صریح ہے، علامہ سیوطی وغیرہ نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ فرمایا، یا وہ ایمان لائے اور پھر مر گئے، تو یہ محض موضوع من گھڑت روایات پر مبنی ہے، ائمہ حدیث مثلا دارقطنی، جوزقانی، ابن شاہین، ابن عساکر، ابن ناصر، ابن الجوزی، سہیلی، قرطبی، محب الطبری، ابن سید الناس، ابراہیم الحلبی وغیرہم نے ان احادیث کو مکذوب مفتری اور موضوع قرار دیا ہے، علامہ ابراہیم حلبی نے اس بارے میں مستقل کتاب لکھی ہے، اسی طرح ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور ایک مستقل کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی بات غلط محض ہے، علی کل حال اس مسئلہ میں زیادہ نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیئے۔



(۹)

ڈنمارک میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاکہ اور اسکی بے حرمتی!

تالیف:

شیخ احمد بن یحی النجمی

تعلیق:

ابو ہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

سوال: ڈنمارک میں مقیم ہماری کچھ بھائیوں نے ڈنمارک اور یورپ کے دیگر ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کیلئے نصیحت چاہ رہے ہیں ان لوگوں کے ساتھ تعامل کرنے کے بارے میں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاکہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ غلط بنا کر پیش کی اور یہ الزام لگایا کہ آپ دہشت گردی کے مصدر ہیں، علیھم من اللہ ما یستحقون؟

جواب: **الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين، وبعد:**

مسلمانوں میں سے جو بھی شریعت محمدیہ سے کچھ واقف ہے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام اور رفعت شان کا علم ضرور ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات پر قرآن کریم کا نزول ہوا، اور اس کتاب کو سابقہ تمام کتابوں پر دلیل اور ناسخ بنا دیا گیا(۱)، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ذریعے سابقہ تمام رسالتوں کو منسوخ کر دیا گیا(۲)، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمتیں عطا کی گئیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔(۳)

چنانچہ مقام محمود(۴) یعنی شفاعت عظمیٰ(۵) کے حقدار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو محشر میں لوگوں کے فیصلے کیلئے سفارش کریں گے، یہ وہ مقام ہوگا جب سارے انبیاء اور اولو العزم رسول(۶) ایک ایک کرکے معذرت کرلیں گے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور اللہ سے سفارش کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو میدان محشر میں حوض کوثر(۷) دیا جائے گا جہاں پر آپ کی امت آپ سے ملاقات کرے گی، اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے،

ان کے علاوہ بھی بہت سے خصائص ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے درگزر کرتا ہوں۔

اللہ تعالی نے بندوں کو منع کیا ہے اس بات سے کہ کوئی آپ سے آگے بڑھے یا آپ کے سامنے آواز بلند کرے، اور یہ خبر دی ہے کہ یہ اعمال کے ضائع ہونے کا موجب ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ[1] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقینا اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ [1] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ (الحجرات: ۲)۔

اسلئے ہر مسلمان پر واجب ہیکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرے اور کما حقہ آپ کی توقیر کرے، اسلئے کہ کوئی بھی بندہ اس وقت تک نہ مومن ہوسکتا ہے اور نہ ہی جنت میں جا سکتا ہے جب تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لے آئے۔ ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا[45] وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا[46] وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا[47] وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا) ترجمہ: اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا

ہے۔[45] اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔[46] اور ایمان والوں کو خوش خبری دے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔[47] اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مان اور ان کی ایذا رسانی کی پروانہ کر اور اللہ پر بھروسا کر اور وکیل کی حیثیت سے اللہ کافی ہے۔(الاحزاب:۴۸)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع ہی کی وجہ سے جنت میں جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔(آل عمران:۳۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا[69] ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا) ترجمہ: اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔[69] یہی اللہ کی طرف سے خاص فضل ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔(النساء:۷۰)۔

حاشیہ:

(۱) جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ) ترجمہ: اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ (المائدہ: ۴۸)۔

(۲) اس سے آپ دراصل ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہو گا۔ (مسند احمد: ۵ / ۲۵۱)۔

(۳) اس سے دراصل یہ حدیث مراد ہے:

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً".

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاکی کے لائق بنائی گئی۔ پس میری امت کا جو انسان نماز کے وقت کو (جہاں بھی) پالے اسے وہاں ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔ اور میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۳۵)۔

(۴) اللہ نے آپ سے اسکا وعدہ کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا) ترجمہ: قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔ (الاسراء: ۷۹)۔

(۵) اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے کہ موسم محمود ہی شفاعت عظمی ہے جیسا کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ اور اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث بھی ہوتی ہے:

عن عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

وَقَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ، ثُمَّ بِمُوسَى، ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ". فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ، فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللَّهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا بھی گوشت نہ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو جائے گا کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا۔لوگ اسی حال میں اپنی مخلصی کے لیے آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے۔اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ کیا جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھیں گے اور جنت کے دروازے کا حلقہ تھام لیں گے۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ آپ کو "مقام محمود" عطا فرمائے گا۔جس کی تمام اہل محشر تعریف کریں گے۔(صحیح بخاری:۱۴۷۵)۔

(۶)ارشاد باری تعالیٰ ہے:(فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ) ترجمہ: پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا۔(الاحقاف:۳۵)۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اولوالعزم رسولوں کی تعداد کے تعلق سے اختلاف ہے، جن میں مشہور قول یہی ہے کہ ان رسولوں کے نام یہ ہیں: نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، اور خاتم الانبیاء اللھم صلی علیہم اجمعین۔

انبیاء علیہ السلام کے بیان میں ان کے نام خصوصیت سے سورۃ الاحزاب اور سورۃ شوریٰ میں مذکور ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اولوالعزم رسول سے مراد سب پیغمبر علیہ السلام ہوں تو "من الرسل" کا "من" بیان جنس کے لیے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(۷) حوض کوثر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:(إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ) ترجمہ: بلا شبہ ہم نے تجھے کوثر

عطا کی۔(الکوثر:۱)۔

حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ، وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا".

ترجمہ: سیدنا عقبہ بن عامر نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ دیکھو میں تم سے پہلے جا کر تمہارے لیے میر ساماں بنوں گا اور میں تم پر گواہ رہوں گا۔ اور قسم اللہ کی میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں یا (یہ فرمایا کہ) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں اور قسم اللہ کی مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ اس کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے (نتیجہ یہ کہ آخرت سے غافل ہو جاؤ گے)۔ (صحیح بخاری: ۱۳۴۴)۔



***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

اور جہاں تک بلاد کفر میں رہنے والے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کی بات ہے تو ان پر واجب ہے کہ اس طرح کے ظالم کفار کے اس گھناؤنے عمل پر شرعی طریقوں سے نکیر کریں چنانچہ اس ملک اور اس کمپنی کے خلاف جس نے خاکہ نشر کیا ہے اپنے احتجاجی خطوط درج کرائیں، اسی طرح اس ملک کے صدر کے نام بھی بڑی تعداد میں احتجاجی خطوط بھیجیں اور اس ظالمانہ عمل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کریں۔

اسی طرح تمام مسلم ملکوں پر بھی واجب ہے کہ وہ بھی تفصیلی طور پر از ملک کے خلاف احتجاج کریں اور یہ واضح کریں کہ اسلام اس طرح کے غالی اور ارہابی فکر سے بری ہے، اور ساتھ ہی اس ملک کے صدر کے نام احتجاجی خطوط بھیجیں اور اس ملک سے اپنے سفراء کو واپس بلالیں اور اپنے اپنے ملک سے اس ملک کے سفیر کو بھگا دیں۔

اور جہاں تک یورپین ممالک میں اقلیتی مسلمانوں کا تعلق ہے تو وہ صرف احتجاجی خطوط لکھنے پر اکتفا کریں، اس حادثے پر نکیر کریں اور صبر و احتساب سے کام لیں تاکہ اعدائے اسلام کو مزید اسلام کے خلاف ہتھیار نہ ملے۔

اللہ تعالی معلم انسانیت رسول پاک سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: (وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [68] وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرَى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ) ترجمہ: اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں

تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔ [68] اور ان لوگوں کے ذمے جو بچتے ہیں، ان کے حساب میں سے کوئی چیز نہیں اور لیکن یاد دہانی ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔ (الانعام: ٦٩)۔

شیخ عبد الرحمن بن ناصر سعدی اپنی تفسیر (٢ / ١٩٨) کے اندر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر مکلف بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں پر ایمان لائے، انکی تعظیم کرے۔ ان کا استہزاء نہ اڑائے اور نہ ہی مذاق کرے اور نہ ہی انہیں حقیر سمجھے، اسی میں کفار و منافقین سے مقابلہ کرنا بھی شامل ہے، اور ان کے باطل کے خلاف احتجاج کرنا بھی شامل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو انکی ان مجلسوں میں جائے گا جہاں پر اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس پر یہ واجب ہو جائے گا کہ وہ ان پر نکیر کرے اگر وہ اسکی طاعت رکھتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اگر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں تو اس پر بھی شرعی طریقوں سے نکیر کرنا واجب ہے، اور اسکے لئے اس بدبختانہ عمل پر اپنے غصے کا اظہار کرنا کافی ہے۔

اور یہ بھی معلوم رہے کہ اس طرح کی بدبختانہ عمل دراصل خوارج عصر کے بعض دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے ہوتا ہے وہ خوارج جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے، جو کم عمر ہوں گے، کم عقل ہوں گے، قرآن کی تلاوت کریں گے مگر وہ انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے ہی نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتی ہے، اگر میں انہیں پا جاؤں تو قوم عاد کی طرح مار کر تباہ کر دوں۔ خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جو انہیں قتل کریں گے یا جنہیں یہ شہید کریں گے۔

اور مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دوزخی کتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اقوال وفرامین انہیں دہشت گرد خوارج کے بارے میں ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے اور ان سے سختی سے نفرت دلائی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہی دہشت گردی کے مصدر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسی ابدی اور آخری رسالت پیش کی ہے جس کے اندر حق، عدل وانصاف، امن وامان، ایمان و اطمینان، اور راحت ہی راحت ہے، تا کہ بندے مکمل اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کریں۔ اب جو یہ گمان کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دہشت گردی کا منبع اور مصدر ہیں تو وہ بہت بڑا ظالم ستم گر اور انتہا درجے کا نرا جاہل ہے۔

اسلئے ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ کا تقوی اختیار کریں اور ایسا کام نہ کریں جس سے اسلام کی شبیہ خراب ہو، یہی اللہ اور اسکے رسول کا حکم ہے، جو اسکے خلاف کام کرے گا وہ اسلام کے لئے برا ثابت ہوگا اور دشمنوں کو بھی اسکی وجہ سے اسلام کے خلاف زبان کھولنے کا موقع ملے گا، اور یہ شریعت سے جہالت کے نتیجے میں ہوتا ہے، کروڑوں دروس وسلام نازل ہوں آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی ہدایت اور رحمت انسانیت ہیں، وباللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ

احمد بن یحی النجمی

١٢/١/١٤٢٧ھ

حاشیہ:

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا تعلق ہے تو انکے لئے اللہ ہی کافی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ) ترجمہ: بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔(الحجر: ۹۵)۔

اور ایسے ہی گستاخان کے بارے میں ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:" كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَأَسْلَمَ وَقَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ، يَقُولُ: مَا يَدْرِي مُحَمَّدٌ إِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ فَدَفَنُوهُ فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ، فَقَالُوا: هَذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا فَأَلْقَوْهُ فَحَفَرُوا لَهُ فَأَعْمَقُوا فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ، فَقَالُوا: هَذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَأَلْقَوْهُ فَحَفَرُوا لَهُ وَأَعْمَقُوا لَهُ فِي الْأَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوا فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ فَعَلِمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَأَلْقَوْهُ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص پہلے عیسائی تھا۔ پھر وہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے سورۃ البقرہ اور آل عمران پڑھ لی تھی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشی بن گیا لیکن پھر وہ شخص مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اور کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے جو کچھ میں نے لکھ دیا ہے اس کے سوا انہیں اور کچھ بھی معلوم نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی موت واقع ہو گئی اور اس کے آدمیوں نے اسے دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی لاش قبر سے نکل کر زمین کے اوپر پڑی ہے۔ عیسائی لوگوں نے کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں کا کام ہے۔ چونکہ ان کا دین اس نے چھوڑ دیا تھا اس لیے انہوں نے اس کی قبر کھودی ہے اور لاش کو باہر نکال کر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ دوسری قبر انہوں نے کھودی جو بہت زیادہ گہری تھی۔ لیکن جب صبح ہوئی تو پھر لاش باہر تھی۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے یہی کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے چونکہ ان کا دین اس نے چھوڑ دیا تھا اس لیے اس کی قبر کھود کر انہوں نے لاش باہر پھینک دی

ہے۔ پھر انہوں نے قبر کھودی اور جتنی گہری ان کے بس میں تھی کر کے اسے اس کے اندر ڈال دیا لیکن صبح ہوئی تو پھر لاش باہر تھی۔ اب انہیں یقین آیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے (بلکہ یہ میت اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہے) چنانچہ انہوں نے اسے یونہی (زمین پر) ڈال دیا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۱۷)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول (۱/ ۷۳) کے اندر کہا کہ اس ملعون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا پردازی کی تو اللہ تعالی نے اسے ایسے ذلیل کیا کہ وہ دوسروں کیلئے درس عبرت بن گیا اور ہر کسی کو پتہ ہوگیا کہ یہ عذاب الہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان تراشی اور افترا پردازی کی وجہ سے ربانی انتقام ہے۔

اس گستاخانہ خاکے خلاف ویسے تو تمام مسلمانوں نے اپنے غم وغصے کا اظہار کیا اور بہت سے لوگوں نے اسکے خلاف بہت کچھ لکھا بھی، انہیں میں ہم اسے شیخ علامہ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ بھی ہیں جنہوں نے الانتصار للرسول المختار کے عنوان سے ایک احتجاجی مقالہ لکھا جسے بہت سارے اخبارات نے شائع کیا تھا، جس میں آپ نے لکھا کہ اس وقت بہت سارے اخبار ورسائل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے کے بارے میں لکھا گیا جسے سن کر دل خون کے آنسو رو رہا ہے، جن کے اندر اعدائے اسلام نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن وتشنیع اور افترا پردازی کی ہے یقینا یہ نصرانی حاسد وحاقد قسم کے لوگ ہیں جنہیں آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جلن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پوری دنیا کے لئے رحمت اور عدل وانصاف کا پیکر بن کر آئی تھی۔

یورپ اور امریکہ میں رہنے والے مجرموں سے کہوں گا کہ تم اپنی انسانیت سوز مظالم اور دہشت گردانہ کارروائیوں کو ہم مسلمانوں پر اور ہمارے نبی اکرم پر ڈالنا چاہتے ہو، کیا ہم مسلمانوں نے ایٹم بموں سے کبھی کسی ملک پر حملہ کرکے لاکھوں انسانوں کو تباہ کیا ہے؟! تمام بداخلاقیاں تمہارے اندر موجود ہیں اور تمہاری تہذیب ہی بداخلاقی کی پہچان ہے کیونکہ تمہارے رگ وریشے میں بداخلاقی سرایت کی ہوئی ہے، کیونکہ تم شراب اور سور کے رسیا ہو، اسی لئے دیوثیت بھی تمہارے اندر موجود ہے، تمام شیطانی کام تم لوگ کرتے ہو، انسانیت سوز مظالم تم ڈھاتے ہو، ہر طرح کی دہشت گردی اسٹیٹ لیول پر تم مچاتے ہو، اور انکا الزام ہم پر اور ہمارے پیغمبر پر لگاتے ہو، تمہیں کچھ تو شرم آنی چاہئے۔

پہلی عالمی جنگ میں کروڑوں انسانوں کی جان تم نے برباد کی، اربوں کی املاک ضائع کی، دوسری عالمی جنگ میں صرف دو کروڑ فوجی مارے گئے، اس سے زیادہ معصوم شہری مارے گئے، پانچ سالوں تک یہ وحشیانہ کھیل تم نے کھیلا ہے، عراق اور افغانستان میں جنگی جرائم تم نے کئے ہیں، بوسنیا میں لاکھوں مسلمانوں کا قتل تم نے کیا ہے، تم اپنے ظلم و بربریت کو، اپنی وحشیانہ اور مجرمانہ کارستانیوں کو اور اپنی بداخلاق تہذیب نظریں پھیر کر چلے ہو اسلام جیسے عدل و انصاف اور رحمت کے پیکر پر افترا پردازی کرنے!! ارشاد باری تعالی ہے: (أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا) ترجمہ: یا تو گمان کرتا ہے کہ ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔ (الفرقان: ۴۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ) ترجمہ: اور عنقریب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، جان لیں گے کہ وہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔ (الشعراء: ۲۲۷)۔

کتبہ/ ربیع بن ھادی مدخلی

۲۸/ ۱۲/ ۱۴۲۶ھ

(۱۰)

اعدائے اسلام کے پروڈکٹ کے بائیکاٹ کرنے کا حکم

تالیف:

شیخ احمد بن یحی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

* اعدائے اسلام کے پروڈکٹ کے بائیکاٹ کرنے کا حکم

*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

الحمدلله ،والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ ،و علی آله و صحبه ۔

وبعد: صوبہ صامطہ کے ایم نسواں مدرسے سے سوال آیا ہے، سائلہ شیخ عبداللہ بن جبرین کے اس فتوے سے متعلق سوال کر رہی ہے جس میں انہوں نے امریکی اور اسرائیلی پروڈکٹس کے بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا ہے، سائلہ کہتی ہے: فضیلۃ الشیخ احمد بن یحیی النجمی حفظہ! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، وبعد: شیخ عبد اللہ بن جبرین نے امریکی اور اسرائیلی پروڈکٹس کے بائیکاٹ کرنے کو واجب کہا ہے، آپ اس فتوے پر اپنی رائے دیں، مجھے پڑھ کر بڑا تعجب ہوا کیونکہ مارکٹ میں زیادہ تر اشیاء امریکی ہی ہیں، اب ہم کیا کریں، ہمارا اللہ جانتا ہے کہ امریکی اشیاء خرید کر مسلمانوں کے خلاف انکی مدد کرنے کی نیت نہیں رکھتے جیسا کہ یہ ظاہر کرتے ہیں، اس طرح اس فتوی پر عمل کرنا ہم لوگوں کیلئے بہت مشکل ہے، کیا اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم کفار کے ساتھ دنیاوی معاملات میں جائز امور میں لین دین کر سکتے ہیں، اس فتوے پر آپ تفصیلی رائے پیش کریں، کیونکہ یہ فتوی لوگوں کے درمیان بہت مشہور کیا جا رہا ہے، اور ہر ایک یہی سوال کر رہا ہے؟

جواب:

ہر مسلمان پر اسی کی اتباع واجب ہے جو شریعت کے اندر وارد ہوا ہے خواہ اسکا تعلق حلال اور حرام سے ہو یا جائز اور منع سے ہو، ہمیں بے بصیرت بھڑکائے گئے جذبات سے بچنا چاہیے، یہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اس وقت آپ کا زرہ ایک یہودی کے پاس رہن میں رکھا ہوا تھا، جیسا کہ صحیحین میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: " تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ".

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔

اور یہ بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے نصف آمدنی پر معاملہ طے کیا تھا کہ وہ کھیتی کریں گے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَّهُ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا، عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ، وَلِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے درختوں کو اور زمین کو یہودیوں کے حوالے کر دیا کہ اس کی خدمت کریں اپنے مال سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھا میوہ دیں۔

یہ بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیلئے نکلتے تھے جہاں کپڑے اور دیگر اشیاء مال غنیمت کے طور حاصل کرتے تھے، اور انہیں بغیر دھلے پہن لیتے تھے، اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے ایک یہودی کے پاس اجرت پر کام کیا اور چند کھجوروں حاصل کیں، جیسا کہ سنن ترمذی کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَقُولُ: " خَرَجْتُ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَابًا مَعْطُوبًا فَحَوَّلْتُ وَسَطَهُ فَأَدْخَلْتُهُ عُنُقِي وَشَدَدْتُ وَسَطِي، فَحَزَمْتُهُ بِخُوصِ النَّخْلِ وَإِنِّي لَشَدِيدُ الْجُوعِ وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ لَطَعِمْتُ مِنْهُ، فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئًا، فَمَرَرْتُ بِيَهُودِيٍّ فِي مَالٍ لَهُ وَهُوَ يَسْقِي بِبَكَرَةٍ لَهُ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثُلْمَةٍ فِي الْحَائِطِ، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا أَعْرَابِيُّ، هَلْ لَكَ فِي كُلِّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَافْتَحْ الْبَابَ حَتَّى أَدْخُلَ، فَفَتَحَ فَدَخَلْتُ فَأَعْطَانِي دَلْوَهُ، فَكُلَّمَا نَزَعْتُ دَلْوًا أَعْطَانِي تَمْرَةً حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ كَفِّي أَرْسَلْتُ دَلْوَهُ، وَقُلْتُ: حَسْبِي، فَأَكَلْتُهَا ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ فَشَرِبْتُ، ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ".

ترجمہ: سیدنا علی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ ایک ٹھنڈے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے میں نکلا اور ساتھ میں ایک بدبودار چمڑا لے لیا جس کے بال جھڑے ہوئے تھے، پھر بیچ سے میں نے اسے کاٹ کر اپنی گردن میں ڈال لیا اور اپنی کمر کو کھجور کی شاخ سے باندھ دیا، مجھے بہت سخت بھوک لگی ہوئی تھی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ کھانا ہوتا تو میں اس میں سے ضرور کھالیتا، چنانچہ میں کچھ کھانے کی تلاش میں نکلا، راستے میں ایک یہودی کے پاس سے گزرا جو اپنے باغ میں چرخی سے پانی دے رہا تھا، اس کو میں نے دیوار کی ایک سوراخ سے جھانکا تو اس نے کہا: اعرابی! کیا بات ہے؟ کیا تو ایک کھجور پر ایک ڈول پانی کھینچے گا؟ میں نے کہا: ہاں، اور اپنا دروازہ کھول دو تاکہ میں اندر آجاؤں، اس نے دروازہ کھول دیا اور میں داخل ہوگیا، اس نے مجھے اپنا ڈول دیا، پھر جب بھی میں ایک ڈول پانی نکالتا تو وہ ایک کھجور مجھے دیتا یہاں تک کہ جب میری مٹھی بھر گئی تو میں نے اس کا ڈول چھوڑ دیا اور کہا کہ اتنا میرے لیے کافی ہے، چنانچہ میں نے اسے کھایا اور دو تین گھونٹ پانی پیا، پھر میں مسجد میں آیا اور وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود پایا۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر عبداللہ بن اریقط کو اجرت پر راستہ بتلانے کیلئے رکھا تھا جبکہ وہ اس وقت مشرک تھے جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: " وَاسْتَأْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيلِ هَادِيًا خِرِّيتًا وَهُوَ عَلَى دِينِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ".

ترجمہ: ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل کے ایک ماہر راہبر سے مزدوری طے کرلی تھی۔ وہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا۔ ان دونوں حضرات نے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کردی تھیں اور کہہ دیا تھا کہ تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواروں کے ساتھ غار ثور پر آجائے۔

اسی طرح صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے ساتھ ملکر تجارت کی تھی اور اس پیسے کو اپنے ولیمے میں خرچ کیا تھا:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، أَنَّهُ قَالَ: " أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: وَأَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيعَهُ، وَمَعِي صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ عَلَى وَلِيمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ، فَقَالَتْ: أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ، فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ، فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ: وَمِنَ السَّنَامِ، قَالَ: قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَنَظَرْتُ إِلَى

مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ، وَقَالَ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِآبَائِي؟ فَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ، وَذَلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ".

ترجمہ: ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے ابن شہاب نے خبر دی، انہیں زید العابدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے، ان سے ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان اونٹنی غنیمت میں ملی تھی اور ایک دوسری اونٹنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر میں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا کہ ان کی پیٹھ پر اذخر (عرب کی ایک خوشبودار گھاس جسے سنار وغیرہ استعمال کرتے تھے) رکھ کر بیچنے لے جاؤں گا۔ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح (خیال یہ تھا کہ) اس کی آمدنی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا (جن سے میں نکاح کرنے والا تھا ان) کا ولیمہ کروں گا۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسی (انصاری کے) گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے جب یہ مصرعہ پڑھا: "ہاں: اے حمزہ! اٹھو، فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف" (بڑھ) حمزہ رضی اللہ عنہ جوش میں تلوار لے کر اٹھے اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان چیر دیئے۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کی کلیجی نکال لی (ابن جریج نے بیان کیا کہ) میں نے ابن شہاب سے پوچھا، کیا کوہان کا گوشت بھی کاٹ لیا تھا۔ تو انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہان کاٹ لیے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی

موجود تھے۔میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ تشریف لائے۔زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی ظاہر فرمائی تو حمزہ نے نظر اٹھا کر کہا "تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں لوٹ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا قصہ ہے۔

صحیحین میں وارد ہوا ہے کہ شام کے نبطی عیسائی مدینہ آتے تو صحابہ ان سے گیہوں اور جو کے اندر بیع سلف کیا کرتے تھے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکی مدت متعین کرلو، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ أَسْلَفَ فَلَا يُسْلِفْ إِلَّا فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ "،

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ سلف کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو کوئی سلف کرے وہ معین ماپ میں کرے معین تول میں۔"

خلاصہ یہ ہے:

پہلی بات:

کفار کے ساتھ دنیاوی معاملات کے جواز پر بہت سی دلیلیں موجود ہیں،خواہ وہ یہود و نصاری ہوں یا مشرکین، اور ایک بھی ایسی دلیل وارد نہیں ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا ہو کہ کفار کے ساتھ دنیاوی معاملات رکھنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ حربی کافر ہو۔

دوسری بات:

بائیکاٹ کرنے یا نہ کرنے کا تعلق حکومت سے ہے، اور یہ اسی کی ذمہ داری ہے، کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی ملک کے خلاف بائیکاٹ کا اعلان کرے۔

تیسری بات:

حکومت پر واجب ہے کہ وہ کسی ملک کے پروڈکٹ کے بائیکاٹ کا اعلان کرتے وقت اسکا اچھی طرح دراسہ کرلے کہ کیا اس سے ملکی معیشت اور قوم کو نقصان تو نہیں پہونچے گا، چنانچہ قومی مصالح اور مفاسد کا خیال کر کے بائیکاٹ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ لے۔

چوتھی بات:

امریکی پروڈکٹ کے بائیکاٹ کرنے کے وجوب کا فتوی عبداللہ بن جبرین نے دیا ہے جو کہ حکومتی عمل پر دست درازی ہے، ان پر واجب تھا کہ وہ اپنی طرف سے ایسا فتوی نہ دیتے۔

پانچویں بات:

اگر صرف یہ کہتے کہ اسرائیلی اشیاء کا بائیکاٹ واجب ہے تو یہ مقبول تھا کہ یہی واحد ملک ہے جو حالت جنگ میں ہے، اور مجھے جہاں تک معلوم ہے وہ یہ کہ سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک نے زمانے سے اس سے تعلقات ختم کرر کھے ہیں، اور اب بھی وہی حالت ہے۔

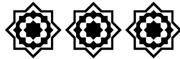
خلاصہ یہ ہے کہ ابن جبرین کے فتوے نے دو جہت سے شریعت کی مخالفت کی ہے:

پہلی جہت: اس نے غیر محارب کافر ملک کے ساتھ معاملات رکھنے کو حرام بتلایا، اور یہ شرعی تعلیمات سے خروج اور ان چیزوں کو حرام کرنا ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے جائز کیا ہے، اور اس میں ضمنی طور پر اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کر کے مسلمانوں کو تنگی اور دقت میں ڈالنا ہے۔

دوسری جہت: اس سے حکومت کے حق کو چھیننا اور قانون کو ہاتھ میں لینا لازم آتا ہے، اس لئے

میں اس فتوی پر سخت نکیر کرتا ہوں اور اس پر نا قابل عمل قرار دیتا ہوں، اور دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہم میں جو بھٹکے ہوئے ہیں انہیں ہدایت دے اور جو جاہل ہیں انہیں صاحب علم بنا، اور ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھ، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ۔

کتبہ
احمد بن یحی النجمی
۱۹/۱۰/۱۴۲۱ھ



(۱۱)

گناہوں کے مرتکب کی پردہ پوشی کب مشروع ہے؟

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابوہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

ایک اسپتال کے کسی ذمیدار کی طرف سے میرے پاس ایک سوال آیا ہے کہ ہمارے یہاں کبھی کبھی زنا کی وجہ سے حمل قرار پانے کے کیس آتے ہیں، لیکن زمیداران اسپتال اس بات میں متردد رہتے ہیں کہ اس گناہ کو چھپا دیا جائے یا حکومت تک اس کی شکایت پہونچائی جائے تاکہ اسکے اوپر قانونی کارروائی ہو؟

جواب:

۱- پہلی بات یہ کہ پردہ پوشی اسی وقت جائز ہے جب اس گناہ کے ارتکاب کے وقت کوئی دیکھے، تو نصیحت کرے اور اس عظیم گناہ سے ڈرائے اور پردہ پوشی کردے، اور اگر ممکن ہو تو اسکے سرپرستوں تک عمومی پیمانے پر شکایت کردے تاکہ وہ بھی اپنے گھر والوں پر نظر رکھے۔

۲- دوسرے یہ کہ ناجائز حمل پر پردہ پوشی کرنا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں فسادیوں اور زناکاروں کو مزید گناہ پر ابھارنا لازم آتا ہے اور یہ کہ وہ خود کو قانون سے بے خوف نظر آنے لگیں گے۔

مزید یہ کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ جس نے کسی گنہگار کو پناہ دیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (صحیح مسلم)۔ اس سے بڑا گناہ اور جرم کیا ہوگا کہ مسلمانوں کے درمیان فواحش عام کیا جائے؟!

۳- تیسرے یہ کہ زنا سے قرار پانے والے حمل کی پردہ پوشی کرنا اللہ کے ان حدود کو ضائع کرنا لازم آتا ہے جنہیں اسی لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ معاشرہ اس طرح کے فواحش سے پاک رہے اور اس طرح کے مجرمین کو سبق ملے اور دوسروں کو درس عبرت، ارشاد باری تعالی ہے: (الزَّانِيَةُ

وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) ترجمہ: جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمھیں ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور لازم ہے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔ (النور:۲)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ سَنَةٍ) ترجمہ: کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو تو سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہے۔ (ابن ماجہ:۲۵۵۰)۔

۴- چوتھے یہ کہ انہیں اسباب کی بنیاد پر اہل کتاب نے اس رجم کے حکم کو معطل کر دیا تھا جس کا حکم نہیں اللہ نے تورات میں دیا تھا۔ چنانچہ صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ، قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعًا، فَقَالَ لَهُمْ: مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ، قَالُوا: إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيهَ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: ادْعُهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِالتَّوْرَاةِ، فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ: فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا". قَالَ ابْنُ عُمَرَ: " فَرُجِمَا عِنْدَ الْبَلَاطِ، فَرَأَيْتُ الْيَهُودِيَّ أَجْنَأَ عَلَيْهَا".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا، جنہوں نے زنا کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہاری کتاب تورات میں اس کی سزا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے (اس کی سزا) چہرہ کو سیاہ کرنا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا تجویز کی ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ان سے توریت منگوائیے۔ جب توریت لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ (اور جب اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تو) آیت رجم اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہیں بلاط (مسجد نبوی کے قریب ایک جگہ) میں رجم کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ یہودی عورت کو مرد بچانے کے لیے اس پر جھک جھک پڑتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۶۸۱۹)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمٍ مَجْلُودٍ، فَدَعَاهُمْ فَقَالَ: "هٰكَذَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ حَدَّ الزَّانِي"، قَالُوا: نَعَمْ، فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ، فَقَالَ: "أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى أَهٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي؟" قَالَ: لَا، وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي لَمْ أُخْبِرْكَ، نَجِدُ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِنَا الرَّجْمَ، وَلٰكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا الرَّجْمُ، فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ، وَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ، فَقُلْنَا: تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ، فَاجْتَمَعْنَا عَلَى التَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ مَكَانَ

الرَّجْمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اللَّهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ" وَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ.

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودی کے پاس سے ہوا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور جس کو کوڑے لگائے گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو بلایا اور پوچھا: "کیا تم لوگ اپنی کتاب توریت میں زانی کی یہی حد پاتے ہو"؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عالموں میں سے ایک شخص کو بلایا، اور اس سے پوچھا: "میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ پر توراۃ نازل فرمائی: کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد یہی پاتے ہو"؟ اس نے جواب دیا: نہیں، اور اگر آپ نے مجھے اللہ کی قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتا، ہماری کتاب میں زانی کی حد رجم ہے، لیکن ہمارے معزز لوگوں میں کثرت سے رجم کے واقعات پیش آئے، تو جب ہم کسی معزز آدمی کو زنا کے جرم میں پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر پکڑا جانے والا معمولی آدمی ہوتا تو ہم اس پر حد جاری کرتے، پھر ہم نے لوگوں سے کہا کہ آؤ ایسی حد پر اتفاق کریں کہ جو معزز اور معمولی دونوں قسم کے آدمیوں پر ہم یکساں طور پر قائم کر سکیں، چنانچہ ہم نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کی سزا پر اتفاق کر لیا، یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللهم إني أول من أحيا أمرك إذ أماتوه) یعنی "اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا ہے جسے ان لوگوں نے مردہ کر دیا تھا"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ یہودی رجم کر دیا گیا۔ (ابن ماجہ: ۲۵۵۸)۔

۵- پانچویں یہ کہ پردہ پوشی تین شروط کے ساتھ کرنا بہتر ہے:

۱- پردہ پوشی جس کی کی جا رہی ہو وہ زنا کی حالت ہو نہ کہ حمل کی حالت۔

۲- جس کی پردہ پوشی کی جارہی ہو وہ کوئی معروف بدکار نہ ہو۔

۳- وہ جرم حاکم تک پہونچا ہو، اگر حاکم تک پہونچ چکا ہو تو پھر ایسی صورت میں اس پر پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حدود جب مجھ تک پہونچ جائیں گے تو پھر اس وقت چھٹکارا پانے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

ابن حجر نے فتح الباری (۱۲ / ۱۲۸) میں کتاب الحدود، باب لایرجم المجنون والمجنونۃ کے تحت کہا کہ ماعز اسلمی کے واقعے سے پتہ چلا کہ اگر اس طرح کا معاملہ کسی کے ساتھ پیش آئے تو اسکے لئے بہتر ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اس گناہ پر پردہ پوشی کرے، اور کسی سے ذکر نہ کرے جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ماعز اسلمی سے اس جانب اشارہ کیا تھا۔ اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ اگر کوئی دوسرا بھی اس طرح کے گناہ سے مطلع ہو تو اسے بھی چاہئے کہ وہ اس پر پردہ پوشی کرے اور اسے رسوا نہ کرے اور نہ اسکا معاملہ حاکم وقت تک پہونچائے جیسا کہ اس واقعے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ اگر تم نے اس پر اپنے کپڑے سے پردہ کردیا ہوتا تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔

امام شافعی نے اسی کی تاکید کرتے ہوئے کہا کہ اگر کسی سے اس طرح کا گناہ سرزد ہو جائے تو اور اللہ اس پر پردہ کردے تو اسے بھی چاہئے کہ وہ اس پر پردہ رہنے دے اور اللہ سے توبہ کرے۔

ابن العربی المالکی نے کہا کہ یہ سب ایسے شخص کے بارے میں ہے جو معروف بدکار نہ ہو، لیکن جو بدکاری اور فواحش میں معروف ہو تو اس پر پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اسے رسوا کرنا اور اسکا معاملہ حاکم وقت تک پہونچانا واجب ہے تاکہ وہ ایسے جرائم سے باز آئے اور دوسروں کیلئے بھی وہ درس عبرت بنے۔

جو لوگ پردہ پوشی کو ہی بہتر سمجھتے ہیں ان پر ماعز اسلمی اور غامدیہ کے واقعے کو لیکر اعتراض ہے

جس کا جواب علامہ عراقی نے شرح الترمذی میں یہ دیا ہے کہ غامدیہ کا حمل ظاہر ہو چکا تھا مزید یہ کہ وہ غیر شادی شدہ تھی، جس کی وجہ سے اس پر پردہ پوشی مشکل ہوگئی اور زنا کا جرم ظاہر ہوگیا، اسی لئے یہ قید لگاتے ہیں کہ اگر زنا کا جرم ظاہر ہو جائے تو پھر حاکم وقت تک اسے لے جانا واجب ہے تاکہ وہ اس پر حد نافذ کرے۔

اور حافظ نے کہا کہ راجح یہی ہے کہ پردہ پوشی مستحب ہے، اور اگر کوئی پاکیزگی چاہتا ہے تو حاکم وقت تک معاملہ لے جانا بہتر ہے، واللہ اعلم۔

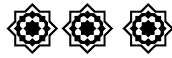
حاشیہ:

حافظ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب جامع العلوم والحکم (۲ / ۲۹۲) کے اندر کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ شخص جو بدکاری میں معروف نہ ہو، اس سے کبھی اس طرح کی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے پھیلانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اسکے بارے میں باتیں کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حرام غیبت کے حکم میں آئے گا، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے کہا ہے: (إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) ترجمہ: بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النور:۱۹)۔

یہاں بے حیائی پھیلانے سے مراد یہی ہے کہ اگر اس طرح کا گناہ کسی مومن سے سرزد ہو جائے اور کسی مومن پر اس طرح کی بے حیائی کا الزام لگا دیا جائے جیسے کہ واقعہ افک کے موقع پر ہوا تھا۔ اسی لئے بعض ذمیداران نے شعبہ احتساب سے کہا تھا کہ گنہگاروں کے گناہ پر پردہ کرو کیونکہ اس سے مسلمانوں کی عیب جوئی کی جاتی ہے، اور عیبوں پر پردہ پوشی کرنا بہتر ہے۔

دوسری قسم: وہ شخص جو بدکاری میں معروف ہو تو اسکی کوئی غیبت نہیں ہے، اسکے معاملے کو حاکم وقت تک پہونچانے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اس پر حد قائم کیا جائے، اور اسکے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے: (اے انیس! غامدیہ عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو۔ (متفق علیہ)۔



*علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:

۶- چھٹے یہ کہ اہل کفر کے شر پسند عناصر چاہتے ہیں کہ مسلم معاشروں میں بے حیائی اور فحاشی عام ہوتا کہ یہ بھی انہیں کی طرح ہو جائیں، لیکن جب لوگ برائیوں پر پردہ پوشی کریں گے تو اسکا ارتکاب کرنا لوگوں کیلئے آسان ہو جائے گا اور اس وقت ہمارا معاشرہ بھی انہیں کے معاشرے جیسا ہو جائے گا اور اس طرح ہم کفار کے مقاصد پورا کر رہے ہوں گے خواہ ہمیں اسکا شعور ہو کہ نہ ہو۔

۷- ساتویں یہ کہ اس وقت کفار کی مشابہت (۱) بڑی حد تک ہمارے یہاں پائی جاتی ہے، خواہ وہ لباس میں ہو یا بالوں کے اسٹائل (۲) اور دیگر امور میں ہو، چنانچہ اگر ہم بدکاروں پر پردہ پوشی کو جائز کر دیں گے تو ایسی صورت میں کفار کی مشابہت میں ہم مزید آگے نکل جائیں گے، اور اس طرح ہم آپ نے دین سے دور ہو جائیں گے۔

۸- آٹھویں یہ کہ اس گناہ کی عار کی تکلیف کبھی خود ایک سرپرست کو مجبور کر دیتی ہے کہ زانیہ کو قتل کر دیا جائے، اور اسی احساس کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اسکا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

۹- نویں یہ کہ اسپتال ایک حکومتی ادارہ ہے، چنانچہ اگر معاملہ اسپتال تک پہونچ جائے تو گویا وہ حاکم وقت تک پہونچ چکا ہے، چنانچہ ایسے معاملے میں پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو سزا کا مستحق ہے۔

۱۰- دسویں یہ کہ لڑکیوں کے سرپرستوں پر واجب ہے کہ وہ انہیں بے حیائی کے وسائل سے دور رکھیں اور انکی شادی کرنے میں جلدی کریں، کیونکہ ایسے معاملے میں جب حلال چیز مل جائے تو پھر حرام کا ارتکاب مشکل امر ہو جاتا ہے۔ (۳)

اسلئے قبل اس کے اس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے شادی کو آسان بناؤ اور اپنے معاشرے کو پاک رکھو، نسال اللہ الستر والسلامۃ، و باللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ
احمد بن یحی النجمی
۲۲/۱/۱۴۲۷ھ

حاشیہ:

(۱) کفار سے مشابہت اس حد طرح گئی ہے کہ جن ملکوں میں مسلمان اور کفار ایک ساتھ رہتے ہیں وہاں آپ مسلمانوں کو اسی صورت میں پہچان سکو گے جب وہ مسجد میں داخل ہوں گے، اور یہ بہت بڑی مصیبت ہے، اور اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہیکہ آج کا نوجوان یورپین کلچر کا دلدادہ ہو چکا ہے، حد یہ ہوگئی ہے کہ ایسے ملکوں میں آپ مسلم عورتوں کے لائق وہاں کی مارکیٹوں میں لباس مشکل سے پائیں گے۔

(۲) پہناوے میں اتحاد سے آدمی اعمال واخلاق میں بھی مشابہت کرنے لگتا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم: ۱/ ۹۳ میں کہا ہے۔

اسی طرح مشابہت اختیار کرنے والا اس قوم کی مدح وستائش کرتا ہے جس کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اسکی تہذیب کی تقلید کرتا ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔(مسند احمد: ۲/ ۵۰)۔

اور اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ایسی چیزوں سے منع کرتے تھے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَخْبَرَهُ، قال: رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: "إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھا کسم کے رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تو فرمایا: "یہ کافروں کے کپڑے ہیں ان کو مت پہنو۔" (صحیح مسلم: ۲۰۷۷)۔

(۳) عورتوں میں بے حیائی اور زنا کی کثرت کی بڑی وجہ شادی میں تاخیر ہے جسکی بڑی وجہ سرپرستوں کا انہیں روک کر رکھنا ہے کفو اور حسب نسب یا مالداری میں برابری نہ پانے کی وجہ سے۔ یہ صرف دینداری اور اخلاق کو دیکھ کر شادی نہیں کرتے جیسا کہ حدیث میں حکم وارد ہوا ہے۔

اور یہ حسب نسب کی برابری کی سوچ اور اعتقاد آج بھی فاطمیوں میں پائی جاتی ہے کہ انکے گھر میں گرچہ شادی نہ ہو جب تک فاطمی گھرانے کا لڑکا نہیں ملے گا شادی نہیں کریں گے۔

جبکہ شادی میں حسب نسب کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کو مشورہ دیا کہ وہ اسامہ سے شادی کرلیں، حالانکہ وہ قریش خاندان سے تھیں جبکہ اسامہ غلام ابن غلام تھے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ سے کہا کہ اپنے خاندان میں کسی لڑکی سے ابو ہند کی شادی کردو۔ جبکہ یہ ایک حجام تھے۔

اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف کی بہن ہالہ بنت عوف کی شادی بلال بن رباح سے ہوئی تھی۔ اور اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حفصہ کی شادی سلمان فارسی سے کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح جلیبیب اور زید بن حارثہ کی شادی سے بھی استدلال کرسکتے ہیں کہ شادی میں حسب نسب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔



(۱۲)

بھنوؤں کو تراشنا اور چھیلنا خلاف شرع ہے

تالیف:

شیخ احمد بن یحیی النجمی

تعلیق:

ابو ہمام محمد بن علی صومعی البیضانی

***علامہ احمد نجمی رحمہ اللہ نے کہا:**

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

میرے پاس ایک موضوع آیا جو جریدہ الوطن میں شائع ہوا ہے بتاریخ ۱۷/۱/۱۴۲۶ھ۔ اس موضوع کا عنوان ہے: (خالد السیف کے اس قول پر تعاقب کہ بھنوؤں کو تراشنے اور چھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

جریدہ الوطن کے مقالہ نگار نے کہا کہ جامعہ القصیم کے ایک استاذ خالد صالح السیف نے (کیا بھنوؤں کو تراشا اور چھیلنا جائز ہے؟) کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، یہ سوال اس وقت عورتوں میں گونج رہا ہے اور قلق کا باعث بنا ہوا ہے۔

اور آگے کہا کہ مقالہ نگار کی ہم موافقت کرتے ہیں کیونکہ اس سوال سے ہم تھک چکے تھے، اور لوگوں کے فتوؤں کی وجہ سے عورتوں نے اپنے بھنوؤں کو چھوڑ رکھا تھا کہ کہیں لعنت نہ برسے، جس کی وجہ سے تو بعض عورتوں کی بھنویں انکے سر کے بالوں سے مل چکی تھیں جس سے دیکھنے میں وہ جنگلی لگتی تھیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں پر میں ایک وقفہ لیتا ہوں اس مقالہ نگار کے ساتھ جو ان عورتوں کی شان گھٹا رہا ہے بلکہ مذاق کر رہا ہے جو حدیث پر عمل کر کے اپنی بھنوؤں کو چھوڑے رکھتی ہیں تا کہ لعنت سے محفوظ رہیں۔

اے مسکین اور بدنصیب شخص! کیا تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ ایک انسان اپنے ایمان اور تقوی وعمل ہی کی وجہ سے بلند درجات حاصل کرتا ہے ارشاد باری تعالی ہے: (يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ [35] وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ [36] فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ [37] وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا [38] فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ [39] وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ

عَنِ الْهَوَى[40] فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى) ترجمہ: جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی۔[35] اور جہنم (ہر) اس شخص کے لیے ظاہر کر دی جائے گی جو دیکھتا ہے۔[36] پس لیکن جو حد سے بڑھ گیا۔[37] اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔[38] تو بے شک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔[39] اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔[40] تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔(النازعات:۴۱)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ[57] وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ[58] وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ[59] وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔[57] اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔[58] اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔[59] اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(المومنون:۶۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ[89] فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ) ترجمہ: اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی سب وارثوں سے بہتر ہے۔[89] تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لیے درست کر دیا، بے شک وہ نیکیوں میں بہت جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے ہی لیے عاجزی کرنے والے تھے۔(الانبیاء:۹۰)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ) ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہوگا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقینا اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔ (لقمان: ۳۳)۔

میرے اسلامی بھائی! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ کس طرح اللہ تعالی اپنے ان بندوں کی تعریف کر رہا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اسکے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کھاتے ہیں، اور یہ خوش خبری دے رہا ہے کہ انکے لئے ہمیشہ کی جنت اور نعمت ہے، جبکہ تم اللہ کی لعنت اور اسکے عذاب سے ڈرنے والی عورتوں کو عار چلا رہے ہو، گویا تم انہیں بے خوفی اور گناہ کرنے پر ابھار رہے ہو!

دوسرا وقفہ: تم اللہ کی خلقت میں جھوٹ بول رہے ہو یہ کہہ کر کہ بعض عورتوں کی بھنویں انکے سر کے بالوں سے مل چکی تھیں جس سے دیکھنے میں وہ جنگلی لگتی تھیں۔

میں کہتا ہوں کہ صریح جھوٹ اور الزام ہے، آخر تم نے ایسی عورتوں کو کب دیکھا ہے؟!

تیسرا وقفہ: بھنوؤں کو اللہ نے انسانی چہرے کیلئے زینت کے طور پر بنایا ہے اب اسکے ختم کر دینے اور تراشنے میں زینت نہیں ہے، اب کوئی کہے کہ ان کا وجود عیب اور بدصورتی ہے تو یہ اللہ کی خلقت میں عیب لگانا ہوا اور جو اللہ کی خلقت اور اسکی صنعت گری میں عیب لگائے گویا وہ اللہ پر عیب لگا رہا ہے، اسلئے اس سوال کے جواب کی تیاری میں لگ جاؤ۔

چوتھا وقفہ: بھنوؤں کا تراشنا اور چھیلنا اللہ کی خلقت میں تبدیلی ہے، اور یہ حرام ہے۔

پانچوں وقفہ: اس معصیت پر شیطان ابھارا ہے کیونکہ وہی یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ایسا کرلو تو زیادہ

خوبصورت لگو گی، ابھی تم جس صورت لگ رہی ہو، چنانچہ بدصورتی کا طعنہ اور خوبصورتی کا جھانسہ پہلے دل کے اندر شیطان ہی دیتا ہے پھر ایک ناسمجھ عورت اس شیطان کے بہکاوے اور وسوسے میں آ کر معصیت کا ارتکاب کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:(إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا[117] لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا[118] وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا[119] يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا[120] أُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا) ترجمہ: وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔[117] جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔[118] اور یقینا میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقینا میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقینا میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقینا وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقینا میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقینا وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقینا اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔[119] وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔[120] یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔(النساء:۱۲۱)۔

* اسکے بعد مقالہ نگار نے کہا کہ حدیث نمص جسے کچھ لوگ دہراتے رہتے ہیں وہ صحابی رسول عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے جو فتح الباری میں وارد ہواہ، اس روایت کا ماحصل یہ ہیکہ ابن مسعود نے کہا:

لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ "، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ، وَكَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَتَتْهُ، فَقَالَتْ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَيِ الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُهُ، فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا سورة الحشر آية 7 فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ: فَإِنِّي أَرَى شَيْئًا مِنْ هَذَا عَلَى امْرَأَتِكَ الْآنَ، قَالَ: اذْهَبِي فَانْظُرِي، قَالَ: فَدَخَلَتْ عَلَى امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ فَلَمْ تَرَ شَيْئًا، فَجَاءَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا، فَقَالَ: أَمَا لَوْ كَانَ ذَلِكَ لَمْ نُجَامِعْهَا.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، لعنت کی اللہ نے گودنے والیوں اور گدانے والیوں پر اور منہ کے بال نکالنے والیوں پر اور نکلوانے والیوں پر اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوبصورتی کے لیے (تاکہ کمسن معلوں ہوں) اللہ کی خلقت بدلنے والیوں پر، پھر یہ خبر بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ قرآن پڑھا کرتی تھی، وہ آئی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور بولی: مجھے کیا خبر پہنچی ہے کہ آپ نے لعنت کی گودنے اور گدانے اور منہ کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے اور دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے، وہ عورت بولی میں تو دو جلدوں میں جس قدر پر قرآن تھا پڑھ ڈالا مجھے نہیں ملا۔ عبداللہ

رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو پڑھتی (جیسا چاہیے تھا غور کر کے) تو تجھ کو ملتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (۵۹-الحشر: ۷) "جو رسول تم کو بتلا دے اس کو تھامے رہو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔" وہ عورت بولی ان باتوں میں سے بعض بات تمہاری عورت بھی کرتی ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جا دیکھ، وہ گئی ان کی عورت کے پاس تو کچھ نہ پایا پھر لوٹ آئی اور کہنے لگی: ان میں سے کوئی بات میں نے نہیں دیکھی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ ایسا کرتی تو ہم اسے سے صحبت نہ کرتے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۲۵)۔

میں کہتا ہوں کہ مقالہ نگار نے جو یہ کہا کہ یہ صحابی رسول عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ مقالہ نگار کی جہالت ہے یا پھر جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا ہے، مجھے تو دوسرا ہی راجح لگتا ہے، کیونکہ ایسا شخص اس طرح کے امور سے جاہل نہیں ہوسکتا، کیونکہ حدیث کے اندر اس طرح کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں کہ صحابی رسول عبداللہ بن مسعود نے یہ بھی کہا کہ میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے؟! جو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ یہ لعنت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر ہوئی ہے، اس لئے مقالہ نگار کا یہ صریح مغالطہ اور جھوٹ ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث صرف ابن مسعود ہی سے مروی نہیں ہے، بلکہ دوسرے کئی صحابہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

- جیسے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سر کے

قدرتی بالوں میں مصنوعی بال لگانے والیوں پر اور لگوانے والیوں پر اور گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔" (صحیح بخاری: ۵۹۳۳)۔

-اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ، وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعَرُهَا، فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا، فَسَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: " لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ".

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو گئی اور اس کے سر کے بال جھڑ گئے، اس کے گھر والوں نے چاہا کہ اس کے بالوں میں مصنوعی بال لگا دیں۔ اس لیے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۳۴)۔

-اسی طرح اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَنْكَحْتُ ابْنَتِي ثُمَّ أَصَابَهَا شَكْوَى فَتَمَرَّقَ رَأْسُهَا وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا، أَفَأَصِلُ رَأْسَهَا؟ " فَسَبَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ".

ترجمہ: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کی ہے اس کے بعد وہ بیمار ہو گئی اور اس کے سر کے بال جھڑ گئے اور اس کا شوہر مجھ پر اس کے معاملہ میں زور دیتا ہے۔ کیا میں اس کے سر میں

مصنوعی بال لگا دوں؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال جوڑنے والیوں اور جڑوانے والیوں کو برا کہا، ان پر لعنت بھیجی۔ (صحیح بخاری: ۵۹۳۵)۔

-اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ" وَقَالَ نَافِعٌ: الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے مصنوعی بال جوڑنے والیوں پر، جڑوانے والیوں پر، گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔" نافع نے کہا کہ گودنا کبھی مسوڑے پر بھی گودا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۳۷)۔

-اسی طرح معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی یہ روایت:

عن سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا، فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ قَالَ:" مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هَذَا غَيْرَ الْيَهُودِ، إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّورَ"، يَعْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعَرِ.

ترجمہ: سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ آخری مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ہمیں خطبہ دیا۔ آپ نے بالوں کا ایک گچھا نکال کے کہا کہ یہ یہودیوں کے سوا اور کوئی نہیں کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (زور) یعنی فریبی فرمایا یعنی جو بالوں میں جوڑ لگائے تو ایسا آدمی مرد ہو یا عورت وہ مکار ہے جو اپنے مکروفریب پر اس طور پر پردہ ڈالتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۳۸)۔

اسی ضمن میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی ہے:

لعنت کی اللہ نے گودنے والیوں اور گدانے والیوں پر اور منہ کے بال نکالنے والیوں پر اور

نکلوانے والیوں پر اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوبصورتی کے لیے (تا کہ کمسن معلوں ہوں) اللہ کی خلقت بدلنے والیوں پر، پھر یہ خبر بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ قرآن پڑھا کرتی تھی، وہ آئی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور بولی: مجھے کیا خبر پہنچی ہے کہ آپ نے لعنت کی گودنے اور گدانے اور منہ کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے اور دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے، وہ عورت بولی میں تو دو جلدوں میں جس قدر پر قرآن تھا پڑھ ڈالا مجھے نہیں ملا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو پڑھتی (جیسا چاہیے تھا غور کر کے) تو تجھ کو ملتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا)(۵۹-الحشر:۷)"جو رسول تم کو بتلا دے اس کو تھامے رہو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔" وہ عورت بولی ان باتوں میں سے بعض بات تمہاری عورت بھی کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ یہ لعنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر ہوئی ہے نہ کہ یہ لعنت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔

-اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ تَشِمُ، فَقَامَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوَشْمِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُمْتُ، فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا سَمِعْتُ، قَالَ: مَا سَمِعْتَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:"لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو گودنے کا کام کرتی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے (اور اس وقت موجود صحابہ سے) کہا میں تمہیں اللہ کا

واسطہ دیتا ہوں کسی نے کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گودنے کے متعلق سنا ہے۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: امیر المؤمنین! میں نے سنا ہے۔عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا سنا ہے؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ گودنے کا کام نہ کرو اور نہ گدواؤ۔(صحیح بخاری: ۵۹۴۶)۔

ان حدیثوں سے پتہ چلا کہ یہ ساری چیزیں حرام اور گناہ کبیرہ ہیں ۔اور سیدہ عائشہ کی حدیث سے اس روایت کا باطل ہونا لازم آتا ہے جس میں آپ ہی سے مروی ہے کہ سر کے بال میں مصنوعی بال جوڑ سکتے ہیں ۔بلکہ وہ روایت موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مقالہ نگار نے جو یہ بات کہی ہے کہ ابن حجر نے کہا کہ یہ احتمال ہے کہ ابن مسعود نے اس لعنت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی، تو کیا اس طرح کے امور میں احتمالات سے حجت پکڑ سکتے ہیں، بلکہ جہاں احتمال ہوتا ہے وہاں پر استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مقالہ نگار کی یہ بہت بڑی جسارت ہے جو اپنے اس باطل کلام کے ذریعے ایک صریح نص اور حدیث نبوی کو مشکوک بناتا ہے، اور نصوص نبویہ کے ساتھ یہ بہت بڑی گھٹیا حرکت ہے، یہ اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشی خریدنے جیسا گھٹیا اور خسارے کا سودا ہے۔اور صرف یہی ایک روایت نہیں بلکہ باقی دیگر کئی صحابہ کی صحیح روایتوں کو ٹھکرانے جیسی حرکت ہے۔

آگے مقالہ نگار کہتا ہے کہ ابن مسعود کی یہ روایت موقوف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ آخر یہ روایت موقوف کیسے ہوگی جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں کہ آخر میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے؟!

آخر یہ استفہام انکاری کیا معنی رکھتا ہے، کیا یہ واضح دلیل نہیں ہے کہ یک روایت مرفوع ہے؟!

آگے مقالہ نگار کہتا ہے کہ اس روایت کے اندر تحمل کے وہ صیغے نہیں ہیں جن سے مرفوع ہونے کا

پتہ لگتا ہے جیسے کہ حدثنی اوراخبرنی وغیرہ۔

میں کہتا ہوں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ آخر میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے؟!

کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ نے یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟!

آگے مقالہ نگار کہتا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو اسے ضرور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہوتا کیونکہ آپ دوسروں کے مقابلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب رہتی تھیں اور یہ عورتوں کے مسائل سے متعلق بھی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت موجود ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

اور جو آپ سے اس کے برخلاف بال جوڑنے کے جواز کے تعلق سے مروی ہے تو وہ روایت باطل ہے۔

اور ہمیں اللہ اور اسکے رسول کے فرامین پر عمل کرنے کا حکم ہے دوسروں کی موشگافیوں پر نہیں، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا) ترجمہ: اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔ (الاحزاب: ۳۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا) ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (النساء: ۱۱۵)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ[24] وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یہ کہ حقیقت یہ ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [24] اور اس عظیم فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔ (الانفال: ۲۵)۔

اور حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟، قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا "جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار

کیا۔"(صحیح بخاری:۷۲۸۰)۔

آخر میں یہ کہوں گا کہ حدیث کو اسکے ظاہری واضح اور صریح معنی کو بے بنیاد تاویل اور باطل استدلال سے پھیرنا، اور اسکے عمل کو باطل قرار دینا اور اتباع سنن سے لوگوں کو پست ہمت بنانا اور نفرت دلانا بہت بڑا جرم ہے جس پر اللہ ضرور گرفت کرے اگر ایسی حرکت کرنے والا بغیر توبہ کے مرجائے، وباللہ التوفیق، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ
احمد بن یحیی النجمی
۱۴۲۶/۵/۹ھ

فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ
تمہید	۲
اس کتاب میں میرا عمل	۸
شیخ احمد بن یحیی النجمی کی مختصر سوانح	۹
۱-رسالہ لماذا التوحید اولا؟	**۱۵**
رسالہ کا سبب تالیف	۱۶
توحید کی تعریف اور اسکی قسمیں	۱۷
توحید الوہیت جسکی خاطر تمام رسولوں کو مبعوث کیا گیا	۱۷
توحید کے بارے میں ابن القیم اور ابن کثیر ہی نفیس باتیں	۱۹
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال تک توحید کی دعوت دی	۲۱
توحید ہی اصل دین اور اسکی بنیاد ہے	۲۳
جس نے توحید کو برباد کیا اس نے پورے دین کو برباد کیا	۲۴
لاالہ الا اللہ دو اجزاء نفی اور اثبات پر مشتمل ہے	۲۷
شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا کلام لاالہ الا اللہ کے بارے میں	۲۸
لاالہ الا اللہ کی شرطیں	۳۲
محمد رسول اللہ کا معنی	۳۳
کلمہ طیبہ کی خاطر جنت و دوزخ کی تخلیق ہوئی ہے	۳۵
توحید کے بارے میں حافظ حکمی کا کلام	۴۰

اسلام بغیر توحید کے وہ گھر ہے جو بغیر بنیاد کے ہو ۴۳
ان لوگوں کی گمراہی کی معرفت جو توحید کے خلاف داعی ہیں ۴۴
کھوئی ہوئی خلافت ۴۵

۲-رسالہ معالم التوحید فی الحج ۴۶

توحید ہی دین کی بنیاد ہے ۴۷
حج کی بنیاد توحید پر ہے ۴۹
ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت اور بت شکنی ۵۰
حج مکمل طور پر ابراہیمی خاندان کی یادگار ہے ۵۴
ابراہیم علیہ السلام آپ نے اہل وعیال کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑتے ہیں ۵۵
زمزم کا کنواں ۶۰
کیا عورت سعی کے دوران رمل کرے گی ۶۲
اسماعیل علیہ السلام عربی زبان سیکھتے ہیں ۶۵
اسماعیل علیہ السلام کی شادی اور ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ۶۵
بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ۶۶
معالم توحید میں رمی جمار ہے ۶۸
ذبیح کون ہے؟ ۶۹
ابراہیم علیہ السلام کا شیطان کے ساتھ واقعہ ۶۹
پورا حج ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں کا احیاء ہے ۷۴
آب زمزم مبارک پانی ہے ۷۵

سعودی عرب اور آب زمزم کا تحفظ ۷۵
صفا و مروہ ۷۶
مقام ابراہیم ۷۷
تلبیہ توحید کی نشانی ہے ۷۹
عمرو بن لحی کا دوزخ میں ہونا ۷۹

۳-رسالہ اسلام میں مسجد کا کردار ۸۴

مسجد دور نبوی اور خلافت راشدہ میں ۸۶
ماعز اسلمی کا قصہ ۹۳
مسجد میں وفود کی ملاقات ۹۶
مسجد سے داعیان دین کو بھیجا جاتا تھا ۹۸
مسجد میں خوشخبری سنائی جاتی تھی ۹۹
کعب بن مالک کا واقعہ ۱۰۶
مساجد کی فضیلت اور اہمیت ۱۰۹
مساجد کی ذمیداری اسی کو دی جائے جو اسکی اہلیت رکھتا ہو ۱۱۰

۴-رسالہ: تکفیر اسکی سنگینی ۱۱۲

پہلا مبحث: تکفیر کی حقیقت ۱۱۳
علامہ فوزان کا نفیس کلام ۱۱۵
دوسرا مبحث: تکفیر عہد سلف میں ۱۱۶

خوارج کا محاصرہ	۱۱۸
خوارج سے ابن عباس کا مناظرہ	۱۲۰
تیسرا مبحث: دورحاضر میں تکفیر کی نشوونما	۱۲۶
منبع الارھاب المعاصر	۱۲۶
ابن عثیمین، ابن باز اور البانی سید قطب کی مذمت کرتے ہوئے	۱۳۰
سعید حوی اخوانیوں کو ایکسپوز کرتے ہوئے	۱۳۳
چوتھا مبحث: تکفیر کا حکم	۱۳۵
خودکشی کی حرمت پر دلائل	۱۳۶
ابن لادن سعودی عرب کی تکفیر کرتے ہوئے	۱۴۱
خوارج دوزخی کتے ہیں	۱۴۲
پانچواں مبحث: تکفیر کی سنگینی اور اسکا بھیانک انجام	۱۴۵
۵-رسالہ: غلو اسکے اسباب وعلاج	**۱۴۹**
غلو کی تعریف اور اسکی مذمت پر دلائل	۱۵۳
غلو کے اقسام	۱۵۷
خوارج سے قتال کرنے کا حکم	۱۶۸
خوارج کو قتل کون کریں گے	۱۷۴
اخوان المسلمون نے خوارج کی فکر کا احیاء کیا ہے	۱۷۴
حسن بنا نے حکومتوں کے خلاف تشدد اور طاقت کے استعمال کرنے کی بنیاد رکھی ہے	۱۷۷
حسن بنا اور کھوئی ہوئی خلافت	۱۸۱

سید قطب اور انقلابی اسلام	۱۸۲
اسد السنہ شیخ ربیع سید قطب کی گمراہی ایکسپوز کرتے ہوئے	۱۸۲
قطبی فکر کے بھیانک نتائج	۱۸۴
پرفتن دور میں ایک مسلمان کا کیا موقف ہو	۱۸۵
مسعری کا فتنہ	۱۸۷
ابن باز اور مسعری	۱۸۷
سعد الفقیہ کا فتنہ	۱۸۹
ابن باز مسعری، الفقیہ اور بن لادن کو نصیحت کرتے ہوئے	۱۹۰
بن لادن کا فتنہ	۱۹۰
غلو اور تکفیر کا علاج	۱۹۱
۶-رسالہ: سلفی دہشت گردانہ کارروائیوں سے بری ہیں	**۱۹۵**
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدر وخیانت سے منع کیا ہے	۱۹۶
اللہ خائنوں اور فسادیوں کو پسند نہیں کرتا	۱۹۷
مشرک کو تین چیزوں کی طرف دعوت دی جائے گی	۱۹۹
دہشت گردوں کی خیانت	۲۰۲
اسلام خوارج کی کارستانیوں سے بری ہے	۲۰۵
جو سلفیوں پر الزام لگاتے ہیں دراصل وہی ان کارستانیوں کو انجام دیتے ہیں	۲۰۵
۷-رسالہ: معاہد اور امان یافتہ کفار کے احکام	**۲۰۷**

معاہد کافر کی تعریف ۲۰۸
ناحق کسی معاہد کو قتل کرنے کا حکم ۲۰۹
معاہد اور امان یافتہ کافر کے قتل کی حرمت ۲۱۰
عورت کا امان دینا جائز ہے ۲۱۱
حاکم وقت کی اطاعت واجب ہے ۲۱۲
دارالحرب میں سودی کاروبار ۲۱۲
کفار سے معاہدہ حکومت ہی کرے گی ۲۱۵
قریش کا معاہدے کا توڑنا ۲۱۶
معاہدہ کے شرائط ۲۱۹
صلح حدیبیہ کی تفصیل ۲۲۱
ابوبصیر سے جو کچھ ہوا سے خیانت نہیں کہیں گے ۲۳۴

۸-رسالہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق غلو اور تفریط کے درمیان ۲۳۶

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا خلاصہ ۲۴۰
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے فرائض میں سے ہے ۲۴۱
بوصیری کا شرکیہ قصیدہ ۲۴۳
برعی کا شرکیہ قصیدہ ۲۴۴

۹-رسالہ: ڈنمارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاکہ ۲۴۸

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مقام ۲۴۹

احادیث حوض متواتر ہیں ۲۴۹
نبی کی تعظیم کرنا مسلمان پر واجب ہے ۲۵۰
بلاد کفر میں رہنے والے مسلمانوں کو نصیحت ۲۵۵
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے پر نکیر کرنا واجب ہے ۲۵۶
نبی کے گستاخان کیلئے اللہ کافی ہے ۲۵۸
شیخ ربیع بن ھادی مدخلی کا مقالہ ۲۵۹

۱۰-رسالہ اعدائے اسلام کے پروڈکٹ کا بائیکاٹ کرنے کا حکم ۲۶۱

بائیکاٹ کی تعریف ۲۶۲
مسلمان پر کیا واجب ہے ۲۶۲
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کے ساتھ معاملہ داری ۲۶۳
کفار کے ساتھ کاروبار کرنے کی دلیلیں بہت ہیں ۲۶۳
بائیکاٹ کرنا حکام کی ذمیداری ہے ۲۶۸
ابن جبرین کا فتوی ۲۶۸
اسرائیلی پروڈکٹ کا بائیکاٹ کرنا ۲۶۸
ابن جبرین کا شریعت مخالف فتوی ۲۶۸

۱۱-رسالہ: مرتکب کبیرہ پر پردہ پوشی کرنا کب جائز ہے ۲۷۰

پردہ پوشی کرنا جائز ہے جب تک زنا سے آگے کا معاملہ نہ ہو ۲۷۱
حمل پر پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے ۲۷۱

حمل پر پردہ پوشی کرنے سے حدود کا ضائع ہونا لازم آئے گا ۲۷۱
پردہ پوشی کرنا جائز ہے تین شروط کے ساتھ ۲۷۴
حدود جب حاکم وقت تک پہونچ جائے تو پھر کوئی چھوٹ نہیں ہے ۲۷۵
ماعز اسلمی کا قصہ ۲۷۵
کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کا حکم ۲۷۸

۱۲-رسالہ: بھنوؤں کو تراشنا اور چھیلنا خلاف شرع ہے ۲۸۱

مقالہ نگار کے ساتھ ایک وقفہ ۲۸۲
دوسرا وقفہ ۲۸۴
مقالہ نگار یا تو جاہل ہے یا پھر مغالطہ کر رہا ہے ۲۸۷
حدیث وصل صرف ابن مسعود سے مروی نہیں ہے ۲۸۸
مقالہ نگار کا حدیث کے بطلان کی کوشش ۲۹۱
لوگوں کو اتباع سنت سے پست ہمت بنانا اور اس سے نفرت دلانا بہت بڑا جرم ہے ۲۹۴
فہرست موضوعات ۲۹۵

تمت بالخیر

